انتم الاعلون ان کنتم مومنین

وقائع عالمگیر

یعنی

حضرت اورنگ زیب سلطانِ ہند عالمگیر علیہ الرحمۃ کے وقائع زندگی جو
اُنکے خود مکاتیب اور مستند مورخین کی روایات پر مبنی ہیں اور جن سے اُنکے
حقیقی کیرکٹر رواداری، عدل جوئی اور تشرع مذہبی کا کافی ثبوت ملتا ہے
نہایت درایت اور تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں

مرتبہ

چودھری نبی احمد سندیلوی

باہتمام رمضان علی شاہ

در نیشنل پریس الہ آباد جلیہ طبع پوشید

فہرست مضامین وقائع عالمگیر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو اپنے مخدوم و مکرم
جناب مولوی سعید احمد صاحب قبلہ مارہروی
کے نام نامی پر اُن کی قومی اور علمی خدمات کی
یادگار میں معنون کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

نبی احمد

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خوان این قصۂ پارینہ را

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی — کہ یہ رشتہ عروسی کشور آرائی کا زیور تھا
تو خود فرماندہِ جے پور نے نسبت کی خواہش کی — اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و لشکر تھا
ولی عہدِ حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر — گئے انبیر تک جو تختگاہِ ملک و کشور تھا
اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ گھر میں حجلہ آرا تھی — اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا
دُلھن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے — کہ کوسوں تک زمیں پر فرشِ دیبائی مشجّر تھا
دُلھن کی پالکی خود اپنے کاندھے پر جو لائے تھے — وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا
یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی — کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطّر تھا
تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا — کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

(شبلی نعمانی مرحوم)
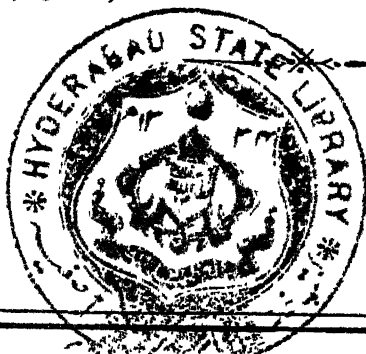
مقدمہ

علم تاریخ کا مقصد یہ ہے کہ بیان واقعات سے اخلاق و عادات انسانی سدھارے جائیں، اس لئے ضرور ہے کہ بیان اور تفصیل میں ہر قسم کی احتیاط مدِ نظر رکھی جائے۔

چنانچہ "اسلام" نے اُسی احتیاط کو پیش نظر رکھکر علم اسماء الرِجال و فن درایت مدّون کیا، دنیا میں "اسلام" سب سے پہلا مذہب ہے جس نے اس احتیاط کو سامنے رکھّا ہے، اس سے پہلے واقعات اکثر خرافات کی صورت میں مسخ ہوجاتے تھے، چنانچہ "اسلام" کے پہلے یہودیوں میں عام طور پر خرافات اسرائیلیہ مشہور تھے، باوجود نقد و تفحص اکثر مسلمان مفسّرین نے آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے ان خرافات کو خاص اہمیّت اور عظمت سے ذکر کیا ہے حالانکہ ان کی حقیقت کچھ نہ تھی۔

اس میں شبہ نہیں کہ بسا اوقات واقعات کی نُدرت اور غیر معمولی سوانح کا بیان سُننے والے کی توجہ کو مسحور کر لیتا ہے، لیکن اس شعبدہ بازی کا اثر اخلاق اور عادات پر خراب ہوتا ہے، انسان کی فطرت عجائب پرستی طلسم سے نکلنے نہیں پاتی وہ ہمیشہ مبتلائے اوہام رہکر حقیقت سے دور تباہ اور برباد ہوجاتا ہے۔

"اسلام" نے اپنے متّبعین کو اس ضلالت اور گمشدگی سے روکا ہے، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وَاِذَا جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا ط جب تمہارے پاس

فاسق، کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو، اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ راوی اگر سچا ہے تو وہ بے سروپا، لغو وراز عقل باتیں بیان نہ کریگا، اگر راوی سچا نہیں ہے بلکہ مفسد اور فاسق ہے تو اس کی روایت پر غور کرلینا چاہئے۔

مثلاً ایسا شخص کہتا ہے کہ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دریا میں آگ لگی تھی مچھلیاں درخت پر چڑھ رہی تھیں"۔

اس جگہ سامع کو چاہئے کہ یہ سمجھ لے کہ پانی کے اجزاء مائی آگ کو کبھی قبول کرسکتے ہیں؟ یا مچھلیاں درخت پر چڑھنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتی ہیں؟ انکی فطرت اسکی متقاضی ہے؟ یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائیگا، اس کے لئے مزید جستجو اور اسکے خلاف شواہد کی ضرورت نہ ہوگی، علم حدیث میں یہ فن مستقل صورت اختیار کرتا ہے، راویوں کی چھان بین، روایتوں پر نقد وبحث معرکۃ الآرا مسئلہ بن گیا ہے، اس کا منشا صرف یہ ہے کہ واقعہ اپنی اصلی صورت میں نظر آئے۔

علامۂ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں حسب ذیل ان واقعات پر بحث کی ہے جو حقیقت سے بہت دور دکھائی دیتے ہیں مثلاً:-

(۱) حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے نوجوانوں کا ایک لشکر طیار کرتے ہیں اس کی تعداد ۶ لاکھ ہوتی ہے۔

علامۂ ابن خلدون نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس وقت مصر وشام کی آبادی اتنی نہ تھی کہ اتنا بڑا لشکر طیار ہوتا۔

(۲) یہ کہ جس جگہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں اتنا بڑا میدان نہ تھا کہ اتنا بڑا لشکر اس میں جمع ہوتا اور دشمن سے لڑتا۔

(۳) مملکت فارس دولت بنی اسرائیل سے ہر معنی میں وسیع تھی لیکن اسکے افواج کی تعداد کبھی اس کے قریب بھی نہیں پہنچی،

جنگ قادسیہ میں ان کے فوج کی تعداد جو بڑی سے بڑی کہی جاتی ہے ایک لاکھ ۲۰ ہزار سے دو لاکھ تک تھی۔ یہ فوج ممالک عراق عرب، عراق عجم، خراسان ماوراء النہر کے باشندوں کا مجموعہ تھی،

حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

(۴) حضرت موسیٰ اور اسرائیل (یعقوبؑ) کے درمیان صرف چار پشتوں کا فرق ہے، صرف چار پشتوں میں مردم شماری کا یہ رنگ سمجھ میں نہیں آسکتا۔

تعجب ہے کہ یہ روایت بعض مؤرخین نے بھی نقل کی ہے، حالانکہ ان کا فرض تھا کہ تفحص اور تجسس کر لیتے؛

(۲)

تاریخ سے گزر کر بعض مفسرین نے خرافات اسرائیلیہ پر اس قدر اعتماد کر لیا ہے کہ ان کے مطابق قرآن پاک میں بھی تاویل ناجائز سے دریغ نہیں کیا ہے؛ سورۂ والفجر میں "الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد"

لفظ ارم کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ "ارم" ایک شہر کا نام ہے جس کو عاد بن عوص بن ارم نے آباد کیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ عاد کے دو بیٹے شدید اور شدّاد تھے، شدید مر گیا اسلئے شدّاد تنہا اپنے باپ کے ملک پر قابض ہوا، اس نے بہشت کا نام اور حالات سنکر اس نمونے پر ایک بہشت طیار کرائی۔

ایک حدیث موضوع بھی اس کی تائید میں گڑھ لی گئی، یہ بھی بتایا گیا کہ عبداللہ بن قلابہ صحابی نے صحرائے عدن (وسط یمن) میں اپنا اونٹ تلاش کرتے ہوئے یہ بہشت دفعتہً دیکھ لی تھی۔

حالانکہ ماہرین علوم جغرافیہ نے زمین کے ایک ایک چپہ کا پتا لگایا ہے لیکن اس بہشت کا نام اور نشان کہیں نہیں ملتا۔

اس کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ بہشت آسمان پر اٹھا لی، تعالیٰ شانہٗ ۔

(۳)

چاہ بابل میں دو فرشتے ہاروت اور ماروت نامی اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں، ان کے سر کے پاس پانی سے بھرے ہوئے پیالے رکھے ہیں شدت پیاس سے وہ زبان نکالتے ہیں لیکن پانی پا نہیں سکتے!

یہ سزا ان کو اس جرم کی ملی ہے کہ وہ زہرہ نامی طوائف کے ساتھ زنا کرنا

چاہتے تھے، زہرہ نے ان کو اس سے روکا اسلئے وہ ستارہ بنا کر آسمان میں جڑ دی گئی اور فرشتوں کو یہ سزا ملی ۔

استغفر اللہ ربی من ہذا البہتان، کجا فرشتے کجا ارادہ ارتکاب زنا،

فرشتے جسمیت اور نفسانیت سے پاک جوہر مجردہ ہیں پھر اس ارادے کے کیا معنی؟، اور زہرہ کو آسمان میں جڑنے کی کیا شکل ہے؟،

معراجِ رسول پر تو منکرین یہ بحث کرتے ہیں کہ آسمان میں خرق والتیام کہاں ہے؟ زہرہ کا جانا کس طرح اور کس صورت میں ہوا؟،

(۴)

اسی طرح جعفر و عباسہ کا واقعہ جسقدر معروف اور مشہور ہے اسی قدر بے بنیاد ہے، کہاں خلیفہ ہاروں رشید کی ہاشمیت اور کہاں جعفر کے ساتھ اس کی بہن کی شادی؟ اور پھر یہ بندش کہ قربت، نہ ہونے پائے اس لئے کہ دونوں میاں بیوی ہاروں رشید کی صحبت میخواری میں شریک ہو سکیں۔ سراسر بہتان اور افترا ہے، ہواشم اپنے غلاموں کی شادی بیاہ میں بھی کفو اور غیر کفو کا لحاظ رکھتے تھے، گھوڑوں کی نسلیں خراب ہونے نہ دیتے تھے ۔

ہاروں رشید کی شراب خواری مشہور کرنے والے اس کی شریعت پرستی اور اتقا پر پردہ ڈالتے ہیں۔

طبری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ یہ خلیفہ روزانہ سو رکعتیں نفل کی ادا

کرتا تھا، شراب‌خواری کے جرم پر ابونواس کے ایسے عزیز ندیم اور شاعر کو یہاں تک قید میں رکھا کہ اس نے توبہ کی۔"

علامہ موصوف نے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

اس طرح بے سروپا اور لغو قصص و حکایات بہت ہیں جو بے احتیاطی کے سبب سے تاریخ میں مذکور ہیں اس لئے عوام میں اس پر اس قدر اضافہ کر دیا گیا کہ اصلیت کا پتا نہیں چلتا۔ اس میں یہود، عیسائی، بعض مسلمان مورخین بلا استثنا شامل ہیں۔

ہندوؤں نے اپنے معتقدات مذہبی میں اس قسم کی روایتیں شامل کر لی ہیں کہ ان کو دیکھ کر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کسی مذہب کی بنیاد ان افسانوں پر ہو سکتی ہے؟۔

(۵)

"سری کرشن جی" جو نہایت محتاط، مرتاض حکیم اور فلسفی تھے ان کی تصویر بعض مورخوں نے ایسی کھینچی ہے، برج اور گوپیوں کے متعلق ایسے ایسے افسانے تراشے ہیں کہ "کرشن جی" کا سفید دامن بالکل سیاہ نظر آتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ان کو نبی مانتا ہے، ہمارے خیال میں بھی، مولانا عنایت رسول چریاکوٹی رح اُستاد سرسید احمد کے قول کے مطابق وہ نبی تھے، اس پر آیت "لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" دلیل بن سکتی ہے۔

الحاصل

جب یہ مسلّم ہو چکا تو غریب اورنگ زیب (عالمگیر) کا دامن اس قسم کی گرفت سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟

کئی برس ہوئے ایک محقق مقرّر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "اورنگ زیب ایسا ظالم تھا کہ جب تک وہ اتنے ہندوؤں کو قتل نہ کرا لیتا تھا کہ چالیس ۴۰ من جنیؤ اس کے سامنے جمع نہ ہوتے اس وقت تک کھانا نہ کھاتا تھا" یہ تقریر "العوام کالانعام" میں بہت مقبول ہوئی، لیکن مقرر صاحب کی پیشانی پر درایت کے رو سے جو کلنگ کا ٹیکا لگ گیا ہے وہ کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔

معمولی غور و فکر سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ:-

اگر ایک جنیؤ ۶ ماشے کا تسلیم کر لیا جائے تو ۴۰ من × ۴۰ = ۱۶۰۰ سیر × ۱۶ = ۲۵۶۰۰ چھٹانک × ۵ = ۱۲۸۰۰۰ تولے- اور چھ ماشہ کا ایک جنیؤ فرض کیا ہے لہذا ۱۲۸۰۰۰ × ۲ = ۲۵۶۰۰۰ ہندو ایک وقت میں ہوئے اور ایک دن میں دونوں وقتوں میں ۲۵۶۰۰۰ × ۲ = ۵۱۲۰۰۰ ہندو قتل کئے جاتے تھے۔ ۵۱۲۰۰۰ × ۳۶۰ = ۱۸ کروڑ ۴۸ لاکھ ۳۲ ہزار ہندو ایک سال میں مقتول ہوئے۔

اورنگ زیب نے اگر پچاس سال حکومت کی ہے تو اس حساب سے اس نے ۱۸۴۸۳۲۰۰۰ × ۵۰ = ۹۲۴۱۶۰۰۰۰ (۹ ارب ۲۴ کروڑ ۱۶ لاکھ) ہندو اپنے عہد حکومت میں قتل کئے۔

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس وقت ہندؤوں کی اتنی تعداد کیونکر ثابت ہے
کہ ۹۲۴۱۶۰۰۰۰ قتل ہو جانے کے بعد بھی اس قدر بچ گئے تھے کہ ہندوستان کے
ہر گوشے میں موجود تھے اور جیوں ہی کہ ان کو موقع ملا اورنگ زیب کے
جانشینوں سے بدلہ لے لیا۔

دوسرے یہ کہ اتنے ہندؤوں کو قتل اور اسیر کرنے کے لئے کتنی
فوج اور کتنے جلّاد درکار تھے۔

اس وقت ہندوستان کی کل آبادی ۳۳ کروڑ ہے۔ مقرر
صاحب کے حساب سے اورنگ زیب نے برّاعظم ہندوستان کے ایسے
ایسے کئی ملک قتل سے ویران کر دئے۔ اس جھوٹ کا کچھ ٹھکانا ہے۔

پنجاب کے ایک اخبار نے لکھا تھا کہ اورنگ زیب نے لاکھوں ہندؤوں
کو مٹّی کا تیل ڈال کر جلوا دیا تھا اس کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ مٹّی کا تیل
اس وقت عالم ایجاد ہی میں آیا نہ تھا۔

اس قسم کے واقعات کے بیان سے راوی کی عقل اور اس کے دماغ
پر کافی روشنی پڑتی ہے:- ع

وے چہ سود کہ کور ست دیدۂ نقّاد

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں میں تعلیم یافتہ افراد کی کمی نہیں ان کو سیاہ اور سفید میں تمیز کرنا چاہئے۔ اس قسم کی تمیز علم کا نتیجہ ہے۔

ہندوؤں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اورنگ زیب کے اصلی خط و خال سے واقف ہے لیکن وہ اس قدر قلیل التعداد اور کمزور ہے کہ اس ہنگامہ میں سامنے آنے کی تاب نہیں لاتا۔

اورنگ زیب (عالمگیرؒ) کی حمایت میں کتابیں لکھی گئی ہیں، ان سب میں مدلل اور مستحکم مولانا شبلی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، لیکن ہمارے مکرم دوست جناب چودھری نبی احمد صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس الہ آباد نے جس انداز خاص سے مختصر مگر جامع کتاب **وقائع عالمگیر** سے حق کی حمایت کی ہے وہ قابل داد ہے۔ چودھری صاحب کی یہ کتاب اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو حمایت کے لئے کافی ہے۔ یعنی انشاءاللہ اورنگ زیب کی حمایت نہ کریں صرف حق اور صداقت کی تائید کریں یہی اس کتاب کا منشا ہے۔

چودھری صاحب نے کافی محنت، پوری دلسوزی، خالص اسلام پرستی سے وہ کام کیا ہے جو آجکل ارباب قلم اور اصحاب تحقیق کے ذمہ تھا۔

کارِ مفوضہ کی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے اور فرصت کی قلّت کو پیش نظر رکھتے ہوئے "وقائع عالمگیر" چودھری صاحب کا ایک زرّیں کارنامہ ہے۔

حق بین اگر قوت اور صداقت میں طاقت ہے تو یہ کتاب سب کچھ ہے ورنہ "ضخامت کا بوجھ بھی" حریفوں اور مخالفوں کی گردن جھکا نہیں سکتا۔

الحق یعلو ولا یعلی

کیفی چریاکوٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) می فرمودند کہ مارا بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ مہین پور (شاہزادہ داراشکوہ) عدو نیکوکاران واقعہ شدہ و مراد بخش بکار تشرب دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد۔ مگر عزم و شعور اورنگ زیب اقتضا می کند کہ متحمل این امر خطیر تواند شد اما رکاکت سقم عظیم در نوع انسانی اوست۔ تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد؟ (ماخوذ از احکام عالمگیری پروفیسر سرکار صفحہ ۶)

اورنگ زیب نے اس واقعہ کا حوالہ ذیل کے رقعہ میں اپنے لڑکے کو دیا ہے۔

(۱) فرزند عالیجاہ (شاہزادہ محمد اعظم)

این نقل زبانی شخصے معتبر بگوش رسیدہ بود و در رشتہ تحریر کشیدہ کہ بگوش آن فرزند ہم برسد۔ روزے اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) علی مردان خاں[۱] و سعد اللہ خاں[۲] را در خلوت خاص عز اختصاص بخشیدہ از زبان گوہر فشان

۱؎ گنج علی زیک کے لڑکے اور مملکت ایران کے سربرآوردہ امیر تھے۔ حکومت کی جانب سے قندھار کے حاکم تھے لیکن شاہ ایران کی سرد مہریوں سے تنگ آکر شاہجہانی دربار میں حاضر ہوئے اور یہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہو کر منصب ہفت ہزاری

فرمودند کہ رتق وفتق ملک ومال منحصر در فہم وانصاف است نعوذ باللہ اگر بادشاہ بے جوہر برتبہ خلافت فائز آید ووزرا وامراء بے حُسن تدبیر را بر روئے کار آورد۔ اختلال کلی در نظم ونسق بلاد رود ہر۔ پریشانی رعایا وبے سروسامانی برایا وثیقہ کم حاصلی وویرانی شود۔ شما حسبتہً للہ با فقرا وصلحا صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے دعا میخواستہ باشید کہ رونق سلطنت نکاہد وہیچ کدام بد بر زبان نیارد۔ وبعد ما ہر کہ از پسران فرمانروا شود۔ بتوفیقات خیر موفق باشد۔ مارا بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می باید کہ مہین پور خلافت ......

...... ومیلش بکہ باشد۔ (صفحہ اول پر فرمودۂ حضرت شاہجہاں ملاحظہ ہو)۔

(۲) شاہزادہ داراشکوہ اور ایرانی تورانی امیروں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ شاہزادہ اپنی خود پسندی کی وجہ سے اُن کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ مگر شاہزادہ اورنگ زیب ان امیروں کے ساتھ اُن کے درجہ کے موافق حُسن اخلاق

(بقیہ صفحہ اول) سے سرفراز کئے گئے۔ مہمات سلطنت میں ان کی رائے مقام سمجھی جاتی تھی کابل اور کشمیر کی صوبہ داری کے فرائض انجام دینے کے بعد شاہزادہ مرادبخش اور پھر اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار وغیرہ کی مہم میں تعینات ہوئے اور خوب کام انجام دئے + آپ کا انتقال ۱۲ر رجب ۱۰۶۷ھ کو بمقام لاہور ہوا اور اپنی ماں کے مقبرہ میں لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ لاہور میں لاکھ روپیہ کی لاگت سے مشہور شالامار باغ انہی کا بنوایا ہوا ہے جو خلیل اللہ خاں کی نگرانی میں تیار ہوا تھا۔ انکے بڑے لڑکے عبداللہ بیگ کو عہد عالمگیری میں گنج علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔

سے پیش آیا کرتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کا اثر ان امیروں پر زیادہ تھا۔ حضرت شاہجہاں کو اندیشہ پیدا ہو گیا مبادا آگے چل کر کوئی وقت پیدا ہو۔ اس لئے مینن پور کو راہ راست پر لانا چاہا لیکن اُن کی عدم توجہی دیکھ کر اورنگ زیب کی جانب مخاطب ہوا اور اُن کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ امیروں کے ساتھ مساویانہ سلوک نہ ہونا چاہیئے۔ جب اورنگ زیب نے اثر قبول نہ کیا تو اُن کو لکھا۔

بابا۔ سلطان و فرزندان ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند۔ شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بجز دراہ مید ہند اگر برائے عاقبت بینی ست کارہا وابستہ بہ تقدیر است۔ ازین پست فطرتی بغیر از مذلت فائدہ حاصل نخواہد شد۔

(۲) عالمگیر کا جواب

انچہ از راہ فضل و کرم درباب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم شدہ بود کالوحی من السماء نازل گردید۔ پیر و مرشد برحق سلامت تعز من تشاء و تذل من تشاء محض بہ تقدیر قادر عباد خالق ارض و بلا داست بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من اذل نفسہ اعز اللہ عمل می نماید و انکسار

قلوب را اذنب ذنوب و افحش عیوب می شمارد۔ و آنچہ بنشان کرامت ترجمان صادر شدہ انکارے برآن ندارد۔ لیکن بہ یقین میدانند کہ بموجب غرض۔ وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند۔

زبان عرض ندارم بغیر عذر گناہ

ببخش جرم منِ روسیاہ و نامہ سیاہ

(۳) مہین پور خلافت (شاہزادہ معظم)

باوجود سلامت نفس فتح اللہ خاں[۱] را چرا رنجیدہ کردید؟ ما در ایام شاہزادگی با امرا ہیچنان سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوشندلی تعریف و توصیف ما میکردند، بل با وصف اقتدار برادر نامہربان بغضیہا (شاہزادہ داراشکوہ) ترک رفاقت او کردہ ملازمت ما اختیار کردند، و جمعیکہ باشارۂ برادر نامہربان حرکات ناملائم کردہ حرفہائے بے ادبانہ بر زبان آوردند بتازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ

---

[۱] محمد صادق نام اور چہار ہزاری منصبدار تھے۔ دکھن میں جانفروشانہ خدمات انجام دیں اور منصب میں ترقی پاکر ۱۱۱۱ھ میں کابل تعینات ہوئے۔ محمد صادق رحمت خاں کے بیٹے اور حکیم ضیاء الدین کے پوتے تھے۔ حکیم صاحب بڑے دبدبہ کے امیر تھے۔ شاہ عباس صفوی شاہ ایران سے کسی بات پہ بگڑ کر ہندوستان چل کھڑے ہوئے اور حسب ذیل شعر شاہ کو لکھ کر بھیجدیا ؎

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش
شام بیرون میروم چون آفتاب از کشورش

از سر انصاف اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند۔ تا نقش سرداری و بہادری ما برلوح خاطر اشرف اقدس اعلیٰ حضرت (صاحبقران ثانی) مرتسم گشت و کارہائے دست بستہ بزور بازوے این مور ضعیف صورت گرفت۔ شما مثل فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔ ہمچو سپاہی جگردار ہمہ کارہ را۔ بکار عمدۂ شما می آمد شکستہ دل نمودید

گر صد ہزار لعل و گوہر می دہی چہ سود
دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

مضیٰ ماضی حالا ہم اگر دلجوئی کنید بہتر و برائے صلاح کار مفید تر است۔

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ ہر چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بیشتر ہر چہ رضا والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ =

(۴) شاہزادہ اعظم کے نام ذیل کا رقعہ سنہ الٰہ میں لکھا گیا تھا مضمون پڑھنے کے بعد گمان قوی ہوتا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے جس میں ہم لوگ گذر رہے ہیں۔

(۴) شخصے در زمان سلف پیش بزرگے شکایت زمانہ آغاز کرد فرمود کہ ہنوز موقعہ سپاس و حمد بے قیاس است کہ انسان را نہ خوف نان و نہ غم مال و جان ست و نہ اندیشۂ رستی دین و ایمان در زمان

مستقبل نیات ابنائے دنیا مبدل خواہد گشت وجور ہائے متنوعہ ظہور خواہد
یافت۔ عدل واحسان قطعاً خواہد رفت۔ ناظمان ومحافظان بلاد بر ملا
بغارتگری خواہند گرائید۔ خلیفۂ عصر چشم از داد خواہان خواہد پوشید۔
امیران بمصلحت ہمدیگر بمعاونت ستمگران خواہند کوشید۔ حق زائل و باطل
خواہد گردید۔ نسوان بدلیری پیش خواہند آمد۔ دختران بوزارت اختصاص
خواہند یافت۔ مردم ذوی القدر از بس بیدلی و بے قدری عمداً باصلاح
کارہا نخواہند پرداخت۔ و مستحقان امور با وجود گوشہ نشینی ایمن نخواہند
بود۔ بے شعوران و ناکردکاران کارفرمائی خواہند نمود۔ و پسران
پدران را خواہند رنجانید۔ و پدران بے شفقتی خواہند گزید۔ زنان
صالحہ از فسق و بیمہری شوہران طالح خواہند نالید۔ باران بروقت
نہ خواہد بارید۔ محکام غلات را بالغرض شوم طبعی گران تر خواہند فروشانید
ممالک از ظلم کارفرمایان ویران خواہند گردید۔ فواحش در مساکن خواتین
و خواتین علانیہ ساکن خواہند بود۔ و مردمان بپوشیدن لباس زنان
رغبت خواہند نمود۔

(۵) شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی۔ اس لئے انکی
اصلاح طبیعت کی فکر دامنگیر رہتی تھی اور حضرت عالمگیر موقعہ پاکر
لطیف پیرایہ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ دیکھئے اس رقعہ میں

اصول جہاں بانی کس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

جانا۔ عزیزا۔ چند فقرہ از بیاض اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار بآں فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔

روندادن بمردم بد۔ نرنجیدن بعدم حصول مقصد۔ نرنجانیدن مردم خوب مزاج وخواستن یکساں احتیاج۔ صحبت داشتن باہل معاد وجستجو کردن قابلان باستعداد۔ بازدادن پیش خود بمردم جہال وادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال۔ مکرم داشتن اہل فضل مصروف نمودن مزاج بعدل۔ میل نکردن باقوال غیر عقائد۔ بیخبر نبودن از احوال متوکلان بے مکائد۔ غنیمت دانستن وجود یگانگان کہ بیگانہ از خلق باشند۔ پیش داشتن جمعیکہ مصالح امور دنیا وعقبیٰ بودند۔

دریں عصر ہم مردم خوب بسیار اند۔ اما دل متفحص وتوفیق پیش آوردن آنہا۔ کو ظاہرا بعد چندے بدتر ازیں خواہد شد۔

من ز وضع زمانہ در فکرم   کہ مبادا ازیں بتر گردد

شما کہ داعیۂ جہانبانی دارید۔ بجوئید وبجواہید وتگاہ دارید۔

(۶) فرزند عالیجاہ

حضرت عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کہ نوکران خوب داشتند
ازہمیں جہت فتوحات متواترہ ومہمات متکاثرہ میقر موونند۔ اما در عصر
اعلیحضرت (شاہجہاں) بندہ ہائے نامدار جان سپار۔ و عاملان آبادان
کار و دفتر داران ہوشیار بسیار بیش می آمدند و باین ہمہ بذات قدسی
صفات در رتق وفتق معاملات تعلق خاطر و توجہ ظاہر و باطن میفرمودند
یاد داریم در ہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مراد بخش را۔ بجہت تسخیر ولایت قدیم
بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود۔ در حالت تجویز بست کس
از اہل کار و بیکار۔ بہم رسیدند۔ حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بحلیہ اسنی و
کاروانی آراستہ باشد میخواہیم ویافتہ نمی شود۔ از نایابی آدم کار آہ۔ آہ۔

(۶) حضرت عالمگیر دکھن میں فوج کشی کر رہے ہیں۔ خود یلغار میں
شریک ہیں لیکن قندھار وغیرہ ممالک کے تسخیر کی فکر دامنگیر ہے
اور لڑکوں کو ہمت دلا رہے ہیں کہ آبائی ملک ضرور قبضہ میں لانا چاہئے
ان واقعات کے بعد حیدرآباد اور دکھن کے دیگر ممالک کی فتوحات کو
مذہبی غیر رواداری کا رنگ دینا سراسر بے انصافی ہے سچ تو یوں
ہے کہ تیمور کی اولاد میں فتوحات اور وسعت سلطنت کا سودا ہر
بادشاہ کے سر میں تھا پھر عالمگیر ہی کو کیوں نشانۂ ہدف بنایا جائے۔

(۷) تہنیت پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت (شاہجہاں) بگرفتن ولایت بلخ وبدخشان
وخراسان وہرات ملک قدیم موروثی توجہ مفرط داشتند ومکرر افواج بادشاہی
بسرکردگی مرادبخش بآن صوب فرستادند چنانچہ اکثر آن ولایت فتح ہم شد
لیکن بہ سبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلب حضور برخاستہ آمد۔
وباستمالت اہالی واکابر آن دیار نپرداخت۔ ملک مقبوضہ مفتوحہ
ازدست رفت ومحنت وزر ضائع گشت ازین جاست کہ گفتہ اند:۔

"ازپسر ناخلف دختر بہتر"

نظر بااین توجیہ کہ ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔

این فانی را آرزو باقی ست۔ تدبیرش غیر ازین کہ نبیرہ آن
حضرت را با فوجی شایستہ وسامان بایستہ بآن سمت بفرستیم، دیگر از ما چہ
می آید؟ باوجود تاکیدات حضور شما ہنوز قندھار را نگرفتہ اید تا باین
مہم چہ میرسد؟ ظاہر اکار ما از شما نیست، عارف بخود پر عارف است،
این نمود بے بود خود آفتاب سر کوہ ست، بدست آمد چہ ونیامد چہ؟ شما فکر
خود کنید کہ درین جا ہم چشمان چہ رو خواہید نمود ودر آنجا بحضرت
حق سبحانہ تعالیٰ واعلیٰ حضرت (شاہجہاں)۔

(۸) شاہزادہ معظم کو ۱۰۷۱ھ میں صوبہ دار پنجاب مقرر فرما کر جو کچھ

فرمایا اُس کے پڑھنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر آنے
والے واقعات سے بیخبر تھا اور نہیں جانتا تھا کہ سلطنت مغلیہ کا زوال
اُسکی موت کے ساتھ وابستہ تھا۔ دیکھئے کس شفقت پدری کے
ساتھ سلطنت کے پیچیدہ مسائل لڑکے کو سمجھاتا ہے۔ لیکن
ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا رہا ہے کہ سلطنت کے بار عظیم کا اُٹھانا
شاہزادہ کے لئے آسان نہیں ہے۔

اگرچہ بنا بر ضرورت ولا علاجی گوشمال افعال تمام زوال شمار اداد
چند سال در قید داشتیم اما علامت قوی سلطنت ہمین ست کہ تخت و
جاہ حضرت یوسف مشروط بہ حبس بود، انشاء اللہ تعالیٰ برائے شما ہم
ہمیں طور خواہد شد، بنا بر ہمیں اُمید در زندگی خود ہندوستان بہشت
نشان را حوالۂ شما کردیم، احکام زائچہ مارا کہ فاضل خاں علاء الملک
از روز ولادت تا بعد وفات نوشتہ بحسب تجربہ تمامش مطابق واقعہ
آمدہ، در آن مرقوم ست کہ:۔ بعد ازین سلطنت کہ قاطع عمر سماک
رامح وسماک اعزل است و در حاق درجہ طالع واقع شدہ است باید
کہ بادشاہے بیخبرے تنگ نفسے معدوم الضرسے۔ کہ کلماتش ہمہ ناتمام
وتدبیرش ہمہ خام باشد۔ برائے بعضے اشخاص این قدر شادابے کہ
قریب بغرق باشد و برائے برخے این ہمہ خشکی کہ بیم زوال باشد،

بعجل خواہد آورد، این ہمہ صفات حمیدہ و حالات پسندیدہ در ذات
شما دریافت میشود، اگرچہ وزیرے لائق کہ در عمل ما پیش آمدہ است
و بہم رسانیدہ ایم متعاقب خواہم فرستاد، لیکن چہ فائدہ کہ چہار
رکن سلطنت یعنی اولاد اربعہ ہرگز آن بیچارہ را مجال خود نخواہد گذاشت
کہ کارے بکند؟ با وجود این حال ہم باز دست و پائے خواہد زد کہ
فی الجملہ کار برونق خواہد بود لیکن ہمان قاعدہ علم طب است کہ تا مادّہ از
اعلائے بدن نازل نہ شود۔ ہرچند در اسافل بدن قوت باشد
بالآخر کار بضعف و انحلال بل بفساد و زوال میکشد، درین مقام
ہم ہمیں صورت است۔

ہرچند کہ از صحرا گردی و ہاموں نوردی ما خانہ زادان فراغت
شعار از مادر و پدر بیزار آرزوی فنائے حیات مستعار ما دارند لیکن بعد
از ما از بے تمیزیہا و ناآشنائیہا این فرزند ناقدردان چیزے کہ برائے
ما آرزو دارند از خدا برائے خود طلب خواہند نمود۔

بہرحال بموجب محبت پدری گفتہ میشود کہ آنقدر شور مباش
کہ از دہن بر اندازند و آن قدر شیرین ہم مباش کہ فرو برند، اما این
نصیحت ہم غیر مقام بود کہ شوری اصلا در آن فرزند نیست، حق برادر
عزیز است و حصہ بے نمکی نصیب آن فرزند وافر تمیز، حق سبحانہ ہر دو

برادر را در کمال اعتدال وا دارد، آمین یا رب العالمین۔

(۹) ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۰۲ھ کو قید سے رہا فرما کر جو فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیا اسکے ہر لفظ سے اس عظیم الشان شہنشاہ کے مدبر اور منتظم ہونے میں شمہ برابر بھی شبہہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

ازین راہ کہ مثل من پدرے از شما راضی بود البتہ سلطنت نصیب شما خواہد شد۔ رضامندیِ اعلیٰ حضرت ما را در کار نبود۔ کہ ایشان معین دارا شکوہ بودند و او بمصاحبت ہنود و جوگیان بے ایمان شدہ بود۔ محض اعانت دین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب نصرت ما شد، چند نصیحت بشما کردہ میشود باید کہ در خاطر خود داشتہ باشید۔ اگرچہ میدانم کہ عمل کردن بر آن از طبع شما دور است۔ لیکن از شفقتِ پدری و محنت و اطاعت کہ شما بجا آوردید گفتہ میشود۔

اول آنکہ۔ بادشاہ باید کہ وسط باشد میان لطف و قہر، ہر کدام کہ از دیگرے بیشتر باشد موجب انکسار سلطنت میشود، کہ در لطف زیادہ مردم جرأت پیدا می کنند و در قہر افزول طبائع را نفرت بہم میرسد، چنانچہ عم این نحیف۔ سلطان الغ بیگ با وجود فضل و کمال بشفقت و ماء جرأت داشتند کہ بر جریمۂ سہل حکم قتل میفرمودند پسر ایشان عبد اللطیف ایشان را محبوس نمودہ بقلعہ نہاوند فرستادند و در اثنائے

خلاف حکم

راہ از شخصے پرسیدند کہ برہم خوردگی سلطنت مارا از چہ راہ دانستی؟
گفت از راہ تشفک دماء کہ مردم از شما تنفر پیدا کردند، انچہ جد امجد
ہمایون بادشاہ کرد۔ مسابلہ بیجا و عفو و سستی درکارہا کہ باوجود
جرأتہا کہ شیر خان[۱] در صوبہ بنگالہ میکرد۔ مکرر بعرض رسید تغافل
میفرمودند۔ و پدرش را کہ حسن سور بود سرزنش می نمودند کہ حرکات
پسر خود را می بینی و باو نمی نویسی؟ او جواب داد کہ کار او از نوشتن
گذاشتہ است نمی دانم کہ غفلت حضرت آخر چہ خواہد کرد؟
دیگر آنکہ۔ بادشاہ ہرگز آرام طلبی و فراغت شعاری بر خود روا

[۱] فرید نام اور حسن خاں افغان سوری کے لڑکے تھے۔ آبائی وطن روہ متصل پشاور تھا جمال خاں
حاکم جونپور کی سرکار سے سہسرام اور ٹانڈہ کے پرگنہ۔ جاگیر میں عطا ہوئے تھے۔ فرید کچھ
دنوں محمود لوہانی حاکم بہار کی سرکار میں ملازم رہے اور چیتا مارنے کے صلہ میں شیر خاں
کا خطاب مرحمت ہوا۔ بڑھتے بڑھتے شیر خاں ایک نامور حاکم ہو گیا اور دو مرتبہ
ہمایوں بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کیا آخری لڑائی ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج
(ضلع فرخ آباد) ہوئی اور ہمایوں کو شکست نصیب ہوئی وہ فارس چلے گئے اور
ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک شیر شاہ ہو گیا جس نے دبدبہ کے ساتھ
۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ تک حکومت کی۔ کالنجر کا نامی قلعہ فتح کیا۔ خود حملہ میں شریک
ہو کر زخمی ہوا۔ جب قلعہ سے فتح کی خوشخبری دی گئی تو چلا کر الحمد للہ کہا اور روح نے
قفس عنصری چھوڑا نعش سہسرام لائی گئی اور خاندانی مقبرے میں دفن ہوئے شیر شاہ
نے رفاہ عام کے بہت کام کئے۔ اُس کے وقت میں لوگ پُرخطر راستوں پر بلا کھٹکے سفر
کرتے تھے اور بال بیکا نہیں ہوتا تھا۔

ندارد کہ بدترین اسباب خرابی ملک و انہدام دولت این شیوۂ نامرضیہ است، ہمیشہ تا مقدور در حرکت باید بود۔

بادشاہ و آب را در یک مکان بودن بد است
آب میگردد زبون (و) شہ رود کارش ز دست
در سفر باشد شہان را حرمت و عیش و وقار
فکر آرام و تنعم می کنند بے اعتبار

دیگر آنکہ - در فکر تربیت نوکران باشد و ہر کدام را کہ لائق کارے داند بآن منصوب کند کار آہن گر از درود گر فرمودن از عقلا بعید است کار بزرگان بخردان و کار خردان بہ بزرگان نباید فرمود، کہ بزرگان از کار خرد ننگ کنند و خردان را حوصلہ کار بزرگ نباشد۔ خلل تمام در انتظام سرکار روئی دہد۔

(۱۰) شاہزادہ معظم سنہ ۱۰۹ھ میں صوبہ دار کابل مقرر ہو کر مع لشکر روانہ ہوئے اور سرہند کے مقام پر ڈیرا ڈالا۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت داروغہ فیل خانہ کے کان میں آہستگی کے ساتھ کچھ ارشاد فرما کر ہاتھی پر سوار ہو گئے اور ۴ کوس منزل طے کر کے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی۔ ناظر لشکر کے پاس روزنامچہ ہوا کرتا تھا اُس نے یہ واقعات درج کئے جب ملاحظۂ عالمگیری میں روزنامچہ پیش ہوا تو حکم ہوا۔

عرض اول۔ (کان میں بات کہنا) از ترس جان خود بود، کہ اخفا مقدور نہ بود × × × × × × عمدۃ الملک مدار المہام درعوض حسب الحکم بشاہ ناوان (معظم شاہ) بنویسد کہ جنگ فیل مخصوص بادشاہان ست، باین آرزوہائے لاطائل بے حاصل بادشاہی زود نخواہد رسید؟ ہرگاہ وقت آید و در نصیب باشد خواہد شد۔ آدمی راچیزے کہ خراب میکند، طلب بیش از قسمت و پیش از وقت است، مارا چرا متغیر و خود را مکدر باید ساخت؟۔

(۱۰) یہ رقعہ ۱۱۰۸ھ میں احمد آباد دکھن سے گیا۔ وصایا کی بابت کچھ علم نہیں۔ بظاہر ملک کی تقسیم کے بابتہ شاہزادہ معظم کو آگاہ کیا ہوگا۔ اس لئے کہ اُسی زمانہ میں شاہزادہ محمد اعظم اور شاہزادہ کام بخش کو بھی صوبہ جات تفویض فرمائے تھے۔ وصایا کے بابتہ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ معظم شاہ نے بادشاہ ہوکر بھائیوں کو لکھا تھا کہ جو ارشاد عالی ہو چکا ہے اُس کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔ حضرت عالمگیر نے سب کچھ طے کر دیا تھا۔ لیکن نتیجہ آخر سے بیخبر نہ تھے اپنے صاحبزادگان کی مزاجی کیفیت سے طبیب تھے اور خوب جانتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا قیامت برپا ہوگی جیساکہ ذیل کے رقعہ سے واضح ہوتا ہے۔

مہین پور خلافت (شاہزادہ محمد معظم)

منعم خاں[1] از حضور رخصت یافت تا جلد رسیدہ انچہ بزبان او حوالہ شدہ ابلاغ نماید۔ از خود خبر نیست کہ کیستم و کجا میروم؟ و برسر این عاصی[2] پر معاصی چہ خواہد گشت؟ حالا از ہمہ مرخص میشوم و ہمہ را بخدا می سپارم۔ فرزندان نامدار کامگار را باید کہ تخالف نکنند و مجوز کشت وخون خلق کہ بندہائے خدا اند۔ نشوند۔ انچہ بنظر می آید طرفہ ہنگامہ برپا

---

[1] سلطان بیگ برلاس کا لڑکا تھا۔ دکھن کی لڑائیوں میں نام پیدا کیا جو ہر شناس عالمگیر نے منصب سے سرفراز کر کے انعام واکرام سے مالامال کیا۔ شاہزادہ اکبر کے حملہ کی گرما گرمی سنکر بادشاہ نے کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شاہزادہ معزالدین ملتان اور شاہزادہ معظم صوبہ داری کابل کے منصب پر تعینات ہوئے۔ جب حضرت عالمگیر کی حالت نازک ہوئی تو صوبہ پنجاب منعم خاں کے سپرد ہوا اور خاص مہم پہ کابل گئے۔ مہین پور خلافت کو پیام اور سرفرازنامہ حوالہ کر کے اپنے صوبہ کو واپس آئے اور خفیہ انتظام رسد وغیرہ کا شروع کر دیا جب عالمگیر نے عالم جاوداں کا سفر اختیار کیا مہین پور خلافت کو مطلع کر کے ان کی تخت نشینی کی مہم اپنے سر لی۔ بادشاہ ہو کر مہین پور خلافت نے ان کو مدارالمہامی کے خلعت سے سرفراز فرما کر۔ عمدۃ الملک۔ امیرالامراء خان خاناں کے خطابات سے سربلند کیا اور بھائیوں کے مہم سے فارغ ہو کر صمصام الدولہ۔ ظفر جنگ۔ یار وفادار کے خطابات عطا فرمائے۔ ہفت ہزاری منصب دیا گیا۔ محرم ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے کتاب الہامات منعمی، ان کی تصنیف ہے۔

[2] یہ اسلامی عقیدہ ہے بڑے بڑے نبی اور خاصان خدا ہمہ وقت خدا کے خوف سے ڈرا کئے اور پروردگار عالم کے رحیمی اور کریمی پر بھروسہ کرتے رہے۔ اپنی زہد وعبادت پر کبھی مطمئن نہیں ہوئے۔ آج بھی یہی عقیدہ عام ہے۔ پھر اگر عالمگیر نے ان خیالات کا اظہار کیا تو

شدنی ست ؟- ایزد مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق اللہ کہ ودائع بدائع خالق اند- چراغ راہ سالکان طریق ریاست وملک داری کناد-

(۱۲) شاہزادہ اکبر کی ریشہ دوانیوں کے اخبارات سن کر عالمگیر نے عمدۃ الملک کو یہ خط لکھا تھا-

آن فدوی منعم خان وکیل شاہ عالم (شاہزادہ محمد معظم) را کہ دیوانی سرکار ایشان نیز یافتہ- امروز برائے رخصت بیارد- تا از داعیہ ناصواب اکبر ابتر کہ بامید امداد ایرانی- غول بیابانی در ہرات قریب قندھار مقیم شدہ باشارۂ والی آن جا بطرفے نمیرود- وانتظار قضیۂ نامرضیہ میکشد- فرمودہ اند-

نرفت از دلم قول آن کاسہ گر | کہ میگفت با کاسۂ پر خطر
ندانم کہ سنگ سپہر قضا | ترا بشکند پیشتر یا مرا

(بقیہ صفحہ ۱۶) کونسی نئی بات تھی- لیکن انگریز مورخین ان سطور میں اقرار جرم کا راز پنہاں پاتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عالمگیر اپنی حرکات سے واقف تھا اور جب مرنے کا وقت آیا تو اقرار کرکے گڑگڑانے لگا- سبحان اللہ- کیا اسلام میں بھی موت کے وقت اقرار جرم کرنے سے کفارہ ہو جاتا ہے ؟

عالمگیر نے مرنے کے وقت جو خطوط اپنے لڑکوں کے نام لکھے ہیں- وہ سب اسی اعتراض کے تحت میں آکر- قابل وثوق تحریری دستاویز مانے جاتے ہیں = یوں تو ہر شخص کو تنقید کا حق حاصل ہے- لیکن مورخین اسلامی عقائد سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قلم اٹھاتے تو زیادہ بہتر ہوتا-

تدبیرش غیر از یک پسر خود را گذاشتن در کابل با فوج بزرگ و محمد معزالدین بہادر را داشتن در ملتان با سامان سترگ تا انفصال مقدمہ یعنی رفتن این فانی راضی بودن بصلح و تقسیم ملک نیست۔ بطریق وصایا گفتہ میشود کہ بسیار نامداران صاحب داعیہ کہ با فروختن نائرہ قتال دولت را بحسرت گذاشتہ و عمر بتلخی بسر بردہ جان بندامت دادہ اند۔ یکے ازان جملہ داراشکوہ بودہ۔ اگر نصائح[۱] اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) می شنید چرا روز بد میدید؟ وحق بطرف او ہم بود۔ اما غرض آدمی را نمی گذارد کہ دمے چند بآسایش برآرد۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد وارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فی الاول والآخر والسلام۔

یہ خط تاریخ واقعات کا خلاصہ ہے اور اس کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مضامین عالمگیرؒ (مولانا شبلی علیہ الرحمۃ) کے صفحات ۴۹ لغایتہ ۱۰۳ ملاحظہ فرمائے جائیں۔ میں ان صفحات کا خلاصہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو مضمون خط کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ دکھن میں مسلمانوں کی پانچ ریاستیں

[۱] سموگڑھ کی لڑائی کے قبل شاہجہاں نے تجویز فرمایا تھا کہ میدان جنگ میں خود بنفس نفیس جاکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرماوینگے اور جھگڑا طے ہو جائیگا مگر داراشکوہ مانع ہوا۔

قائم تھیں۔ ان میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں اور اکبر اعظم نے بعض ریاستیں اپنے زیر نگیں کیں۔ جہانگیر اور شاہجہاں نے اُن کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہے۔ لیکن یہ ابن الوقت ریاستیں ضرورت کے وقت مطیع ہو جاتی تھیں اور موقعہ پاکر پھر دشمن سے مل جاتی تھیں۔ مجبوراً یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کر لی گئیں۔ جب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو منجملہ پانچ ریاستوں کے صرف حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔

بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل مرہٹوں سے سازش کرنے کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں مرہٹوں کو مدد دیتا رہا۔ حالانکہ عالمگیر نے اُس وقت تک بیجاپور کو چھیڑا بھی نہ تھا عالمگیر نے بار بار متنبہ کیا اور ہر قسم کی تدبیریں کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا مجبوراً بیجاپور فتح کر کے شامل ملک محروسہ کیا گیا سکندر عادل کے ساتھ شاہانہ برتاؤ کیا گیا اور مرتے وقت تک وہی عزت قائم رکھی گئی۔

عالمگیر کے زمانہ میں حیدرآباد کا فرماں روا سید ابوالحسن شاہ تھا جو عوام میں تانا شاہ کے نام سے مشہور ہے چونکہ قطب شاہ کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی اور نہ کوئی قریب عزیز تھا اس لئے مجبوراً ابوالحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا گیا اُس کے

عہد سلطنت میں عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ مدت سلطنت رانی میں کبھی دارالخلافت سے ایک کوس باہر نہیں گیا۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۳۶ تذکرہ جان سپار خاں)۔

بادشاہ کے لہو ولعب نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شرابخواری پھیل گئی۔ سید ابوالحسن شاہ کو سید مظفر ایک اولوالعزم امیر نے سلطنت دلائی تھی۔ لیکن سید ابوالحسن نے اُس کو معزول کرکے مدنا نامی پنڈت کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اُن کو دیدئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی نوبت یہانتک پہنچی کہ سید ابوالحسن کے سپہ سالار ابراہیم خلیل اللہ خاں نے جو بڑے دبدبہ کا امیر تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

زالتفات بادشاہ و پنڈت روشن رواں
یعنی مدنا
گشت ابراہیم سر لشکر خلیل اللہ خاں

پنڈت مادنا کے تسلط اور اقتدار کے نسبت صاحب ماثر الامرا لکھتا ہے۔

رتق وفتق امور ملکی ومالی باقتدار دو برادر برہمنان مادنا وآکنا کہ خمیرمایہ مفاسد وفتن ومورث وبال وزوال آن دودمان گشتہ تفویض یافت (تذکرہ مہابت خان حیدرآبادی)۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی دربار سے بھاگ کر دکھن آگیا تھا اور اُسکی مدد پنڈت مدنا فوج اور روپیہ سے کر رہے تھے۔ عالمگیر کے جلوس کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدود میں گھس کر جالنہ کو برباد کیا (اب ریاست حیدر آباد میں ہے) (دیکھو ماثر الامرا۔ جلد اول از صفحہ ۳۴۵ لغایتہ ۳۴۹)۔

سیواجی کے مرنے کے بعد اُسکے جانشین سمبھاجی کو سید ابوالحسن نے عالمگیر کے مقابلہ میں مدد دی اور ایک لاکھ ہون (طلائی سکّہ) نقد بھیجا چنانچہ خافی خان لکھتے ہیں:۔

"وعلاوہ آن درامداد سنبھا در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات"
"ورساندن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود۔"

ان سب پر طرفہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھے تو سید ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھاجی بے شمار فوج لیکر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کی تصدیق سید ابوالحسن کے خط سے ہوتی ہے جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو ماثر الامرا جلد سوم از صفحہ ۲۲۷ لغایتہ ۲۲۹)۔

عالمگیر نے یہ سب واقعات سُنے مگر ٹالتا رہا۔ لیکن اس خط کے ملاحظہ کے بعد صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور شاہزادہ معظم کو حیدرآباد کی مہم پر تعینات فرما کر ارشاد ہوا کہ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو عفو تقصیر کی سفارش کی جائے۔

۱۔ مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے (سید ابو الحسن تو مست الست تھے اور یہی شخص سید ابو الحسن کو مرہٹوں سے ملائے ہوئے تھا اور مسلمانوں پر وزارت کی آڑ میں ہر طرح کے مظالم توڑ رہا تھا)۔

۲۔ سیرم و رانگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا واپس کر دے جائیں۔

۳۔ پیش کش مقررہ کے باقیات ادا کر دئے جائیں۔

درباریوں کے اغوا کی وجہ سے تاناشاہ نے یہ شرطیں منظور نہیں کیں۔ شاہزادہ معظم نے لاکھ فکریں کیں کہ لڑائی نہ ہو اور معاملہ طے ہو جائے مگر یاروں نے پیش نہ جانے دیا تنگ ہو کر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم واپس کر دیا جائے لیکن سید ابو الحسن نے یہ جواب دیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰۲)۔

حضرت شبلی مرحوم نے خوب لکھا ہے۔ کہ انصاف کرو۔ ان حالات

کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ دار افسران ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں مرہٹوں کو فوج اور خزانہ سے مدد دیجا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ تیموری علاقوں پر غارتگریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ۔ اکبر تو کیا اگر نوشیرواں اور عمر عبدالعزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف عالمگیر نے کیا۔ (صفحہ ۱۱۔ مضامین عالمگیر)۔

جب کچھ پیش نہ گئی تو شاہزادہ معظم نے حملہ کیا۔ تاناشاہ کے فوجی افسر اُس کے ان مظالم کی وجہ سے تنگ تو تھے ہی ایک ایک کر کے چلدئے۔ دونوں پنڈت صاحبان نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے تو کسی منچلے نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اب ابوالحسن نے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وزیر نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا۔ کسی میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اور پنڈتوں کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے عالمگیر کو مُنہ دکھلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ لیکن معافی کی درخواست کی تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا (در سنہ بست و ہفتم جلوس ۱۰۹۴ھ)۔

(۱۴۳) اگرچہ افعال قبیح آن بد عاقبت از احاطہ تحریر بیرون است اما از

صد یکے واز بسیار اندکے بہ شمار می آید۔

اولاً اختیار ملک وسطوت بہ کف اقتدار نا فرجام ظالم اذن وسادات ومشائخ وفضلا را منکوب ومغلوب ساختن ودر رواج فسق وفجور افراط علانیہ کوشیدن وخود را از بادہ پرستی ریاست وبدمستی دولت در انواع کبائر شب وروز مستغرق بودن بلکہ کفر از اسلام۔ وظلم از عدل وفسق از عبادت فرق نمودن ودر اعانت کفار حربی (سنبھاجی) اصرار ورزیدن وخود را در عدم اطاعت اوامر ومناہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بر تاکید واقعہ شدہ۔ نزد خلق وخالق مطعون ساختن، چنانچہ مکرر درین باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب دان مزاج گرفتہ حضور صادر شد وپنبہ از گوش نہ کشیدن بلکہ درین تاریخ فرستادن لک ہون برائے سنبھائے بدکردار بہ عرض رسید، بااین ہمہ غرور وبدمستی بادۂ ناکامی نظر بر افعال وزشتی اعمال خود نہ نمودن وامید رستگاری در ہر دو جہان داشتن ؎

زہے تصور باطل زہے خیال محال

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے؟

حیدر آباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ مرہٹی

سلطنت کا استیصال کرتا تھا۔ فی زماننامسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ
انگریزی تواریخ پڑھنے کے بعد معترض ہوتا ہے کہ دکھن کی سلطنتیں
برباد کر کے عالمگیر نے اپنی ہی سلطنت تباہ کر لی۔ دکھن کی سلطنتیں
مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں اُن کا دباؤ اُٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے
اور سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر تباہ ہو گئی۔ لیکن ان دوستوں کو معلوم
ہونا چاہیئے کہ دکھن کی یہ ریاستیں مرہٹوں کی باج گذار بن گئی تھیں۔
اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار
کی طرح حیدرآباد اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا (شبلی صفحہ ۱۴)

(۱۴) بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح ہو جانے کے بعد عمدۃ الملک
مدار المہام نے عرضداشت بھیجی کہ باقبال متعال (باقبال حضور لکھنا
عالمگیر کے یہاں جرم تھا) دکھن فتح ہو چکا۔ اب ہندوستان کو رونق افروز
فرما کر دنیا کو معلوم کرنے دیجئے کہ خلافت پناہی کو اب ملک فتح کرنے کا
کام باقی نہیں رہا۔ اس عرضداشت کو پا کر حضرت عالمگیر نے خود آ جواب دیا۔
"عجب از آن خانہ زاد۔ مزاج دان کہ چنین عرض نمودہ۔ اگر غرض آنست
کہ بمردم معلوم شود کہ کار نماندہ است۔ خلاف واقع است"
(یہ رقعہ ۱۰۹۸ھ میں لکھا گیا اسوقت مرہٹوں کے استیصال کا کام باقی تھا اور
عالمگیر کو ناگوار تھا کہ وہ خلاف واقع کیوں تسلیم کر لے کہ اُسنے دکھن میں سب کام کر لئے)

تادمے از حیات فانی باقیست از شغل وکار خلاصی نیست (اور مرتے دم تک اس پر عامل رہا بچپن سے ملک گیری کا شوق تھا اور مرتے دم تک لڑنے بھڑنے کا کام کیا۔ لیکن غیر مسلم مورخ اس کو دوسرے پیرایہ میں دکھلا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرہٹہ قوم نے مرتے دم تک چین نہ لینے دیا) ؎

رہروِ طول عمل را رہبری در کار نیست
تا نفس باقیست، راہِ زندگی ہموار نیست

؎ مشکل۔ دل ومیدہ ہوائے وطن کند
شبنم چنان برفت کہ یاد از چمن کند

اگر اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بودن دار الخلافت و مستقر الخلافت اختیار نمی کردند و ہمیشہ درسفر می بودند کار باینجا نمی رسید کہ رسید۔ واگر از راہ پاس ادب و ورتر دو قلعہ گیر یہا مشقت میکشد، آیندہ در محاصرہ قلعہا متوجہ میشویم۔

غریق عشق چہ اندیشہ از خطر دارد؟
سرِ گذشتہ چہ پروائے دردِ سر دارد؟

الحمد للہ در ہر مکان و ہر جا کہ ہستیم بہر ورِ دل از تعلقات برداشتہ ایم و مردن را بر خود آسان کردہ ایم۔ ؎

عقدۂ دلبستگی را اندک اندک باز کُن
ورنہ مرگ این رشتہ را یکبار غافل میکشد

(۱۵) فرزند عالیجاہ - یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبد اللطیف[۵۱] قدس سرہ الشریف رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چند دہ از مضافات کھرکون[۵۲] برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود، در جواب

[۵۱] محلہ دولتمندان شہر برہان پور میں مزار ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ سے عالمگیر انکے حلقہ بگوش معتقدوں میں تھا۔ میاں صاحب قدس سرہ الشریف نے اپنی کلاہ مبارک تبرکاً عنایت فرمائی عالمگیر اُس کو جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ جس سال انتقال ہوا کلاہ مبارک حمید الدین خاں بہادر کو مرحمت فرمائی یوں تو عالمگیر ہر بزرگ کے مزار پر ادب کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی مغفرت کیلئے دعائیں مانگتا تھا لیکن میاں صاحب کے وصال کے بعد اُن کے مزار پر حاضر ہو کر بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ ایمان کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتا رہا۔ جب بادشاہ ہو کر دکھن آیا تو حضرت گیسو دراز کے مزار پر حاضر ہوا اور میاں صاحب کی سرکار میں حاضر ہو کر ان بزرگان کی روح پر فتوح سے استمالت دکھن کیلئے دعائیں مانگیں مرنے کے قبل دکھن کا ملک تمام و کمال فتح کر لیا۔ اگر لڑکے قبضہ میں نہ رکھ سکے تو عالمگیر کا کیا قصور ہے۔

[۵۲] پہلے صوبہ خاندیس کا پرگنہ تھا اور اب ریاست اندور کے علاقہ میں زرخیز صوبہ ہے یہاں موسیٰ شہید کا مزار ہے جو شاہجہانی عہد میں بنا تھا۔ مقبرہ منہدم ہو گیا صرف یہ کتبہ باقی ہے:۔

در جہانِ داورے شاہ جہان	کہ جہان یافت از و زینت و زین
از محمد شہ اورنگ آرائے	چون وطن یافت درین ملک حسین
ساخت این روضۂ پیش اندیشی	پہ و کاخش ہمہ شد منصب عین
بود این جا برسد اہل دلے	لحظۂ وا رسد از کلفت و شین
بدعا یاد کند از رہ لطف	خیر بربّ الثقلین
زود رقم پیر خرد تاریخش	ابدی گلشن درویش حسین

۱۰۶۵ھ

۱۳۰۰ھ میں قبر کا چبوترہ مہاراجہ ملہار راؤ ہلکر نے بنوایا جو نیا صوبہ دار کھرکون میں مقرر ہو کر آتا ہے پہلے معہ جلوس کے اس مزار پر حاضر ہوتا ہے۔ (دیکھو قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸)۔

این دو مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند۔ ے

شاہ ما را دہ دہ منت نہد　　　رازق ما رزق بے منت دہد

گفتم ہم چنین است، اما تقدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و
برکت دنیوی و عافیت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است
نہ برائے آرزو و منت، گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادہ باطن نیت
خیر است، نصف غلات از حصہ رعایا بگیرند بلکہ بہ مظلومان محنت کش
زیادہ ازان بگذارند۔ و وارادو وظیفہ برا گوشہ نشیناں متوکل کہ زبان سوال
بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند۔ و بداد مظلومان
نوعے برسند کہ حق کسے تلف نہ شود و دست اقو یا از حال ضعفا کوتاہ
باشد + افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند۔ بتقریب نالش سکنہ
چکلہ کوڑا۔ این نقل بیاد آمد کہ بے اختیار بآن فرزند قلمے شد۔ والدعا=

(۱۶) شاہزادہ محمد اعظم سیر و شکار میں رہتے تھے۔ اور اُن کے جاگیر
کے علاقہ میں انتظام ابتر تھا۔ متواتر اخبارات پہنچے کہ راستے محفوظ
نہیں ہیں اور شاہزادہ صاحب توجہ نہیں فرماتے۔ فوراً عتاب نامہ
جاری ہوا۔ دوسرے موقعہ پر شکایت ہوئی تو مدعی کے مال کی
قیمت شہزادہ سے دلوائی گئی۔ عالمگیر اپنی اولاد کو سزا بلا تحقیقات
دیا کرتا تھا۔ اُس نے کلیہ بنا رکھا تھا کہ شاہزادگان کی یہی سزا ہے

کہ اُن کو بلا تحقیقات سزا دیجائے اور دوسرے صوبہ داروں کو تحقیقات کے بعد۔

"فرزند عالیجاہ۔ اشقیا از چمار کونڈہ تا قاورآباد بتواتر راہ میزنند و مسافران کمتر راہ بسلامت طے کنند۔ احتمال غالب کہ بیخبری نخواہد بود۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔ شمارا خبر دور و نزدیک زود میرسد۔ از احوال بد روز جزا چرا علم ندارید۔ فکر مال فی الحال باید کرد۔ ولو کر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بدرا بکیفر عمل رسانیدن عدل ست۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ انتظار جواب داریم۔ ظالمے از عالمے در حق خود فاتحہ خیر خواست۔ جواب یافت کہ دربارہ ستمگاران جز داد مظلومان دعائے غیرے اثر ندارد۔

(۱۷) چھوٹے چھوٹے معاملہ کی اطلاع پہنچتی اور فوراً کارروائی شروع ہوجاتی تھی اخلاص کیش واقعہ نگار حیدرآباد مزار حضرت گیسو دراز[۱] نشہ کی حالت میں حاضر ہوا۔ دربار شاہی میں پرچہ گذرا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے نام حکم جاری ہوگیا دیکھو کس طرح صاف صاف لکھ رہا ہے کہ انصاف کے مقابلہ میں کچھ عزیز نہیں ہے۔

---

[۱] صدر الدین محمد حسینی نام تھا۔ ۴ رجب ۷۲۱ھ کو بمقام دہلی رونق افروز عالم ہوئے پدر بزرگوار کا اسم گرامی حضرت راجو ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور خاندان چشتیہ کے اُن بزرگان میں ہیں جن کے روحانی تصرفات نے مسلمانوں کی مردم شماری میں بہت اضافہ کیا۔ بعد بیعت و خلافت گلبرگہ کی خدمت پر پیر و مرشد نے تعینات فرمایا۔ بندگان خدا کے تعلیم و تربیت میں بقیہ عمر اسی جگہ بسر کرنے کے بعد ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو پردہ فرمایا۔ مزار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو "خاندان چشت"۔

"ماجرائے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے ہدایت کیش کہ بر مزار فائض الانوار شاہ بندہ نواز گیسودراز خمر خوردہ رفت و حوصلہ خود را عرض داد مفصل از فرد سوانح نگار معروض بارگاہ والا گشت۔ آن عالیجاہ را بایستی کہ ہر گاہ آن نابکار این احوال منکر در آن مقام رفتہ بود کسان خود را تعین نمودہ میفرمودند کہ قشال کردہ بیارند و جولان کردہ ہمراہ گرز بردار بحضور میفرستادند۔ ظاہرا رعایت واقع نگاری برین بنا ورد از ینجا گرز بردار شدید تعین کردیم۔ آن تعین را بستہ بیارد۔ ناکسان کہ برروے کار آیند چنین کنند۔ ما را در چنین روداری ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بعنایت الله نشان و دیگران چہ رسد۔

(۱۸) سید لال شاہ منصبدار کی جاگیر شاہزادہ محمد اعظم صوبہ دار منڈسور کے صوبہ میں تھی یہ صوبہ اب ریاست اندور میں ہے اور آج بھی ویسا ہی زرخیز ہے جیسا کہ اُس زمانہ میں تھا۔ علاقہ کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر صوبہ دار صاحب کی نیت خراب ہوئی اور عرضداشت کی کہ سید لال شاہ جاگیر دار شرابی ہیں اور ہر طرح کی بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے اُن کی جاگیر ضبط ہو کر اس غلام کو (یعنی شاہزادہ) کو مرحمت کیجائے۔ اس درخواست پر بڑے لطف کے ساتھ شاہزادہ کو چشم نمائی کی گئی۔ ملاحظہ ہو عالمگیر معروضہ

جواب میں لکھتے ہیں :۔

"کاریکہ تعلق بمجتسب دارد بجو گرفتن والتماس تغیر جاگیر نمودن تصرف تازہ بامزہ است، جاگیر یک پشتی تغیر نمودن محال است چہ جائیکہ نسبتی جاگیر کسے بگفتہ کسے تغیر نمی شود۔ در نوکری آن بابا (شاہزادہ) باسید لعل مساوی ودر سیادت طرف ثانی (سید لعل) بہزار مرحلہ زیادہ صدر الصدور بمجتسب آنجا بنویسد کہ بتحقیق وارسیدہ مفصل معروض دارد۔ الحمد للّٰہ کہ بطور اعلیٰ حضرت (صاحبقران ثانی) او لادرا مسلط نہ نمودہ ام کہ ندامت کشم۔

(۱۹) صوبہ احمد آباد بھی شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں تھا۔ سوانح نگار نے عرضداشت بھیجی کہ جاناجی نے احمد آباد سے ۴۰ کوس کے فاصلہ پر سورت کی سڑک پر بیوپاریوں کو لوٹ لیا اور جب شاہزادہ کو خبر

لہ شخصی سلطنت میں بادشاہ جو کرنا چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس زمانے میں محض قانون سازی نہ تھی لیکن یہ واقعہ پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا کہ عالمگیر کے عہد میں اگرچہ آئینی سلطنت نہ تھی لیکن عنان حکومت ایسے مضبوط ہاتھ میں تھی جو مقررہ قواعد سے نہ تو خود تجاوز کرتا تھا اور نہ کسی کو مجال اُن کے توڑنے کی تھی۔

سلہ جاناجی۔ حیدر آبادی افسر تھا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصبدار ہوا۔

دی گئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ امانت خاں[۱] متصدی سورت کی فوجداری میں جرم ہوا ہے ہم کو تعلق نہیں ہے۔

عالمگیر نے سوانح نگار کی رپورٹ پڑھ کر حکم دیا۔

"پنجہزار از اصل منصب کم۔ و بموجب اظہار تاجران زر نقد از وکیل ایشان (محمد اعظم) بگیرند، اگر غیر پادشاہ زادہ می بود بعد تحقیق حکم شد۔ برائے شاہزادہ سزا عدم تحقیق است، از ہے پادشاہ زادگی کہ خود را کمتر از امانت خاں بدانند، ہرگاہ در حیات ما دعوی وراثت ملک داشتہ باشند پس چرا در حیات ما امانت خاں را شریک میراث نگردانند ۵

دردے کہ با دوا نشد آنرا علاج نیست؟

آنرا کہ عقل نیست بہیچ احتیاج نیست

(۲۰) شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اور غصہ ور بھی تھے۔ ایک دن دربار میں کسی چیز کے لئے ملتجی ہوئے۔ عالمگیر نے انکار کر دیا۔ محمد اعظم رنجیدہ ہو کر چلے تو اُن کے قدم کا کچھ حصہ شاہی مسند پر

---

[۱] میر حسن نام اور امانت خاں خطاب تھا۔ میرک معین الدین دیانت خاں کے منجھلے لڑکے خواف کے رہنے والے اور نجیب الطرفین سید تھے۔ عہد عالمگیری میں میر حسن مالوا کے دیوان رہے اور اُنکے چھوٹے بھائی محمد قاسم صوبہ ملتان کے دیوان تھے۔ شاہ نواز خاں مصنف ماثر الامرا تیموریہ انہی محمد قاسم کے اولاد میں تھے۔ شاہ نواز خاں کو موت نے مہلت نہ دی اور ماثر الامرا کی تکمیل کا کام اُنکے خلف الرشید سید عبد الحئی نے انجام دیکر سرکار آصف جاہ سے صمصام الدولہ صمصام بیگ کا خطاب حاصل کیا۔

پڑگیا۔ عالمگیر نے ناخوش ہوکر شاہزادہ کا سلام بند کر دیا شاہ سلیم اللہ نے عرض کیا کہ قدم غفلت کی وجہ سے بہک گیا تھا اور ساتھ ہی آیت شریف لکھی "من عفی واصلح فاجرہ علی اللہ"

در پائین آیت شریف دستخط شد۔

"از ساحلِ نجات بہ بحرِ فنا فتاد"

"از حد خود کسے کہ قدم پیشتر گذاشت"

(۲۱) شاہزادہ محمد اعظم قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بے چین تھے اور چاہتے تھے کہ فتح انکے نام ہو۔ مزاج میں بیباکی اور بہادری زیادہ تھی اسلئے اکثر مورچال کے ملاحظہ کے لئے تنہا چلدیتے تھے۔ ناظر لشکر اور محلدار نے پرچہ گذرانا اور شکایت کی کہ باوجود ممانعت شاہزادہ معظم بے باکانہ کام کر بیٹھتے ہیں۔ بعد ملاحظہ عرضداشت حکم ہوا۔

"عجب از آں فرزند کہ صحبت ما ہیچ اثر نہ کردہ؟ از احتیاط و دور بینی ہزار مرحلہ دور افتادہ"۔ الحزم سوء الظن بخاطر نیاوردہ واز آیت ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ "بہرہ نیافتہ۔

مرغے کہ زیرک ست درین بوستان سرا
گل را خیال چنگل شہباز می کند
خون می چکد ز زخم نمایان ز خندہ اش
کبکے کہ بے ملاحظہ پرواز می کند

مردی در تہوّری و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست۔

کمال مردی و مردانگی ست خود شکنی

ببوس دست کسے را کہ این کمان شکند

(۲۲) ناظر ڈیوڑھی شاہزادہ محمد اعظم نے احمد آباد سے رپورٹ بھیجی کہ شاہزادہ نور النسا محلدار کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور جب اسنے سواری کی ممانعت کی تو محل سے نکال دی گئی۔ حکم ہوا "منصبداران متعینہ و خواجہ قلیخاں با فوج خود و راجہ نرور متفق شدہ مانع سواری و دیوان شوند تا حکم حضور برسد"۔

شاہزادہ نے محلدار اور ناظر سے معافی مانگ لی اور درخواست عفو جرم اپنی بہن کے ذریعہ سے پیش کی حکم ہوا:۔

"تغیر محال را موقوف کردیم لیکن اگر تعزیر بحال هم نہ شود باز هم جرأت باین طور امور باقی می ماند۔ تعزیر این جریمہ پنجاہ ہزار روپیہ از نقدی آن فرزند ناعاقبت بین پرواج نشین بے تمکین داخل خزانہ عامرہ نمایند۔

(۲۳) فرزند عالیجاہ۔ در احمد آباد میر عرب درویش را دیدہ اند البتہ باز بروند و سلام این شرمندہ عقبیٰ و طالب دنیا را ابلاغ نمایند و خیر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسالت کنند و بگویند

کہ نزدیکی با اجل و دوری از حسن عمل عمر این فانی بیحاصل گذشت و قدرے

کہ ماندہ نیز لاحاصل میرود، قدم حیات پیش رود و فکر نجات پس۔

آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد؟

درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

اس رقعہ کو بھی دیکھ کر غالباً غیر مسلم مورخ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ اپنے گناہوں سے پشیمان تھا اس لئے عقبیٰ کا مواخذہ اُس کو ہر وقت پریشان کئے رکھتا تھا۔

(۲۴) مرزا میر معز الدین فطرت۔ حضرت سید امام موسی رضا علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تھے اسلئے موسوی کہلاتے تھے ۱۰۵۰ھ میں فارس میں پیدا ہوئے۔ معز مقدس کے یگانہ روزگار عالم میرزا محمد زماں کے نواسہ اور فاضل اجل آقا حسین کے سامنے زانوی شاگردی تہ کئے ہوئے تھے شاعری سے ذوق تھا پہلے فطرت تخلص کرتے تھے اور بعد کو موسوی پسند کیا۔ جب علم حاصل کر چکے تو وطن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان آئے۔ یہاں عالمگیری ڈنکہ بج رہا تھا۔ قدرشناس بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا موسوی خاں خطاب دیکر صوبہ عظیم آباد پٹنہ کا دیوان مقرر کیا۔ مگر بزرگ امید خاں ناظم سے جھگڑا ہوگیا۔ کچھ دنوں کے بعد دکھن تبدیل کئے گئے اور اسی ملک میں عہدہ جلیل

کی خدمت نیک نامی کے ساتھ انجام دیکر ١٠٨٥ھ میں اور بروایت بعض ١٠٨٦ھ میں راہی ملک بقا ہوئے آگرہ میں ان کی جاگیر ٣٠٠ بیگہ کچھری گھاٹ سے درگاہ سید متصل راج گھاٹ تک تھی۔ مرزا کا عقد صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ ہوا تھا۔ ہندوستان آکر مرزا نے شعرائے ہندوستان میں خاصی شہرت حاصل کی صاحب دیوان تھے۔ تذکرہ گلشن فطرت ان کی تصنیف ہے۔

کلام

(١) فریاد تو فکرِ دل ناشاد ندارد ٭ این شیشۂ مے غیر پریزاد ندارد

دیگر۔ نو تو بہ ہم کہنہ شرابے بجام کن ٭ ساقی غبار ناقص ما را تمام کن

" نباشد آشنائے در جہان غیر از مئے نابم ٭ اگر در خانۂ خود نیستم در عالم آبم

" نظر بر گریۂ مستانہ ام گر دوش میکردی ٭ شراب جلوہ را در ساغر آغوش میکردی

" در قتلِ ما نکرد کجی انتظار تو ٭ کوتاہئی کہ بود ز عمر دراز بود

" ندارد با بزرگان چیرہ گشتن صرفہ فطرت ٭ کہ کہسار از جوابِ ہیچکس ملزم نمی گردد

" نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع ٭ ہنر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد

مرزا نازک دماغ تھے۔ عالمگیر سے کسی بات پر بگڑ بیٹھے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوئے قدر شناس بادشاہ کو ایک مرتبہ خیال آیا اور میر بخشی بہرمند خاں سے فرمایا کہ موسوی خاں پریشان رہتے ہیں لیکن بد دماغی

کی وجہ سے درخواست نہیں کرتے اور ہمنے عہد کر لیا ہے کہ جب تک مرزا عرض نہ کرینگے ہم خبر نہ ہونگے۔ بہتر ہوگا کہ ہمارے مافی الضمیر سے آگاہ کر کے اُن سے درخواست منگوائی جائے۔ مرزا نے بہزار دقت درخواست بھیجی اور عرض کیا۔ ؎

در طلب ما بیزبانان اُمت پروانه ایم
سوختن۔ از عرض مطلب بیش من آسان تر است

؎ شد۔ از غرورِ غلامی زبانِ عرض خموش
مرا براہ خطا۔ این صوابها اندخت

؎ از موجِ فیض بحر کرم را قرار نیست
اہلِ سوال بیہودہ ابرام می کنند

بعد ملاحظہ حکم ہوا۔

؎ بیزبانی میکشاید بندہائے سخت را
در قفس طوطی زمنقار سخنگوئے خود است

لیکن ؎ ہیچ مردی در پئے اصلاح خوئے خویش نیست
ہر کرا دیدم در آرایشِ خوئے خود است

"بموجب حدیث "السلطان ظل اللہ" ہر گاہ سلطان عصر با نوکران خود التجا مطلب او کند و او جواب باین خوبی دہد۔ از اخلاق بعید است

کہ التفات بحال او نشود۔"

(۲۵) اسکے بعد شاہزادہ اعظم نے سفارش کی۔مرزا دیوان اور پھر بخشی ہوگئے۔

فرزند عالیجاہ۔مولوی موسوی خان را بتجویز آن فرزند بخشی اوّل کردیم (در سرکار شاہزادہ) آدمی۔اگر از عہدۂ یک کار ہم خوب برآید غنیمت است" صورتش بد نیست سیرتش نمیدانم ؎

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

کلیہ این است۔ہر کرا خدمتے باید فرمود۔مخفی متفحص احوالش باید بود کہ ابنائے دنیا در ابتدا بتقدیم حسن خدمت فریفتہ می نمایند۔اینجا بعد افتخار خاں و محمد علی خاں خانساماں رافاضل خاں و فضائل خان خوب کردند کہ آثار خیر از ناصیۂ آنہا دیدہ می شد۔امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد اما مریضان اغراض را مقلب القلوب دوا کند۔

(۲۶) ۱۰۹۶ھ میں صوبہ اوجین میں پہاڑ سنگہ باغی ہوگیا۔شاہزادہ محمد اعظم کے دیوان تلوک چند نے حملہ کرکے بغاوت فرو کی۔دیکھو کس خوشی کے ساتھ دیوان کے کام کی داد دیکر اُن کو سرفراز کرتا ہے۔ پھر بھی الزام ہے کہ عالمگیر ہندؤں سے مشکوک رہتا تھا اور اُن کی قدر نہیں کرتا تھا۔

فرزند سعادت توام۔از وقائع صوبۂ مالوہ بعرض رسید کہ پہاڑ سنگہ

کور باطن از کمال نخوت و پندار مایۂ شور و فساد شدہ مصدر ہنگامہ آرائی بود از دست تلوک چند پیش دست دیوان آن فرزند ارجمند اقبال پیوند کشتہ شد ؎

اے خدا قربان احسانت شوم
این چہ احسان ست قربانت شوم

فی الحقیقت ظہور این امر نتیجہ فیض تربیت آن فرزند است کہ نوکران را دل دادہ سرگرم کارہائے عمدہ بادشاہی میکنند باین توجیہ کہ تہنیت خالی بر زبان نیاید، مالائے مروارید قیمتی پنجاہ ہزار برائے آن فرزند مرحمت نمودیم و چون این ہندو ہمان مثل راست آوردہ گویا کنجشک مردانہ بازی رازدہ۔ اورا بمنصب پانصدی ذات و دو صد سوار۔ خطاب رائے و عطائے خلعت و شمشیر و اسپ سربلندی بخشیدیم، آن فرزند ہم رعایتے درخور کہ موجب امتیاز او در اقران و امثال تواند بود، البتہ مع نشان تحسین و آفرین و استقلال نیابت صوبہ بفرستند، تاکہ نوکران دیگر را ہوس حسن خدمت و امید نتیجہ افزاید۔

فرزند سعادت توام محمد اعظم۔ ظاہر الیسر ناظر دیوان خانۂ آن فرزند عالیجاہ در خانقاہ قمار می بازد حیف صد حیف دعوی جہانبانی این ہمہ غفلت و نسیانی۔ ہرکارہ چہ شد کہ خبر نمی رساند؟

ذرا غفلت دیکھی اور فوراً باز پرس کرنے لگا۔ محکمہ پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام دیکھو۔ صوبہ دار صاحب غافل۔ لیکن جہاں پناہ کو خبر مل گئی کہ جوا ہوتا ہے اور فوراً بندوبست کیا گیا۔ گویا پرچہ نویسی کے ذریعہ سے حکّام کے اعمال کی اصلاح متصور تھی ایسے کاغذات کو بکس میں بند کرنے کا دستور نہ تھا۔ بلکہ خطا کار متنبہ کیا جاتا تھا اور دار و گیر ہوتی تھی۔

(۲۷) فرزند عالیجاہ۔ قاضی عبداللہ[۱] برحمت حق پیوست، مارا و خلق را درین خدمت خوشنود داشتہ بود۔ از احوال پسر انش اطلاع ندارم عبدالمجید خاں پسر کلان او چندے قاضی رکاب ایشان بود، جوہر فضیلت و بیغرضی و صلاح اگر دارد بنویسند؛ امر خطیر تر از قضا نیست کہ بندہ گان او جل شانہ بقبول و تصدیق قاضی اسیر و قتیل می شوند از قضاۃ شیخ الاسلام در تحقیق و تشخیص صادق و بطلان بتوفیق حسنات چنانکہ باید موفق بود۔ آدم خوب۔ النادر کالمعدوم۔

(۲۸) سیواجی جب اکبر آباد سے نکلکر دکھن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ

---

[۱] قاضی محمد شریف کے لڑکے تھے۔ بجائے قاضی ابو سعید کے ۱۰۹۵ھ میں قاضی لشکر مقرر ہوئے۔ زہد و اتقا۔ اور بیغرضی کی وجہ سے عالمگیر ان کی بڑی قدر اور منزلت کرتا تھا۔ کہ جو درجہ قاضی عبدالوہاب کا تھا اور جو تعظیم و تکریم اُنکی تھی وہی بات قاضی عبداللہ کو بھی حاصل تھی۔ قاضی نے بعارضۂ فالج ۱۱۰۹ھ بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارتگری شروع کر دی۔ ۲۳ سنہ جلوس
مطابق ۱۰۹۰ھ میں سیواجی نے وفات پائی۔ اُس کا لڑکا سنبھاجی
جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور
بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علما اور مشائخ
برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک
دارالحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر
نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس
واقعہ نے اسکو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں
اور سنہ ۲۵ج میں دکن روانہ ہوا۔

اورنگ آباد میں داخل ہو کر معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال
کے لئے روانہ کیا۔ معظم شاہ کوکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا
انتہائی حد تک پہنچ گیا لیکن آب و ہوا کی خرابی اور رسد کی نایابی کی وجہ
سے اُس کو واپس بلا لیا۔ اسکے بعد فوجیں متعین ہوتی رہیں چونکہ سنبھاجی
کو بیجاپور اور حیدر آباد سے مدد ملتی رہتی تھی اس لئے عالمگیر نے مرہٹوں کیطرف
سے توجہ ہٹا کر ان ریاستوں کی طرف رخ کیا اور انکو فتح کرنے کے بعد
سختی کے ساتھ مرہٹوں کے استیصال پر متوجہ ہو گیا۔ (صفحہ ۱۴۱ مضامین عالمگیر)۔
اسکے لئے سب سے زیادہ مقدم تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو اُنکے جائے پناہ تھے

فتح کر لئے جائیں۔ یہ قلعہ نہایت محفوظ بلند اور مستحکم تھے اور چاروں طرف سے خندقوں اور غاروں سے گھرے ہوئے تھے ان کا فتح کرنا آسان نہ تھا راج گڈھ کے قلعہ کا دور بارہ میل تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔ پول صاحب ناممکن العبور دریاؤں سیلابی وادیوں اور تنگ راستوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ چارہ گھاس نہ ملنے سے جانوروں اور باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست وپا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذات خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کرکے فتح کر لئے۔ الفنسٹن صاحب نہایت مجبوری اور ناگواری سے اس طرح شہادت دیتے ہیں × × × اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا × × × ہاں انجام انکا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہوگئے (تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۱۱۷)۔

غرض ۱۱۱۶ھ مطابق ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہوگئے اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کرکے چین قلیچ خاں کو

اس کام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن وامان کی منادی کرادیجاوے اور رعایا کو ترغیب دیجاوے کہ اپنے اپنے گھروں پر آکر آباد ہو جائیں۔ (مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۷)۔

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہوگئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر اِدھر اُدھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا ہے تو یہی حالت باقی رہتی ہے۔ برہما میں یہی ہوتا رہا۔ خود ہندوستان میں ابتدائے عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک دھاوا کرتے پھرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی یہی کرتے رہے۔ (صفحہ ۴۵۔۴۶ مضامین شبلی)۔

انگریزی مورخ انہی مرہٹوں کو اس صورت میں دکھلاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ وہ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کسی طاقتور قوم کا استیصال دفعتاً نہیں ہوتا۔ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا۔ راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہوا۔ سنتا کا سر لشکر دربار پہنچا۔ غرض علم برداران بغاوت ایک ایک کرکے مٹا دئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکھن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست　　آفتے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گذشت

عالمگیر اسکے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب یہ اسکے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دیتے، لیکن خوبی قسمت سے تیمور کی مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخوں نے اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامہ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھکر کیا بے انصافی ہوسکتی ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے تیار ہے لیکن درحقیقت انکا قصور نہیں۔

قلم از عشوہ نمائے است کہ من میدانم
سر این فتنہ زجائے است کہ من میدانم ؟ (صفحہ ۴۸)

ان سطور کے بعد جو رقعے دکھن کے قلعہ جات کی تسخیر کے بابتہ لکھے گئے ہیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہوجائیگی اور ناظرین معلوم کرسکیں گے کہ جو استعارات رقعوں میں ہیں اُن کا مطلب کیا ہے

(۲۵) فدوی درگاہ (نواب مدار المہام سے مراد ہے)

مقرب[۱] خان کہ بتسخیر پرناله[۲] مامور شدہ حسب الحکم درباب دستگیر کردن

---

[۱] شیخ نظام نام تھا اور حیدرآبادی امیر تھے پنڈت وناّ اور مادنا کے مارے ہوئے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ مقرب خاں خطاب ہوا ۳۲ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ میں سنبھاجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوئے۔ مقرب خاں نے کولاپور پہنچکر قیام کیا یہاں اسکو خبر لگی کہ سنبھاجی دو تین ہزار سوار کے ساتھ سنگمیز میں مقیم ہے۔ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس تھا اور راستہ اسقدر دشوار گذار کہ خاں کو اکثر پیدل چلنا پڑا۔ تاہم تیزی سے یلغار کرکے پہنچا

۵۱ زمیندارا او باید نوشت وتاکید زود رفتن خان مذکور بر سرش در ین وقت کہ

بقیہ صفحہ ۴۴۔ اور سنبھاجی کو چھاپ لیا۔ مقرب خاں کی ہمت کو دیکھو۔ صرف تین سو سوار ہمراہ تھے مگر حملہ کرکے کامیاب ہو گیا اور سنبھاجی معہ بیوی بچوں کے گرفتار ہو گیا۔ اس نمایاں کام کے صلے میں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہو کر علم و نقارہ اور خلعت عطا ہوئی اور خطاب خان زماں فتح جنگ سے سرفراز کئے گئے۔ ان کے لڑکوں کے منصب میں ترقی ہوئی بڑے لڑکے اخلاص خاں سے خان عالم ہوئے اور پنجہزاری منصب عطا ہوا۔ دوسرے لڑکے شیخ میرن کو منور خاں کا خطاب اور شیخ عبد اللہ کو اختصاص خاں کا مرحمت ہوا خان زماں فتح جنگ بہادر نے ۱۱۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۲ پیچ دار اور دشوار گذار گھاٹیوں میں ستارہ سے ۶ کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارے واقع تھا اور اُس زمانہ کے لحاظ سے دکھن کا دوسرا ناقابل مفتوح قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ قلعہ سیواجی نے بیجاپور کی ریاست سے حاصل کیا اور مغلوں نے فتح کرکے قبضہ کر لیا۔ لیکن مرہٹوں نے پھر فتح کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ پرنالہ نرفت بلکہ بیجاپور رفت اس قلعہ کی مہم پر نامی جرنیل تعینات رہے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر بوڑھے بادشاہ نے مہم اپنے ذمہ لی اور قلعہ پر دھاوا کیا۔ وہ دن بھی قیامت کا دن تھا ایک طرف تو طوفانی بارش اور بادل اور بجلی کی کڑک دھمک اور دوسری طرف مغلیہ فوج کے حملوں کے نعرے۔ ایک طوفان برپا تھا قلعہ فتح ہو گیا۔ شاہان بیجاپور کی بنوائی ہوئی مسجد قابل افسوس حالت میں پائی گئی۔ مرہٹوں نے مسجد کی بے حرمتی ہر طور پر کرکے بہت کچھ توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ از سر نو مرمت کرائی گئی اور قلعہ کا نام شاہ درک رکھا گیا غرہ محرم ۱۱۱۳ھ کو قلعہ فتح ہوا تھا۔

۵۳ لغایتہ ۵۴۔ سنبھاجی سے مراد ہے جو سیواجی بھونسلہ کا بیٹا تھا۔ باپ کے

بقیہ صفحہ ۴۵ - مرتے وقت قلعہ پرنالے میں تھا - سیواجی کے بجائے ستارا کا راجہ ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ بُری طرح پیش آیا - وزیر پنڈت کلب ہنس (کب لاش؟) کو تمام اختیارات سپرد کئے اِس وزیر سے ہندو رعایا بھی تنگ ہو گئی - سنبھاجی نے ہندو رعایا پر طرح طرح کے مظالم کئے ہمارے مسلمان کس شمار میں تھے - اِن کی مسجدیں مسمار کرا دیں - نو سال تک اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کیا - جب مقرب خاں (فتح جنگ بہادر - خان زماں) تین سو آدمی لیکر سر پر پہنچ گئے اور ہرکاروں نے خبر دی تو اُن کی زبانیں کٹوا لیں کہ مسلمان یہاں کہاں؟ مہاراجہ اپنے وزیر کے یہاں تفریح کے لئے گئے تھے اور کمبخت ہرکاروں نے منحوس خبر پہنچائی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچے - جب مقرب خاں نے حملہ کر دیا تو مہاراجہ تین ہزار پیدل اور سواروں کو لیکر مقابلہ پر آئے - لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہو گئے اور پردھان پنڈت کلب ہنس بھی گرفتار ہو گئے چونکہ سنبھاجی سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بیرحمانہ غارتگریوں سے نالاں تھے اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے - جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذرتا تھا شریف عورتیں تک گھروں سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں (ملاحظہ ہو خافی خان و مضامین عالمگیر صفحہ ۴۲) -

دربار میں پیش ہو کر سنبھاجی نے رُو در رُو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں - اس جرم میں اور بغاوت اور قتل کے الزامات میں عالمگیر نے اسکی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کرا دیا - اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت

برگے بقعلۂ کہلنا رفتہ بزودی ترقیم (باید) نمود، غالبکہ بر دوست باید

کا صرف یہ ایک مشتی واقعہ ہے ورنہ اُس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی
یہ بھی یاد رکھئے گا کہ اُس زمانہ میں یہ سزا وحشیانہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ عنایت اللہ
خاں نے تاریخ گرفتاری لکھی:۔

بازن و فرزند سنبھا شد اسیر
۱۱۰۰ھ

جب اُس کا بیٹا ساہوجی اور اُس کی ماں بھی گرفتار ہوئی اُس کے ساتھ
عالمگیر کے فیاضانہ سلوک کی نظیر تاریخ میں کم مل سکتی ہے۔ ساہو ہفت سالہ کو
ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اُس کی سرکار قائم کرکے دیوان اور
بخشی مقرر کئے۔ اُس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس کے
چھوٹے بھائی یعنی مدن سنگھ اور اودھ سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی خافی خاں
لکھتا ہے کہ بے شبہہ فیاضی کا کام کیا لیکن دوراندیشی سے دور (خافی خان صفحہ ۳۸۹)۔
ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اسلئے ساہو صرف
مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر نے حمید الدین خاں کے ذریعہ سے کہلا بھیجا
کہ جاکر ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو اسلئے بے تکلف کھانا چاہئے
(مآثر عالمگیری صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ)۔

عالمگیر کا برتاؤ ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے
بعد گو ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسان کا اتنا پاس کیا کہ
سب سے پہلے قبر پر حاضر ہوا اور محتاجوں کو کھانا کھلوایا۔ (مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۱۵)۔
عالمگیر کو راجہ ساہوجی کے مسلمان کرلینے کا پورا موقعہ تھا۔ کیوں اس سنگدل
اور متعصب نے ساہو کو مسلمان نہ کرلیا۔

وآں بے راہ رو مسلم آزار را۔ پابند مکافات کند؛ استغفر اللہ او چہ میکند؟
ہر چہ میکند حق میکند و بجزائے کردار میرساند۔

(بقیہ نوٹ ۵۳ لغایتہ ۵۴ صفحہ ۴۶ و ۴۷) عالمگیر نے راجہ ساہوجی کی شادی ۱۱۱۵ھ میں صبیتہ بہادر جی مرہٹہ کے ساتھ کر دی اور کمر بند مرصع سرپیچ مینا کار قیمتی دس ہزار مرحمت کیا۔ مرتے دم تک عالمگیر نے راجہ ساہو کے ساتھ فرزندانہ برتاؤ رکھا۔
بادشاہ کے مزار کی زیارت کے بعد راجہ ساہوجی ستارا گئے اور اُنکی گدی نشینی عمل میں آئی ۵۰ سال تک حکومت کی اور مرنے کے بعد اُس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ راجہ ہوا مگر اختیار پیشوا کے ہاتھ میں رہا۔ کولھاپور کی ریاست متبنیٰ لڑکے کے ہاتھ میں رہی اور دیگر ممالک کا پیشوا حاکم رہا۔ اس طرح سیواجی کا برائے نام خاندان کولھاپور میں محدود ہو گیا۔

(نوٹ ۵۵ صفحہ ۴۶) راہٹری مرہٹوں کا مستحکم قلعہ تھا اس کو ابراہیم اعتبار خاں (ذوالفقار خاں نصرت جنگ) نے ۱۵ محرم ۱۱۰۲ھ کو فتح کیا اور صلہ میں ذوالفقار خاں ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔ اسیران جنگ میں مہاراجہ سیواجی کی بیویاں اور بوڑھی ماں بھی تھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ اوپر درج ہو چکا ہے فتح کے قبل راجہ رام پسر سیواجی جوگیوں کے لباس میں چھپکر نکل گیا۔

(نوٹ ۵۶ صفحہ ۴۷)۔ بالاگھاٹ کی دشوار گذار پہاڑیوں میں یہ قلعہ واقع تھا۔ اور اس کا فتح کرنا کارے دارد تھا۔ لیکن عالمگیر نے حملہ کر کے ۱۹ محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح کیا اور قلعہ کا نام سخر لنا رکھا۔ فتح شد کھلنا تاریخ ہوئی۔ راؤ ستر سال قلعدار مقرر رہا۔ دیکھئے ہندو افسروں پر کیسا بھروسہ کرتا تھا۔

(۳۰) فرزند عالیجاہ

تفصیل مصائب یساق گھاٹہ[1] از نوشتۂ وکیل و اظہار جواہبیں شنیدہ باشند۔ حالت نادیدنی و محنت ناکشیدنی بر اسلامیان و لشکریان گذشت، الحمد للہ کہ صعوبت این یساق سراپا مشاق بسر آمد۔ و بخیر و مراد معاودت شد اگرچہ چنیں ارادت از تکاثر سیئات کائنات میگویند، اما عمل والی در انقاع و اضرار خلق اللہ تاثیر کلی دارد، وآں اشارت بر شامت ایں بیچارہ ناکارہ میرود۔ قلعہ ستارہ باسم اعظم تارہ موسوم شد، شادیانۂ فتح بنوازند۔ و حرف ایام طفولیت یاد دارند کہ بابا جی ڈھوں ڈھوں۔

---

[1] ۔ مرہٹوں نے بمقام ستارہ سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی۔ مگر بیاسی برس کا بوڑھا اورنگ زیب جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہونچا اور آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوا کر چاہتا تھا کہ حملہ کی خود سرداری کرے لیکن بڑی دقت سے باز رکھا گیا۔ محاصرہ میں سختی کی گئی اور بالآخر قلعہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو فتح ہوا۔ اور اس رقعہ میں شاید اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ قلعہ پرنالہ کے فتح کا حوالہ ہو۔ اُس کی تسخیر میں بھی۔ بڑی جاں فشانیاں کرنا پڑی تھیں۔

قلعہ پرنالہ[1] باسم نول تارہ موسوم میشود، تفصیل یورش مارا ازکنیزان خود بپرسند۔

(۳۱) اسد خاں و پسرش بحضور نوشتہ اند کہ پادشاہزادہ بحمایت رانائے[2] حربی کمر بستہ اند، و میخواہند کہ بقلعہ در آیند۔

سلہ یہ بھی اودھی قلعوں میں ہے جسکی تسخیر کے لئے عالمگیر نے ضعیفی میں بیڑا اٹھایا تھا تاریخ فتح ۱۳ محرم ۱۱۱۳ھ ہے۔ اسکی فتح کے لئے شاہزادہ محمد اعظم بہت بیچین تھے اور عالمگیر نے اونکو مشہور خط لکھا تھا جسکا مضمون یہ تھا۔

"مردی در بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست"

سلہ راجہ رام سے مراد ہے جو سیوا جی کا لڑکا ہے سنبھا جی نے راجہ ہوکر اسکو قید کردیا لیکن سنبھا جی کے قتل کے بعد اوسنے راجہ ساہو کو راجہ بناکر گدی پر بٹھلایا اور خود اتالیق تھا لیکن راجہ ساہو کے گرفتاری کے بعد قلعہ راہیڑی سے جوگیوں کے بھیس میں جان لیکر بھگا۔ بیوی بچے سب قید ہوگئے لیکن قلعہ کے جنجی میں پناہ لیکر اپنی منتشر قوت فراہم کرکے پھر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا۔ شہزادہ کام بخش تعینات ہوئے تو اونکو سلطنت کا سبز باغ دکھلاکر راجہ رام نے توڑنا چاہا۔ راؤ دلیپ سنگھ منصبدار (راجہ اودجیہ) کو خبر ہوگئی اور بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ گرفتار کرکے دربار میں بھیجدیا گیا۔ اور خان نصرت جنگ نے سختی کے ساتھ محاصرہ شروع کردیا بالآخر شعبان ۱۱۰۹ھ میں قلعہ فتح ہوگیا اور نصرت گڑھ نام رکھا گیا۔ اسکے فتح ہونے سے چھوٹے بڑے سو قلعہ ملک کرناٹک کے اور بہت سے بندرگاہ قبضہ میں آئے۔ لیکن راجہ رام یہاں بھی ہاتھ نہ آیا۔ نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ اس کوہستانی چوہے کی تاک میں لگے پھرتے تھے۔ آخرش دریائے تنگ بھدرا کے کنارہ سبحان گڑھ کے متصل مقابلہ ہوا اور گھمسان لڑائی کے بعد مغلون کو فتح نصیب ہوئی۔

چنانچہ یک روز بہ ہمیں ارادہ سوار شدہ تا پائے قلعہ رفتند اما زمیندار مردود از خبرداری بندہائے بادشاہی نتوانست از قلعہ برآمد و ایشاں را برد۔ تاخیر فتح ہمیں سبب است، حسب الحکم در باب محافظت بادشاہزادہ و مفتوح ساختن قلعہ بآنہا باید نوشت و مکرر بقلم آوردہ حوالۂ یار علی بیگ نمود کہ بڈاک فرستد، نشود کہ مثل شاہزادہ[1] مرحوم و مغفور بجا لعنت پیوندد و کار بادشاہی برہم شود۔

حقوق خدمت صد سالہ لعب طفلان است
بکشورے کہ درو کودکان خداوندند

بقیہ صفحہ ۴۹۔ مرہٹے افسر گرفتار ہوئے مگر راجہ رام جوتہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آخرش آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہوکر بعارضہ چیچک ۱۱۱۱ھ میں گھنا کر گیا یہ واقعہ ہے کہ راجہ رام نے متعدد بادشاہی فوج کو شکست دی اور اسکے دو نامی سردار سنتا اور دھنتا دس دس ہزار کی جمیعت کے ساتھ ملک لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اسقدر رعب چھا گیا تھا کہ شاہی افسران ان سے جی چرانے لگے تھے لیکن جب بوڑھا بادشاہ تلوار لیکر کھڑا ہو گیا تو رنگت بدل گئی اور قلعہ پر قلعہ اور ملک پر ملک پے فتح ہونے لگے۔ راج گڈھ کا قلعہ سیواجی کا پایۂ تخت تھا اور جسکا دور ۱۲ کوس کا تھا اور راستہ اسقدر خراب اور پہاڑی کہ کئی کئی دن میں ایک کوس طے ہوتا۔ عالمگیر نے اسکو فتح کرکے مرہٹہ قوت کا قلع قمع کر دیا۔

[1] شاہزادہ محمد سلطان سے مراد ہے جو شجاع کے مقابلہ کے لئے تعینات ہوئے اور ان سے ساز کرکے شاہی لشکر سے چلے گئے تھے لیکن پھر خواستگار معافی ہو کر حاضر ہوئے۔ زندان تادیب گوالیار میں رکھی گئی اور ۳۰ سال کی عمر میں ۷ شوال ۱۰۸۷ھ کو انتقال کیا اور قطب شاہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

(۳۲) بہدایت اللہ زرین رقم بگوئید کہ ایں رباعی در بیاضیکہ بپاشاہزادہ کام بخش مرحمت میشود بخط خود بنویسد ؎

آتش بدو دست خویش در خرمنِ خویش
من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش
اے واے من و دستِ من و دامنِ خویش

(۳۳) × × × × × × × × × × × × × ×

الحمد للہ جنجی[1] فتح شد و رانائے[2] مردود گریخت ، گرفتنش ہم چندان کار نبود ، اما اغماض کہنہ عمالان[3] از دست رفت و چندے دیگر دوکان سرد شدی تشان گرم ماند یا آنہا باید گفت بحوریدہ دنیا را پیش ازاں کہ شمارا بخورد۔

---

[1] ملک کرناٹک میں پہاڑوں کی چوٹی پر واقعہ تھا۔ اسکا فتح کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا۔ شاہزادہ کام بخش کی گرفتاری کے بعد خانصرت جنگ نے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کرکے شعبان ۱۱۰۹ھ میں فتح کیا۔ کرناٹک اور ساحلی مقامات کا یہ قلعہ کنجی تھا۔ اسکے فتح ہونے پر سو قلعہ اور بندرگاہ ہاتھ آئے۔ لیکن راجہ رام جوگیوں کے بھیس میں بھاگ گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے کہ لڑائی کے زمانہ اور محاصرہ کی حالت میں مذہبی فقیروں سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ جنجی کی فتح نے مرہٹہ قوت کو بالکل ہی پراگندہ کر دیا تھا۔

[2] راجہ رام سے مراد ہے۔

(۴۳) راجہ رام کی فوج کے دو بڑے مرہٹہ سردار۔ سنتا اور دھنتا تھے۔
جو ملک لوٹتے پھرتے تھے۔ دھنتا تو خانہ جنگی میں مارا گیا۔ لیکن سنتا
نے پراگندہ قوت کو جمع کر کے سنہ ۱۱۰۹ھ میں بہت سر اوٹھایا اور مسلمان
آبادی پر بلا ضرورت نا قابل برداشت مظالم کئے۔ بالآخر سنہ ۱۱۰۹ھ
میں خان فیروز جنگ اسکی مہم پر مامور ہوئے اسی سال سنتا مارا گیا
خواجہ بابا لطف اللہ نے اوسکا سر کاٹ کر۔ خان فیروز جنگ کے
سامنے پیش کیا اور اونکے حکم سے دربار شاہی میں پیش ہوا خواجہ بابا
کو اس کے صلہ میں خوشخبر خاں کا خطاب ملا۔
سنتا کی گرفتاری سے دکھن کی رعایا نے خوشی منائی۔ اسلئے
کہ جہاں وہ جاتا تھا۔ لوٹ مار کرے آگ لگا دینے اور قتل کرنے کے
سوائے اس کا کوئی کام نہ تھا اور یہ حرکات روپیہ حاصل کرنیکے
لئے کرتا تھا نیز اس لئے کہ شاہی لشکر کو کوہستانی علاقہ میں رسد نہ ملے۔

فرزند عالیجاہ۔ از وقائع زبدا مفصل معروض بارگاہ والا
گردید کہ امان اللہ بیگ داروغہ توپ خانۂ آن فرزند ارجمند سنتائی شیطان
ہمتائے شقی بیحیا را شکست درست داده چیره باقی خانه وقافلہ را

بقیہ صفحہ ۴۲ سے۔ خاں نصرت جنگ اور سید عبد اللہ بارہ سے مراد ہے۔ آخر الذکر آنکے سرے سجان گڑھ
میں مقابلہ ہوا تھا۔ راجہ رام خود نکل گیا۔ لیکن اُسکے نامی سردار گرفتار ہو گئے۔

بسلامت آورد، فی الواقع تلاش وجانفشانی او در قفالیش سزاوار تحسین وآفرین است، رعایتی کہ مناسب باشد نمایند، دحضور ہم معروض دارند۔

(۳۵) سید حسین علی وسید حسن علی بادشاہ گر سید عبداللہ خاں بارہ عرف سید میاں کے لڑکے عہد عالمگیری میں خانی اور منصب ہشت صدی سے سرفراز تھے۔ دونوں بھائیوں نے مرہٹوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور مورد تحسین رہے حسین علی خاں بدستور دکھن میں خدمات انجام دیتے رہے اور سید حسن علیخاں شاہزادہ معزالدین کے ہمراہ ملتان بھیجے گئے۔ لیکن شاہزادہ سے مخالفت ہوگئی اور یہ لاہور چلے آئے۔ جب معظم شاہ بادشاہ ہوکر کابل سے واپس آئے تو حسن علیخاں کو منصب سہ ہزاری مرحمت فرماکر صاحب طبل وعلم کرکے بخشی گری فوج کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اعظم شاہ کی لڑائی میں سادات بارہ نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور حسن خدمات کے صلے میں۔ سید حسن علیخاں۔ چہار ہزاری ذات اور چہار ہزار کے منصب پر فائز ہوکر اجمیر شریف کے اور پھر الہ اباد کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور اونکے چھوٹے بھائی سید حسین علیخاں صوبہ دار بہار ہوئے فرخ سیر کی تخت نشینی ان دونوں بھائیوں کی مدد سے ہوئی خان تصرف جنگ کے

قتل اور اونکے والد دستور معظم کے زوال کا باعث یہی دونوں بھائی تھے۔
فرخ سیر بادشاہ نے ۱۱۲۵ھ میں تخت نشین ہو کر۔ سید حسن علیخاں کو۔
عبد اللہ خاں قطب الملک بہادر۔ یار وفادار۔ ظفر جنگ کے خطابات
مرحمت فرما کر۔ قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اور ہفت ہزاری منصب
سے سرفراز کیا سید حسین علیخاں بھی امیر الامرا اور ہفت ہزاری ہوئے۔
دونوں بھائیوں نے اپنی جاہ وحشمت کیلئے سلطنت مغلیہ کا بھرم
کھولدیا۔ اور اپنے مدد کے لئے مرہٹوں کو شمالی ہندوستان میں لائے۔
یہ قوم ڈرتی ہوئی دلی میں آئی اور پھر جو کچھ مظالم اس نے کئے اون کو
معلوم کرنے کے لئے تاریخ ہند ملاحظہ کیجئے۔ دونوں بھائیوں نے
یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت طاؤسی پر بٹھلائے اور تاریخ میں
بادشاہ گر کہلائے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو میر حیدر خاں نے
سید حسین علی خاں کو ۷ ؍ ذیقعدہ ۱۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ انکی قبر دہلی
میں ہے۔ سید عبد اللہ خاں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔
اجمیر شریف میں قید رہے۔ ۱۴ ؍ محرم الحرام ۱۱۳۵ھ کو بحالت قید
انتقال کیا اور اجمیر شریف ہی میں دفن ہوئے۔

خلق محمدی۔ شجاعت حیدری اور سخاوت ہاشمی سادات عظام
کی آبائی میراث ہے۔ حکمرانی کے پیچیدہ اور خاردار گلیوں کے باہر

اگر یہ دونوں بھائی وزن کئے جائیں تو اِن خوبیوں میں پورے اُترینگے۔
دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑیگا کہ دونوں بھائی اخلاق مجسم
تھے بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل تھے -
خان نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور
رنگے ہوئے پاؤگے۔ لیکن یہ ملکداری اور حکومت کے کرشمے تھے۔
انمیں پڑکر کوئی سلامت نہیں نکلا کرتا ہے۔
علامہ عبدالجلیل بلگرامی واسطی سے دونوں بھائیوں کے خوب
مراسم تھے۔ اور علامہ نے اونکی مدح میں مثنوی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"ارسطو فطرتے کا صف نشان است"
"یمین الدولہ عبداللہ خاں است"
"بدیوان چون نشیند نوبہار است"
"بمیداں چوں در آید ذوالفقار است"

جب سید حسن علی خاں بہادر نے سہونت مرہٹہ کی لڑائی میں
عمدہ خدمات انجام دیں اور اوسکے برادر زادہ جاناجی کو گرفتار کیا۔
تو ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ نے ان دونوں بھائیوں کے
اضافہ مناسب کی درخواست کی۔ عالمگیر نے خلعت بیش بہا اور خنجر
مرصع مرحمت فرماکر فرمان تحسین ارسال کیا۔ لیکن اضافہ منصب کے

بابت خان نصرت جنگ کی درخواست پر حکم دیا۔

(۳۶) "تجویز اضافہ ازاں خانہ زاد مزاجدان البسیار بموقع شد عدم استمالت ارباب سیف از سرداران حیف است کہ نشود، لیکن قبول اضافہ یکدفعہ مشکل

محبت باسادات رفیع الدرجات جزو ایمان است بلکہ عین عرفان۔ وعداوت بایں فرقہ مستوجب دخول نیران و سخط حضرت رحمان، لیکن کارے نباید کرد۔ کہ باعث ملامت دنیا و موجب شقاوت عقبیٰ گردد، ارخاء عناں باسادات بارہ و خیم العاقبتی است۔ یعنی بد انجامی، ازیں راہ کہ ایں جماعت باندک ترفہ و ترقی لاف انا ولا غیری زدہ از جادۂ صواب انحراف ورزیدہ، نظر را بلند داشتہ باعث پستگی میگردانند، اگر بہ تغافل بگذرد کار دنیا مشکل میشود، واگر بتدارک رسد در آخرت پائے در گل می گردد۔

اس رقعہ کو پڑھئے اور سید صاحبان کے حالات بالجد مطالعہ کرکے نتیجہ نکالئے کہ عالمگیر مردم شناس تھا یا نہیں۔

دوسرا رقعہ ملاحظہ ہو۔

(۳۷) فدوی درگاہ (دستور معظم) حسن علیخاں با فرزند زادہ محمد معز الدین بہادر برہمزدگی نمود بے اجازت برخاستہ آمد، چنانچہ شاہزادہ گلہ او نوشتہ کمی منصب باید کرد۔ و جاگیر ضبط نمود تا دیگراں را عبرت شود"

کنند تحمل بسیار مرد را بے قدر
کماں چو تن بکشیدن دہد کیا وہ شود

اعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

(۳۸) بلخ اور بخارا کی مہم میں میر بہار الدین نے شاہزادہ عالمگیر کی قابل قدر مدد کی۔ اسلئے جب اونکے لڑکے محمد امین[1] ۱۰۹۵ھ مطابق سنہ ۳۱ جلوس میں ہندوستان آئے تو خدمات دیرینہ کے لحاظ سے اُنکی بڑی آؤ بھگت کیگئی اور منصبداروں میں داخل ہوگئے۔ چونکہ علم اور قابلیت کے زیور سے آراستہ تھے اسلئے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری اور دو ہزار سوار کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہوگئے۔ طبل و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ لیکن یہ ابھی قانع نہ تھے اور انکو ملال تھا کہ اونکی قابل قدر خدمات کا واجبی اعتراف نہیں کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب حسن خدمات کے صلہ میں انکو خلعت گراں بہا خنجر اور اسپ عالمگیر نے مرحمت فرمائی تو موقعہ مناسب دیکھکر اُنھوں نے محرم خاں کے معرفت عرضی پیش کی جسمیں بادشاہ پر لعن و طعن کے بعد اپنی اور اپنے اجداد

---

[1] محمد شاہ بادشاہ کے مشیر خاص ہوئے اور سادات بارہ کے زوال کے بعد سنہ ۱۱۳۳ھ میں خلعت وزارت سے سرفراز کئے گئے اور خطاب اعتماد الدولہ مرحمت ہوا۔ کچھ دنوں وزارت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۲ھ کو انتقال کیا۔ میر بہاء الدین اور خواجہ عابد (مورث نظام الملک) کے حقیقی بھائی تھے۔

کے خدمات کا اعادہ کرکے درخواست کی تھی کہ دونوں بخشی گری

ایرانیوں کو دی گئی ہیں جو بد مذہب اور ردی سیرت ہیں۔ برینار خانہ زادگی اور قدیم الخدمتی ایک جگہ انکو ملنا چاہئے تھی۔ عالمگیر نے جو جواب دیا وہ ثابت کرتا ہے کہ اوسنے مذہب اور سلطنت کو علحدہ ہی رکھا تھا اور امور سلطنت کے انصرام میں مذہب کو مطلق دخل نہ تھا۔ لیکن آج عالمگیر پر اسکول کا ایک بچہ طعن کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کی کارفرمائی کیوجہ سے عالمگیر غیر مسلمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک نہیں کرتا تھا۔ ستم ظریفی سمجھو یا بد قسمتی خیال کرو۔ آج ہمارے مسلمان بھائی بھی اس الزام میں اونکے ہم آہنگ ہیں۔

انچہ از قدم خدمت خود نوشتہ بیان واقع است لبقدر مقدور قدردانی بعمل می آید وانچہ از بد مذہب ایرانیان نوشتہ امور دنیا را با مذہب چہ نسبت" وکارہائے مذہب را بتعصب چہ دخل، لکم دینکم ولی دین"

"اگر ہمیں قاعدہ مقرر می بودے بالیست کہ جمیع راجا وتبعہ آنہارا مستاصل میکردیم، اختیار تغیر قابلان نزد عقلا مذموم است استدعائے یک بخشی گری کہ نمودہ اند التماس آن فدوی بموقع بودکہ

منصب لایق این خدمت دارند۔ سببی کہ مانع است آنست کہ جماعت تورانیاں کہ برادران ہمشہری بزرگان ما اند یعنی متقیان آں فدوی بمضمون ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، یعنی میندازید خود را بدستہائے خود در ہلاکت، در عین گیرودار مراجعت را معیوب نمیدانند۔ اگر در آوردن کسے این حالت رو دہد چنداں مضائقہ ندارد، لیکن در عین کارزار سخت مشکل است اگر عیاذاً باللہ از ہمراہیان حضور این صورت واقع شود در یک لحظہ مقدمہ تمام حکایت بانجام برسد۔ اگر در بن امر مجرب و آزمودہ انکاری داشتہ باشد۔ مفصل معروض دارد، و جماعت ایرانی خواہ ولایت را خواہ ہندوستان را کہ بجہل مرکب مشہور اند، بعد مرحلہ ازین حرکت دور اند ؎

انصاف بدہ کہ جہل آں مردم زشت
بہتر ز ہزار عقل روباہ سرشت

(۳۴) ماہ جمادی الثانی سنہ ۴۳ جلوس میں حضرت عالمگیر فتح دکہن کے لئے اسلام پوری عرف بیرم پوری سے روانہ ہوئے اور مخلص خان بخشی رام کو حکم دیا کہ روزانہ ۱۰ نفر منصبداران حضور میں پیش کئے جایا کریں۔ گفتگو ملاحظہ ہو ایک مطلق العنان بادشاہ اور اسکے امیروں کی۔

مخلص خان نے عرض کی کہ اگرچہ بموجب آیۂ کریمہ تلک عشرۃ کاملہ حکم شدہ است کہ مثل دہ نفر ہر روز بگذارند خیر۔ والاّ اگر دوازدہم باشد مضائقہ ندارد؟

حکم شد شما ہم بے دلیل عرض نکردید۔

ساعات زمان و برجِ افلاک نگر

روز و شب و آسمان ہم اثنا عشریست

محمد امین خان عرض کرد۔ بلے صحبت را عجب اثریست امروز معلوم شد؟ چرا در عوض دوازدہ چہار نباشد؟

فرمودند (عالمگیر) کہ

چہار ہم داخل دوازدہ است۔

بعدہ تبسم کردہ فرمودند کہ چرا سہ نباشد؟ لیکن دوازدہ با سہ نسبت ضعفین مضاعف دارد۔

شما اختیار دارید در ہرچہ رفاہ خلق اللہ زیادہ باشد بعمل بیارید۔

(۳۵) میر حسن[1] روح اللہ خاں دوم نے۔ اسلام پوری سے کوچ کے قبل عرض کیا کہ حضور والا تسخیر قلعہ ہائے دکھن کے مہم پر تشریف لئے جاتے ہیں اور قلعہ اسلام پوری مضبوط نہیں ہے۔ کیا حکم ہوتا ہے۔

[1] روح اللہ خاں اول کے صاحبزادے تھے پہلے انکا خطاب خانہ زاد خاں تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد دو ہزاری پایہ بخصدی ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد میر آتش کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے اور

حکم شد استغفر اللہ، در مقام نا محکمی لفظ اسلام پوری نوشتن بیموقع بود۔ نام اصل اوکہ برہمپوری ست بایست نوشت۔ قلعۂ بدن از آں نا محکم تر است او را چہ علاج ؎

ما ز شغلِ آب و گل بر خویشتن پرداختیم
خانہ سازی را نجود سازی مبدل ساختیم

خان موصوف نے عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو سرکاری معمار کو قلعہ ملاحظہ کرا دیا جائے۔

حکم شد۔ باوجود دستخط سابق اعادۂ عرضی نمودن نوعی از بازی دادن ست۔

؎ معمار خود مشو کہ کنی خانہ ہا خراب
ویرانہ باش کز تو بنا میشود بلند

بقیہ صفحہ ۴۹۔ سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ سنتا گھوڑپرہ کی تنبیہ پر مامور ہوئے اور شکست کھا کر قید میں آئے جو کچھ پاس تھا وہ مرہٹہ جرنیل کے نذر کرکے دربار واپس آئے خدمت خانسامانی پر مقرر ہو کر روح اللہ خاں ہوگئے۔ قلع ہائے ستارا۔ پرلی اور سخرلنا کی تسخیر میں یہ توپ کے موہنہ پر گئے اور جان توڑ کر غنیم کا مقابلہ کرکے کامیاب ہوئے۔ منصب اضافہ ہو کر سہ ہزاری ہوئے۔ اور بخشی الملک مخلص خاں کے بجائے بخشی دوم کے خدمات انکو سپرد ہوئے۔ عین جوانی میں سنہ ۱۱۰۳ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ انکے بیٹے اعتقاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور دوسرے صاحبزادے خلیل اللہ خاں ہو کر منصبدار ہوئے۔

باخاک شو برابر و گردن مکش نرگس
شاید غبار از سر پائے شود بلند

اگر حیات باشد و مراجعت نمائیم ـ مرمت خود را خواہیم فہمید ـ اگر نوع دیگر شود چہ ضرور؟ کہ برائے آیتہ "انما اموالکم و اولادکم عدو لکم" زر غازیان را ضایع سازیم ـ

(۳۶) قلعہ اسلام پوری سے روانگی کے وقت ارشاد ہوا کہ "خواہ صحت خواہ آزار غیر از جمعہ روز دیگر مقام نخواہد شد"ـ

چنانچہ دوران سفر میں حضور کو ایک بار بخار آگیا اور دوسری مرتبہ اسہال کی شکایت ہو گئی لیکن غیر از جمعہ مقام نہیں فرمایا ـ جب خواص پور پہونچے تو واقعہ شدنی کی وجہ سے شب جمعہ کو کوچ ہوا تو وحید الدین خاں نے عرض کیا کہ خلاف حکم سابق کوچ ہو رہا ہے حضرت عالمگیر نے مسکرا کر جواب دیا ـ

"اگر قدرے از علم منطق اطلاع میبود این عرض نمیکردید ـ سخن در مقام غیر جمعہ بود غرض اہتمام کوچ نہ این کہ جمعہ البتہ کوچ نشود ـ مفہوم مخالف معارض معنی اصل نمیشود ـ

آج کہا جاتا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ کے یہاں ـ اُسکے حکم کے سامنے کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں ـ لیکن یہ تحریری شہادت ثابت کرتی ہے

کہ عالمگیری سرکار کی مطلق العنانی بھی وہ مطلق العنانی نہیں تھی جسکی برائی بلند آہنگی کے ساتھ کیجاتی ہے۔

(۳۷) دستور معظم جعفر خاں مرحوم کے صاحبزادے کامگار خاں کا عقد ۱۰۹۵ھ میں صبیہ سید مظفر حیدر آبادی کے ساتھ ہوا۔ یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی نعمت خان[1] عالی سے ہجو نامہ لکھوا دیا اور ایسا انتظام کیا گیا کہ آناً فاناً ہجو نامہ مشتہر ہو گیا۔ کامگار خاں نے خفت اور ندامت میں بادشاہ کے یہاں عرضی بھیجی کہ خان عالی بدطینتی کی وجہ سے رسوائی کرا رہے ہیں یہ خانہ زاد منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہا

[1] عالی تخلص تھا اور مرزا محمد نام۔ ان کے آباو اجداد شیراز کے نامی طبیبوں میں تھے۔ مرزا کے والد حکیم فتح الدین ہندوستان آئے اور مرزا محمد ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے حکیم صاحب اپنے ہونہار لڑکے کو شیراز لے گئے اور شفیعائی یزدی المخاطب بہ دانشمند خاں کے سپرد کر دیا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مرزا محمد نے قابلیت کا سکہ ہم سبقوں میں بٹھا دیا فارسی انکی مادری زبان تھی اُس کا کہنا ہی کیا ہے لیکن عربی میں مختلف علوم و فنون پڑھے اور ایک عالمانہ قابلیت پیدا کرنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ طب میں کمال حاصل کر لیا اس طرح زیور علم سے آراستہ ہو کر مرزا محمد ہندوستان آئے اور ہنر کے قدردان عالمگیر نے انکو ہاتھوں ہاتھ لیکر ملازمان خاصہ میں داخل کر لیا۔

حیدر آباد فتح ہوا تو مرزا صاحب نے حسب ذیل تاریخ لکھکر پیش کی۔ صلہ میں انعام و خلعت سے سرفراز کئے گئے۔ (باقی صفحہ ۶۵ میں ملاحظہ ہو)

اسلئے التماس ہے کہ ایسی تنبیہ ہونا چاہئے کہ خان عالی ایسی حرکت آیندہ
نہ کریں - خاتمہ پر لکھا واجب بود بعرض رسانیدہ " بر لفظ واجب
بود دستخط شد حرام بود و بر سر فرد عرضی دستخط شد "

(بقیہ صفحہ ۶۴) از نصرت بادشاہ غازی — گردید دل جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تا ریخ — شد فتح بجنگ حیدر آباد

۱۱۰۴ھ میں مرزا صاحب کو خطاب نعمت خان مرحمت ہو کر داروغگی باورچیخانہ کی خدمت سپرد ہوئی جو اس زمانہ میں معتبر امیر کو دی جایا کرتی تھی - آخر عہد عالمگیری میں خطاب مقرب خاں سے سرفراز ہو کر داروغہ جواہر خانہ ہو گئے تھے - لیکن عالمگیر کی وفات اور شاہزادہ محمد اعظم کے مرنے کے بعد نعمت خان عالی شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں حاضر ہو کر دانشمند خاں ہو گئے۔ وقائع نعمت خان عالی، " مثنوی عشق" اور خوان نعمت، انکی مشہور تصانیف ہیں - وقائع نعمت خاں میں لطیف پیرایہ سے عالمگیر کی ہجو ہے لیکن عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے اس کتاب کو درس میں داخل کیا = اب مقابلہ کرو کہ ملّا عبدالقادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح وقعات قلمبند کئے تو جہانگیر نے اپنے زمانہ میں اس کتاب کی اشاعت قطعاً بند کر دی - اور یہاں باپ کا ہجو نامہ درس میں داخل کیا جاتا ہے = عالمگیر کی زندگی میں یہ ہجو نامہ لکھا گیا اور عالمگیر کو علم بھی ہو گیا - لیکن عالمگیر اگر وہ عالمگیر ہوتا جسکا نقشہ آجکل اسکولوں میں کھینچا جاتا ہے تو خان عالی کو نو مفتوحہ ملک میں نفرت انگیز خیالات پھیلانے کے جرم میں عبرتناک سزا دیتا۔

خان عالی نے ۱۱۲۱ھ میں حیدر آباد میں انتقال فرمایا اور حیدر آباد ہی میں دفن ہوئے۔

کلام ع — نخواہد کرد ترک بت پرستیہا دل زارم — کہ چوں سنگ سلیمانی ست مادر زاد زنارم
دیگر — یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود — کے رود از یاد کس چیزے کہ از بر میشود
دیگر ع — گفتی اگر قرار نگیری رسی بکام — بارے ازیں قرار ببینم چہ میشود
ع — بیا کہ شیشۂ من در سجود شام شد است — ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شد است
ع — بجائے نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را — کہ طومار است شرح سوز پیغام زبانی ہم

"خانہ زاد سادہ لوح (کامگار خاں) میخواہد کہ مارا ہم درین رسوائی شریک سازد کہ او ہر چہ خواہد درباب ما بگوید و بنویسد و شہرہ عالم سازد و پیشتر ہم درباب ما مقصر نہ بود۔ تلافی باضافۂ انعام شدہ کہ دیگر ارتکاب نکند۔ باوجود این از خود کمی نہ کردہ"۔ زبان بریدن و گردن زدن مقدور نیست باید سوخت و باید ساخت" "رفیق لا یوافقک ولا یفارقک"

سلہ فتح دکھن کے بعد دستور معظم اسد خاں نے عالمگیر سے عرض کیا کہ اب ہندوستان تشریف لے چلئے۔ دکھن میں اب کام نہیں رہا۔ اورنگ زیب نے انکار کیا تو خان موصوف نے جل کر کہہ مارا کہ دکھن میں رہتے رہتے سب کا جی بھر گیا تھا اور دہلی یاد آرہی تھی ؎

بنشستہ چنان قوی کہ برداشتنش
کارے دگرے نیست خدا بردارد

عالمگیر نے سُنا اور ہنسکر خاموش ہو گئے۔ ذیل کے اشعار بھی ہجو میں ہیں لیکن عالمگیر قدردان تھا ان کو سُنکر بھی چہرہ پر شکن نہیں پڑی اور کچھ دیر تذکرہ کے بعد اس مسئلہ کو یاد سے فراموش کر دیا۔

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات — شعر در بحر رمل باشد بہ از آب حیات
چیست عنقا؟ روپیہ۔ کبریت احمر اشرفی — کیمیا نوکر شدن یکہفتہ پیش بوالحسن
فقر و فاقہ عیلہ و عسرت صبوری انتظار — انچہ باشد نوکران بادشہ را در دکھن
خیمۂ تن خیبری کز منع بارش تابش نہ کرد — فرش دان سطح زمین۔ ملبوس چیست؟ جلد بدن

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ رائے نہ قائم کر لینا چاہیئے کہ خان عالی سلطنت کے بدخواہ تھے نہیں بلکہ ہر گز نہیں خان موصوف کا مذاق ہجو گوئی تھا اور عالمگیر مزاج شناس اور قابلیت کا پُتلا۔ وہ مزے لیکر سنتا تھا لیکن چشم پوشی سے کام لیتا تھا اور اسلئے کام لیتا تھا کہ خان موصوف کے بعد پھر اس رنگ کا دوسرا امیر میسر نہ تھا خان موصوف نے ایک مرتبہ ہدایت اللہ خاں پسر شریف الملک حیدر آبادی کی ہجو لکھی انہوں نے فوراً برجستہ جواب دیا:—

زن ندوزن و قبیلہ آن کس کش — برخوان جماع نعمت الوان است

خان موصوف سُنکر خاموش ہو گئے اور آیندہ کے لئے ہدایت اللہ خاں انکی نوک قلم سے محفوظ رہے۔

(۴۸) فرزند عالیجاه - روزے پہاڑا مل دیوان سرکار برادر نامہربان (شاہزادہ دارا شکوہ) فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت (حضرت شاہجہاں) گذرانید کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوت ایام مابین ازسرکار والا طلب است - بہ تنخواہ آن فرمان شود - آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خاں (دستور معظم - علامہ فہمی) فرمودند کہ از روے سرشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رسانند، خان مذکور فی الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد، دارا شکوہ بعد برخاست دربار با دیوان اعلیٰ (سعد اللہ خاں) کلمات تند گفت، چون از روے فرد مرسلہ مشرف غسل خانہ بمسامع علیا رسید ہمان وقت شقہ ببرادر نامہربان نوشتند و این فرد ہم بقلم آوردند ؎

باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست

ہر کس کشد بر آئنہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان، خاصہ ابنائے ملوک است پہاڑا مل کفایت خانہ شما و سعد اللہ خاں صیانت مال ما میخواہد - ہرگاہ این فرد از دفتر شما درست شدہ بود - بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آن از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ہست یا نہ، ملول ساختن بندہائے پادشاہی خصوص سعد اللہ خاں بسیار بدست و بدست آوردن دلِ این مردم خوب - مصالح کار آن

صاحب شعور و واسطۂ افزایش مال و خوش نامی صاحب معاملہ اند آخر روز چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار، نقد بسعد اللہ خاں انعام فرمودند۔

(۳۹) فرزند عالیجاہ۔ الحمد للہ کہ فرزند زادہ[1] بہادر خوب برآمد و کار دولتش ترقی روز بہ دارد۔ حالا از تربیت والاجاہ غافل نباید بود۔ صوبۂ مالوا۔ درصورت اقبال مہم سنسنی[2] و تنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خواہد ماند۔ فرمان صادر شد کہ از راجپوتان عمدہ راجہ[3] بشن سنگھ کچھواہہ

---

[1] فرزند زادہ بیدار بخت سے مراد ہے۔

[2] اکبرآباد کے قریب جاٹوں کے ایک گڑھے کا نام ہے (اب ریاست بھرت پور میں ہے)۔ آغر خاں پنجاب سے آرہے تھے جب اس گڑھے کے قریب پہونچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جاٹوں نے ایک قافلہ پر دست درازی کرکے عورتوں کو پکڑ لیا ہے۔ آغر خاں نے حملہ کیا اور مارے گئے۔ جب دکھن میں خبر پہونچی تو بادشاہ نے شاہزادہ بیدار بخت کو مامور کیا۔ انہوں نے ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۱ھ کو قلع قمع کرکے پوری گوشمالی کردی۔ عالمگیر کے یہاں راستہ کا لوٹ لینا سخت جرم تھا۔ اسلئے اس مہم کے لئے پورا سامان کردیا تھا کہ کوئی کسر باقی نہ رہے۔

[3] مرزا راجہ رام سنگھ کا پوتا اور راجہ کشن سنگھ کا لڑکا تھا۔ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۳ھ کو منصبدار ہوا اور دربار باپ کی وفات پر راجہ کا خطاب مرحمت ہوکر منصب میں اضافہ ہوا۔ خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ راٹھوروں اور جاٹوں کی سرکوبی پر مامور ہوکر فوجداری اسلام آباد (متھرا) پر سرفراز کیا گیا۔ سنہ ۱۱ھ میں وفات پائی۔ عالمگیر نے اسکے بیٹے راجہ بجے سنگھ کو راجہ جے سنگھ کا خطاب دیکر منصبدار بنایا۔ یہی راجہ سوائی جے سنگھ کے نام سے مشہور ہے اور جے پور ان کا آباد کیا ہوا ہے۔ باقی حالات کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ۔

ہمراہ خود دارد۔ و توپ خانہ وغیرہ اسباب حرب مطلوبہ این مہم از قلعہ ار اکبر آباد بگیرد۔ و والد بزرگوار راآن روے نربدہ دیدہ براہ راست باسلام آباد عرف متھرا برسد۔

(۴۰) شاہزادہ بیدار بخت[۵] کو کسی زمانہ میں اپنی بیگم شمس النساء صبیہ سیّد ممتاز خاں کے ساتھ بہت عشق تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ کو غصہ آگیا اور غصہ کی حالت میں بیگم سے کہہ ڈالا کہ باجی کی لڑکی کو شاہزادوں کے ساتھ بد دماغی زیب نہیں دیتی۔ بیگم نے رنجیدہ ہو کر عہد کر لیا کہ شاہزادہ سے آیندہ بات نہ کریگی۔ معاملہ نے طول کھینچا اور ناظر نے عالمگیر کے یہاں رپورٹ بھیجی۔ حکم ہوتا ہے۔

"صبحدم مرغ چمن باگلِ نوخاستہ گفت"
"نازکم کن کہ درین باغ بسے چون تو شگفت"
"گل بخندید کہ از راست نرنجم لیکن"
"ہیچ عاشق سخنِ تلخ بمعشوق نگفت"

---

[۵] شاہزادہ محمد اعظم کے خلف اکبر کا نام ہے۔ ان کی ماں کا نام بالو بیگم تھا۔ جو شاہزادہ دارا شکوہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہزادہ ۷ ار ربیع الاول ۱۰۸۰ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۱ محرم ۱۰۹۷ھ کو سید مختار خاں کی صاحبزادی انکے عقد میں آئیں۔ یہ شاہزادہ دکھن کی لڑائیوں میں شریک رہا اور شاہ عالم اور شاہزادہ محمد اعظم کی لڑائی میں بمقام جاجیو ۱۷ ار ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ کام آیا۔

بآن نور الابصار واضح باد کہ در ایّام جوانی کہ باصطلاح پوچ مصاحبان شما جوانی دیوانی گویند، مارا ہم در آن ایّام این تعلق باشخصیکہ نہایت تبختر داشت بہم رسیدہ بود۔ تا حیات محبت او را با نجام رسانیدیم وگاہے آزردہ نکردیم۔ دیگر آنکہ باسادات لفظ پاجی گفتن محض پاجی گریست کہ اگر سید را پاجی بگوید البتہ پاجی نخواہد شد۔ اگر از نوشتہ محلدار و ناظر رضامندی آن سیدہ نشو و بعتاب بلکہ عقاب گرفتار خواہد شد۔ جزاء

بھاکا تو اپھاوں۔

(۴۸) شاہزادہ بیدار بخت۔ گڈھی ستی (متصل اکبر آباد) کے مہم پر ۱۱۰۶ھ میں مامور ہوئے اور حملہ ہائے دلیرانہ سے راجہ رام جاٹ کا زہرہ آب کر دیا۔ لیکن دفعتاً زور شور میں کمی آگئی تو ناظر لشکر نے اطلاعی رپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ بھی دیا کہ ایسا مشہور ہے کہ شاہزادہ اور راجہ رام سے یہ معاہدہ ہوگیا ہے کہ راجہ رام اپنی برادر زادی شبستان عشرت میں داخل کردیں اور اسکے معاوضہ میں شاہزادہ راجہ رام کو گڈھی خالی کر کے کسی طرف نکل جانے کا موقع دیدے۔ اللہ اکبر۔ دکھن میں یلغاریں کر کے ملک فتح کر رہا ہے حکومت کی بساط نو مفتوحہ ممالک میں جا رہا ہے۔ صوبہ بنگال میں سڑک پر رہزنی ہوئی تو شاہزادہ کی گوشمالی ہو رہی ہے۔ دیگر امور سلطنت کو انجام دے رہا ہے

ان مشاغل کے ساتھ۔ یہ دُھن بندھی ہوئی ہے کہ راجہ رام سے بیکس عورتوں پر ڈاکہ ڈالا اور قافلہ لوٹ لیا اُس کو سزا ہونا چاہئیے یہی نہیں بلکہ شاہزادہ بیدار بخت مامور ہوتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتا ہے دل کے ایک کونہ میں اس مہم کی یاد تازہ ہے اور ناظر لشکر کو حکم ہے کہ دم دم کی خبر دے۔ جب خبر پہونچی کہ شاہزادہ اور راجہ رام میں سمجھوتہ ہوگیا ہے تو کس مزہ کا حکم دیتا ہے۔

"مضائقہ ندارد، دختر دادن ہم علامت انقیاد است، از قلعہ بیرون بیرود و از ملک شاہی کجا خواہد رفت"۔ (نوٹ) اس جملہ سے خود ہی نتیجہ نکال لو کہ عالمگیر کی سلطنت کے کیا حدود تھے اور کس دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ کسی راجہ کو راجہ رام کے پناہ دینے کی ہمت نہیں ہے۔ لیکن ؎

چہ مردے بود کز زنے کم شود

مطیع زنان بدتر از زن بود

تربیت فرزندان تعلق بآباء دارد نہ باجداد۔ شاہ عالیجاہ (شاہزادہ محمد اعظم) از مساہلہ و محبت والدۂ[1] مرحومہ الشان (بیدار بخت) کار باینجا رسانیدند، ضیق حال کہ تعزیر بکمال ست برائے عاقلان اعظم وبال و نکال است، یکسال جاگیر نصف منصب تغیر۔

---

[1] بانو بیگم صبیہ نادرہ بیگم سے مراد ہے۔

(۴۲) آن فدوی (دستور معظم اسد اللہ خاں) بخان[1] جہان بہادر بنویسد کہ سوداگران اسپان وغیرہ استغاثہ می نمایند وخبر صحیح است" (نظلم ظلمات یوم القیامۃ از چہ رو منظور نداشت؟ ویاد موت کہ قریب تر از شہ رگ است چرا گذاشت؟ از سخطِ الٰہی وغضبِ بادشاہی بترسد و آنہا را رضامند کند ہ

حلمِ حق باتو مواسا ہا کند
چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

در خانہ خود دیوان کردہ بنشیند ہ

چند گوئی خانۂ واین خوان من

[1] میر ملک حسین نام تھا اور مرزا ابو المعالی خوافی کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے کوکہ تھے۔ خان جہان بہادر ظفر جنگ۔ کوکہ خطابات تھے اور ہفت ہزاری منصب تھا مختلف صوبوں میں دبدبہ کے ساتھ صوبہ داری کی۔ قلم اور تلوار کے دھنی تھے سنہ ۱۰۸۱ھ کے پُر آشوب زمانہ میں دکھن میں صوبہ دار مقرر ہوکر مامور ہوئے اور عالمگیری جھنڈا یہاں بھی اونچا کیا۔ حیدر آباد کی مہم میں بھی شریک تھے یہاں بھی خوب کام کئے۔ سنہ ۱۱۰۱ھ میں بیمار پڑے تو حضرت عالمگیر عیادت کے لئے گئے۔ خان موصوف قدمبوسی کے بعد بہت روئے اور عرض کیا کہ خانہ زاد کی آرزو تھی کہ کسی معرکہ میں جان نثار کرتا لیکن موت اس طرح لکھی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تمام عمر اخلاص اور بندگی میں جان نثار کی ابھی تک آرزو باقی ہے۔ خان جہان بہادر ۱۹ر جمادی الاول سنہ ۱۱۰۹ھ کو بمقام شولا پور انتقال کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ بڑے دبدبہ کے امیر تھے جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے کسیکو چون وچرا کی مجال نہ تھی۔ تاریخ آسام ان کی تصنیف ہے۔ انکے ایک بھائی کا نام مظفر حسین اور فدائی خاں خطاب تھا دوسرے اعظم خاں کوکہ کہلاتے تھے۔

آن فدوی از نصرت جنگ[۱] پرسیدہ بطلبد کہ نگینِ زمرد بادمرحمت میشود لیکن تمام خطاب وفا نمی کند۔ اگر بگوید نصرت جنگ فقط کندہ مقرر کردہ عنایت کنیم ؎

دانی کہ بر نگینِ سلیمان چہ نقش بود
خطے بزر نوشتہ کہ این نیز بگذرد۔

(۴۳) منیر خاں کابل کے صوبہ دار تھے اور وہیں ۲۷ شوال ۱۱۰۹ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ بخشی خلیل اللہ خاں کے صاحبزادے اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے انکا اصل نام میر میران تھا مگر عالمگیری سرکار سے میر خان کا خطاب تھا اور پنجہزاری منصب سے سرفراز تھے۔ ہندوستان میں مختلف خدمات انجام دینے کے بعد کابل کی صوبہ داری کے لئے منتخب ہوئے اور اپنا کام وفا شعاری کے ساتھ انجام دیا۔ جب انکے مرنے کی خبر آئی تو عالمگیر بار بار انکی وفا پرستی کو یاد کرتے اور افسوس کرتے رہے اور اُنکی جگہ شاہزادہ معظم کو صوبہ دار کابل مقرر کیا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن عام قاعدہ کے ماتحت میر خان کی وفات کے بعد انکے اموال و متاع کے لئے معمولی حکم ہوا۔ قرابت داری اور خیر خواہی کو معاملات ملکی میں

[۱] نواب ذوالفقار خاں سے مراد ہے۔

کیا دخل۔ جب مسلمان امیر قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اور خالہ زاد بھائی کی جائداد کے لئے وہی حکم تھا جو معمولی امیر کے لئے تو پھر اگر عالمگیر نے کسی راجپوت راجہ کی وفات کے بعد یہی حکم دیا! تو کیوں مطعون کیا جاتا ہے؟ شکایت کا اسوقت موقع تھا جب وہ مسلمانوں کے لئے کچھ اور ہندؤں کے لئے دوسرا حکم دیتا۔

میر خاں کی وفات کے بعد جو رقعہ لکھا ہے وہ زبردست اور ناقابل تردید شہادت اس امر کی ہے کہ عالمگیر میں چاہے اور کمزوریاں ہوں لیکن وہ قواعد کا سخت پابند تھا اور معاملہ میں کسی کی خاطر و مروت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔

"آن فدوی (نواب اسد خان) را عزا با (اسلئے کہ عزیز قریب تھے) آنکہ امیر خان درگذشت اگرچہ مارا ہم باید گذشت ؎

تا نفس باقیست راہ زندگی ہموار نیست

آن فدوی بدیوان دار السلطنت لاہور کہ برادر اوست بنویسد کہ اموال آن مبرور بجد و کد تمام کہ نقیر و قطمیر و دامے و درمے بلکہ پر کاہے فرو گذاشت نشود ضبط نماید۔ و از خوارج نیز بتقید ہرچہ تمام تر خبر گرفتہ و از تبعہ و لحقہ بامید و بیم استفسار کردہ ہر جا ہرچہ یابد در قید خود آرد۔ کہ این حق عباد است بہ شخصے را کہ خلیفہ وقت بصلاح یا فساد۔ رعایتے افزون از حد شرع نماید۔

حق مومنین پائمال کردہ باشد۔ درایام حیات او برائے پاس خاطرش
این معصیت برخود گرفتہ بودیم۔ اکنون چرا بازنگیریم ؎
گفتگو بسیار شد خامش شدم
مسئلہ بسیار گفتم دم زدم

(۴۴) امیرخاں صوبہ دار کابل نے گذارش کی کہ سرحد ایران کے اندر (۱۰ کوس پر ایرانی چوکی ہے اور بوجہ کمیابی چارہ پانی) تھانہ دار ایران کو دس کوس ہندوستانی سرحد کی طرف چوکی قائم کرنے کی اجازت دیجائے اور اُسکے معاوضہ میں سالانہ سو گھوڑے عربی پیش کریگا۔

بعد ملاحظہ حکم ہوا کہ تھانہ دار ایران را بآب ورنگ آوردن و صوبہ داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست لیکن ؎
"طمع را سہ حرف است وہر سہ تہی"

دو کروہ این طرف رخصت دادن چہ معنی دارد کہ دو قدم رخصت نیست؟
مسئلہ فقہی در ہمہ مذہب سند است۔ کہ اصرار بر صغائر عین کبائر است
عجب است ازآن خانہ زاد موروثی اجداد کہ از سن ہفت سالگی در حضور تربیت شدہ از تدبیر ایرانیان غافل است، خود تصور کند کہ برائے این کار سہل کہ دو کروہ این طرف نشانیدن تھانہ باشد۔ چگونہ یکصد اسپ عراقی کہ قیمت آن عمدہ میشود۔ راضی شدہ اند؟ ہمان

مثل است کہ

سر انگشت گیرد بفکرِ شکست | بیکبار جرأت نماید بدست
تو از فکرِ دشمن بغفلت مباش | ہمیشہ رخ تیرہ اش را خراش

مثل مشہور است کہ عقل و دولت قرین یکدیگر اند، ہر کرا عقل نیست دولت نیست۔

عوام کالانعام فہمیدہ اند کہ ہر کہ دولت مند باشد البتہ باید عاقل باشد و این غلط است۔ معنی آنست کہ ہر کہ عقل ندارد دولتِ او پائدار نیست پس گویا نیست۔ طول کلام درین مقام آہن سرد کوفتن و جامۂ کہنہ دوختن است۔

(۷۵) خواجہ میر عابد کے لڑکے شہاب الدین ولایت سے آئے اور سہ صدی ہوکر بادشاہ کی ہمرکابی میں اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔ شاہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اور انکے نقل و حرکت کی خبر نہ تھی اور نہ کوئی خبر لانے کے لئے آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ میر شہاب الدین نے عرض کیا کہ غلام کو اس خدمت پر مامور کیا جائے۔ بادشاہ نے خوش ہوکر خلعت مرحمت کیا اور دوصدی منصب میں اضافہ کرکے پنجصدی منصبداری سے سرفراز فرماکر روانگی کی اجازت دی۔ میر شہاب الدین چودھویں روز

خبر لیکر آئے اور لشکر میں داخلہ کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ حاضر
ہوکر خبریں عرض کیں۔ بادشاہ کے دل پر اُن کی اطاعت شعاری
اور خیر خواہی کا اثر پڑا۔ اور حالات سنکر فرمایا ؎

چون لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہ افسرِ اقبال میشود

یہی شہاب الدین اپنی کارگذاریوں کے صلہ میں غازی الدین خاں
بہادر فیروز جنگ کے خطابات سے سرفراز کئے گئے اور عالمگیری
دور میں ہفت ہزاری منصب دار ہوئے ۳۲ سنہ ۱۰۹۹ھ جلوس میں
ظالموں نے قیامت مچادی۔ جو ضرب میں آیا موت کے گھاٹ اُترا۔
کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے۔

"قیامت بود یا شور و بابود" ؎
۱۰۹۹ھ

میر شہاب الدین فیروز جنگ بھی مبتلائے مرض ہوئے اور بصارت
وسماعت کھو بیٹھے۔ قدردان بادشاہ نے بہت ہمدردی کی اور محبّت
کے ساتھ علاج کرایا۔ اطبائے یونان نے انگور کے استعمال کی
ممانعت کی تھی بادشاہ نے بھی استعمال چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک
خط میں لکھتے ہیں۔

(۴۷) خان فیروز جنگ بکرنگ من۔ میخواستم برائے عیادت آن

دولت خواہ خود بیائیم امابچہ رووکدام نظر مشاہدہ نمائیم؟ لہذا سعادت خان رانیابتہً فرستادیم تا بچشم ما بیند و اظہار ما فی الضمیر کند۔ از میوہائے نورس انچہ اینجا ہم رسید انگور ست۔ اما اطبائے یونانی برائے آں عمدۂ مخلصان ہزاجدان مضر میگویند لہذا برخود ہم ناگوار کردیم، انشاأاللہ تقدس بعد صحت کامل وشفائے عاجل یکجا میخوریم ؎

یارب این آرزوئے من چہ خوش است
توبدین آرزو مرا برسان۔

(۴۷) وقائع نگار نے اطلاع دی کہ خان فیروز جنگ احکام میں لکھتے ہیں، حسب الارشاد کرامت بنیاد۔ بعد ملاحظہ حکم ہوا۔

"مضائقہ ندارد۔ بزرگان ایشان درویش خانقاہ نشین بودند (خان فیروز جنگ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے) فقط حسب الارشاد راقبول کردیم۔ ہفت ہزاری کرامت نمیدارد"۔

جب خان فیروز جنگ کو خبر ہوئی تو انہوں نے لکھا:۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ والمعترف بالتقصیر فقد عفی اللہ عنہ القلیل والکثیر برعرضداشت دستخط شد۔

من عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ

ترجمہ۔ ہر کہ عفو و ملامت باصلاح آرد پس اجر او بر خداست و
ہر کہ بتقصیر خود معاودت کند۔ خدائے تعالیٰ ازو انتقام میگیرد۔

(۴۸) ۱۱۱۳ھ میں عالمگیر نے منصبداروں کی فوج کا جائزہ لیا۔
اور خان فیروز جنگ کے یہاں مقررہ تعداد سے زیادہ فوج پاکر
شاہزادہ بیدار بخت کو تہدید نامہ بھیجا:۔

فرزند زادۂ بہادر۔ محلۂ (جائزہ) ہمراہیان خود کہ خان فیروز جنگ
نمودہ زیادہ از ضابطۂ منصب و تنخواہ او بنظر آمد۔ از توپ و رہکلہ
دیان ورام جنگی وجزائر وکھڑ نال وشتر نال وگجنال وسواران بابراق
واسپان وفیلان با برگستوانہائے براق ودیگر لوازمہ طمطراق آن قدر
کہ باید بلکہ نباید۔ ملاحظہ شد۔ چنانچہ اکثرے ازآن بسرکار والا۔ درآمد۔
شما کہ مضاعف او می یابید۔ چرا زرہا ضائع میکنید وبے مصرف صرف
می نمائید؟ آنچہ درکار بود ساختنش ضرورست ودیگر ہمہ خود سازیست۔

خان فیروز جنگ رنجیدہ ہوئے لیکن ضابطہ۔ ضابطہ ہی رہا دوسرے
طریقہ سے اضافہ منظور ہوا۔ مگر جس طور سے خان فیروز جنگ نے
لوازمہ رکھ چھوڑا تھا وہ جائز نہیں قرار دیا گیا۔

(۴۹) جب خان فیروز جنگ زیادہ ملول ہوئے تو انکو رقعہ بھیجا:۔

خان فیروز جنگ - تفریق فوج لاعلاجی است - فدوی زادہ را زود[ا] بحضور

کرامت گنجور بفرستد کہ بانعامات و ادرارات امتیاز یافتہ باز پیش آن دولتخواہ

خواہد رسید - ~~

ہان مشو نومید چون واقف نۂ ز اسرار غیب

باشد اندر پردہ بازیہائے پنہان غم مخور

~~ آنچہ دل از فکر آن میسوخت بیم ہجر بود

آخر از بیمہری گردون بآن ہم ساختیم

(۵۰) وقائع نگار تعینہ لشکر خان فیروز جنگ نے اطلاع دی کہ محمد عاقل

کو بعلت راہزنی خان نے قتل کرادیا - حکم ہوا:-

عمدۃ الملک مدار المہام بخان فیروز جنگ بے فرہنگ بنویسد

کہ بر قتل کہ عبارت از ہدم بنیان الٰہی است بغیر از حجت شرعی اقدام

[ا] قمر الدین خاں نام تھا میر شہاب الدین فیروز جنگ - غازی الدین خاں ہفت ہزاری کے صاحبزادے ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے - عالمگیری سرکار سے قلیچ خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب تھا - بہادر شاہ بادشاہ نے خان دوراں خان کا خطاب مرحمت فرمایا - فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں فتح جنگ - نظام الملک کے خطابات سے سرفراز ہوکر صوبہ داری دکھن مرحمت ہوئی اور محمد شاہ نے خلعت وزارت اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز فرماکر صوبہ داری مالوا کا اضافہ فرمایا - نواب کو شاعری سے ذوق تھا - اپنا دیوان یادگار چھوڑا یہ نہایت دلیر شجاع اور سیر چشم تھے - صفحہ ۱۲۷ - قاموس المشاہیر مفصل حالات کتاب کے شروع میں درج ہوچکے ہیں

نموده - وائے برآن روزکہ وارث بہم رسد وودیعت نکند - این نحیف را بغیر از حکم قصاص چہ چارہ کہ ترحم در حدود ممنوع نص کلام اللہ است ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ -

(۵۱) خان فیروز جنگ یکرنگ من - الحمد للہ دوری قلبی نیست ؎

گر دہینی با منی پیش منی
ور پیش منی وبے منی در یمنی

از احوال شبا روزی اکثر اطلاع می دادہ باشند تاکہ مواصلت صوری دست دہد خانہ زاد عنایت اللہ خان را ندیدہ ایم جائے او خالی ست ؎

"شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست"

(۵۲) خان فیروز جنگ[۱] کارخوردا ناتمام گذاشت، باوجودیکہ فرزند زادہ از برہان پور آمدہ بدید نش نرفتہ رواثہ برار شدہ و لفظ سپہ سالار کہ می نویسد از نوشتۂ وکیل معلوم شدہ - یا خبر غیبی است[۲] درین مادہ نہ فرمان رفتہ ونہ ماگفتہ ایم، بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد ؟ -

---

سلہ - امیر الامرا - غازی الدین خاں سے مراد ہے - جو نظام الملک آصف جاہ - خان دوراخان فتح جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے - باپ کے انتقال کی خبر سنکر بیدار السلطنت سے دکھن روانہ ہوئے - لیکن اورنگ آباد پہنچ کر - ۲ ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کو انتقال ہوگیا اور نعش دہلی لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے -

سلہ فرمان جاری کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ حسن طلب ہے اور سنہ جلوس میں منصب سپہ سالاری سے سرفراز فرما دیا -

(۵۳) ذوالفقار خاں نصرت جنگ جس پایہ کے امیر اور جس دبدبہ کے جرنیل تھے وہ اس کتاب کے شروع میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں انکی جانبازانہ خدمات نے مرہٹوں کی قوت کا دکھن میں قلع قمع کر دیا تھا۔ دکھن کے بڑے بڑے سردار انکی جبروت اور بہادری کا لوہا مانتے تھے اور سچ تو یوں ہے کہ خان نصرت جنگ اور فیروز جنگ پر عالمگیر کو ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا۔ لیکن انکی یہ مجال نہ تھی کہ قاعدہ کے خلاف کریں اور جب کبھی ایسا موقع آیا تو عالمگیر نے مواخذہ کے شکنجہ میں انکو خوب ہی کسا اور حسب موقعہ سزائیں دیں لیکن ان امیروں نے اطاعت شعاری اپنا شعار قرار دے لیا تھا اُس سے کبھی منحرف نہ ہوئے جنجی کا نامی قلعہ اور کرناٹک کے سو چھوٹے بڑے قلعے اور ساحلی مقامات فتح کرنے کے بعد خان نصرت جنگ خوشی خوشی دربار کو روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ میں ایک اور مہم پر تعناتی کا حکم پہنچا۔ خان نے خیال کیا کہ سلام اور قدمبوسی کے بعد چلے جائیں گے۔ غریب کو یہ کیا خبر تھی کہ اس عدول حکمی کی پاداش میں روز بد دیکھنا نصیب ہوگا اور رسوائی اُٹھانا پڑیگی۔ لشکر شاہی پرنالہ پر تھا۔ انھوں نے حسب قاعدہ لشکر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی اور خان نصرت جنگ

کے وکیل یار علی بیگ کو حکم دیا کہ صورت حال سے خان نصرت کو
آگاہ کیا جائے۔ اطلاع کے بعد بھی خان نصرت جنگ بلا اجازت
کیمپ میں آگئے اور دیوان خاص میں حاضری کے طالب ہوئے۔
عالمگیر نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ حکم دیا کہ بہتر ہے آئیں۔
ہمیشہ پالکی دیوان خاص کی جالی کے برابر آیا کرتی تھی۔ اس موقعہ پر
پالکی جالی کے اندر آئے۔ اور دیوان خاص کے دونوں رواہٹوں کے
درمیان میں رکھی جائے اور خان نصرت جنگ ترکش و کمان کندھے
پر رکھکر اور بندوق ہاتھ میں لئے حضور معلی میں حاضر ہو کر قدمبوسی
حاصل کریں۔ یار علی بیگ نے ان عتاب آمیز سرفرازیوں کا حال
مفصل لکھ کر بھیجدیا۔ خان سناٹے میں آگئے اور تمام اسلحہ جسم سے
علیحدہ کر کے گلال بارے سے دیوان خاص تک پا پیادہ گئے اور
وہاں ٹھہر کر حکم کا انتظار کیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی تو دو گھنٹہ کے
بعد حاضری کا حکم دیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو گھبرا جاتا اور فوراً
یہ نتیجہ نکالتا کہ پیہم فتوحات کی وجہ سے خان کا دماغ خراب ہو گیا
اور وہ سرکش ہو گئے اور نہ معلوم کیا سے کیا ہونے لگتا۔ لیکن
عالمگیر دوسرے ہی دل و دماغ کا تھا۔ دیکھئے کس دبدبہ کے ساتھ
اُس نے گرفت کی اور یہ بھی دیکھئے کہ خان نصرت جنگ بھی اپنی

غلطی پر کس قدر متاسف ہوئے۔

خان نصرت جنگ نے حاضر ہو کر قدمبوس ہونا چاہا تو عالمگیر نے داہنا پیر پھیلا دیا۔ گھبراہٹ میں خان کا پہلو مسند پر آگیا جو باعث تکدّر ہوا۔ لیکن بادشاہ نے خان نصرت جنگ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:-

چون مدتے در بیرون ہا بودید ضوابط حضور فراموش کردید ؎

زاغ دُم سوئے شہر و سر سوئے دہ

دُم آن زاغ از سرِ او بہ

بعد ازان رو بطرف بہرہ مند خان[۱] کردہ فرمودند کہ چہ معنی دارد کہ خانہ زادان بسبب رفتن بیرون آداب را فراموش کنند؟ ظاہراً در باصرۂ خانِ مذکور تفاوت شدہ است۔ محرم خان را حکم شد کہ عینک آوردہ بدست خود بر بینیِ خان مذکور بگذارد و تاکید شد کہ ہمین طور بخانہ رود و ازین راہ کہ عنایت حضور است تا سہ روز باید کہ عینک گذاشتہ بدستور خلعت بدربار می آمدہ باشد۔

---

[۱]۔ بہرہ مند خان پسر بہرام شاہ۔ امرائے عالمگیری میں سب امیروں سے معمر تھا۔ سنہ ۱۱۰۲ھ میں بجائے بخشی الملک روح اللہ خاں اول کے میر بخشی ہوا اور ۵ رجمادی الثانی سنہ ۱۱۱۲ھ میں وفات پائی وصیت کے موافق بہادر گڈھ میں دفن ہوا۔

حکم کی تعمیل ہوئی - لیکن امیر خاں داروغہ خواصان کے ذریعہ سے
خان تنہائی میں حاضر ہوکر خواستگار معافی ہوا - عالمگیر نے قصور
معاف کیا اور خان نصرت جنگ رات ہی کو مہم پر روانہ ہوگئے -

(۵۴) خان نصرت جنگ کی فوج میں زندان خاں دکھنی چہار ہزاری منصبدار
خیر خواہی کے ساتھ کام کرتا تھا اسلئے خان نے سفارش کی کہ جانفشانی
کے ساتھ کام کرتا ہے اگر کچھ مرحمت ہو جائے تو مناسب ہے -

"لفظ جانفشانی محض عبارت وانشا است + مقرر اگر جانفشان می بود
تاحال چرا زندہ می بود؟ و رعایت این جماعت عقرب در دست گرفتن
و مار در بغل داشتن است - الکوفی لا یوفی"

(۵۵) خان نصرت جنگ - ہنونت کی گرفتاری کے لئے مامور ہوئے اتفاقاً
لشکر معلّی سے دو میل پر اُس نے دریا عبور کیا - اور خان نصرت جنگ
تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تو وہ دریا عبور کر چکا تھا - خان نے استدعا
کی کہ اس قدر قریب آکر قدمبوسی حاصل نہ کرنا - گوارا نہیں ہوتا - اگر
اجازت ہو سلام کرنے کے بعد تعاقب میں روانہ ہوں - حکم شد: -

"دو امر خلاف ادب بظہور رسیدہ - یکے آنکہ چرا چنین کرد کہ اشقیا
از نزدیک معسکر معلی عبور کردند؟ این خالی از سوء ادب نبود بلکہ احتمال
بحرمک بود دوم آنکہ - بکار مامور نپرداختن و برخلاف آن عرض کردن

بخلاف اطاعت بعمل آمدہ "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"

(۵۶) خان نصرت جنگ = راو دلیپ[۱] وغیرہ متعینان خود را۔ سوائے ملتفت خان پیش شاہزادہ عالیجاہ بگذارد کہ آنجا ہم کار بسیار است و دست آنہا اگر کوتاہ باشد و در کار خللی نشود فبہا کہ بعضیہا را نائے بیحیا بیک کمان تیر می اندازند و نمی فہمند کہ خود را نشانۂ تیر وبال آخرت می سازند ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ مارا

العافیۃ بالعاقبۃ۔

(۵۷) خان نصرت جنگ سن = ارباب کار تیمارِ حال مردم متدین کم می کنند۔ زیرا کہ از ینہا تواضع آنہا از اوّل تا آخر نمی آید، و سفّاکان در گرفتن و دادن باک ندارند، یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمی خواہد

---

[۱] راؤ دلیپ سنگہ راجہ اورچہ کا نام ہے جنکو عالمگیر نے خدمات کے صلے میں راجہ کے خطاب سے سرفراز کرکے سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار کے منصب جلیلہ پر ترقی دی تھی سنہ ۱۱۱۶ھ میں علم و نقارہ مرحمت ہوا۔ اور وفات کے قبل پنجہزاری ہو گئے تھے۔ راجہ دلیپ سنگہ راو بھنگر سنگہ کے لڑکے تھے جو عالمگیر کے بچپن کا دوست تھا۔

خلاف امریست دشوار۔ نمیدانم روز جزا بر من چہ خواہد گذشت؟ وبعد ازین بر سر بندہائے خدا چہ مصیبت[۵۱] خواہد شد ؎

فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را
عشرتِ امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان وترسان باید بود وہر لحظہ الحفیظ والامان باید گفت۔

(۵۸) فدوی درگاہ شجاعت[۵۲] خان درگذشت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آدم کاردان بود ودر گجرات عمل درست داشت صوبہ دارے جہت آن ملک تجویز باید کرد۔ ودو سہ کس بجائے خود سنجیدہ عرض نمود۔ عالیجاہ (شاہزادہ محمد اعظم) ہم رغبت دارند۔ اگر بادشاہزادگی را کار نفرمایند و بہتر از دیگران سرانجام توانند کرد۔ میتوان داد۔ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَاِلَیْہِ الرَّشَادُ۔ ودرین مقدمہ بہتر از خیر اندیش خان دیگر کسے نیست امامی گویند

---

۵۱ قافلہ سالار کی رحلت کے بعد جو مصائب بندگان پر پڑیں اور جس طرح نامی گرامی امیر اور فوجی افیسر خانہ جنگیوں میں تباہ اور برباد ہوئے۔ اسکے معلوم کرنے کے لئے عہد بہادر شاہ سے سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو ملاحظہ فرمائیے۔

۵۲ شخصی سلطنت تھی لیکن مدار المہام کو افسران کے انتخاب کرنے کا حق تھا اور انکی سفارش پر صوبہ داریوں کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ لیکن ہم اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ نعمت تمدن یورپ کی ایجاد ہے اور شخصی سلطنت میں کوئی اس اصول سے واقف ہی نہ تھا۔

کہ حیثمانش از کار رفتہ بارے اورا یاد یگرے را مقرر نمایند۔ عتیق اللہ خان ہم [۱۵]
بد نیست و در مقدمۂ ابراہیم خان وکشمیریان۔ حفیظ اللہ خان خوب ننوشتہ
ومآل اندیشی را دخل نداده

حیف برین دانش و آئینِ او
کور شده دیدۂ حق بینِ او

در باب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد؟ وازین
جاست کہ گفتہ اند۔ قاضی و امین تحقیقات متعصب باید کرد کہ بیک اقرار
وانکار مقدمہ تمام نہ کند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نرود و اعتبار
جہت غالب را منظور ندارد۔ ازین قسم مردم پیشتر ہم کم بودند و درین

۱۵ محمد بیگ نام تھا اور شاہزادہ کام بخش کی سرکار میں مصاحب تھے۔ جب بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا تو یہ صوبۂ گجرات چلے گئے۔ حضرت داراشکوہ سموگڈھ کی شکست کے بعد گجرات آئے اور انکو قزلباش خاں کا خطاب دیکر ہمراہ لیا لیکن جب انکو نواح اجمیر شریف میں شکست ہوئی تو محمد بیگ عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہوکر صوبہ دار گجرات مقرر ہوئے۔ اور پھر کار طلب خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور متصدی گری سورت مرحمت ہوئی اس زمانہ میں یہ معزز عہدہ تھا کچھ دنوں بعد صوبہ داری الہ آباد پر ترقی پائی اور خطاب شجاعت خاں مرحمت ہوا چھوٹے درجے سے منصب چہار ہزاری تک اپنی قابلیت کے بدولت پہنچے تھے۔ ۲۰ محرم ۱۱۱۳ھ مطابق ۴۵ جلوس میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں دفن ہوئے۔ خلیق و منکسر المزاج اور صوفی منش تھے احمد آباد کے لوگ ولی سمجھتے ہیں اور آج بھی چادریں چڑھاتے ہیں۔ شجاعت خاں کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی لیکن ایک لے پالک چھوڑا اسکو نظر علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن کچھ نکلا نہیں۔ دو لڑکیاں تھیں جو معصوم بیگ اور حیدر قلی خاں کو بیاہی گئیں۔

وقت کہ ایمان ضعیف و شیطان قوی است ۔ خود کجا؟

(۵۹) خان جہان[۵] بہادر درگذشت ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۔
سبحان اللہ آدمی چہ قدر غافلست؟ و نفس تا کجا پر و غالب؟ درین ایام
صوبہ داری دکھن میخواست و بچہ دلگرمی آرزوئے آن میکرد ۔؟ آرے کار
نفس بدتر ازین است ؎

کشتن این کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
عالمے را لقمہ کرد و در کشید — معدہ اش نعرہ زنان ہل من مزید
دوزخ است این نفس و دوزخ اژدہاست — کو بدریا ہا نگردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز — کم نگردد سوزشِ این خلق سوز
سنگہا و کافرانِ سنگ دل — اندر آیند اندران خوار و خجل
ہم نگردد ساکن از چندین غذا — تا ز حق آید مر او را این ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز — این ست آتش اینست تابش این ست سوز
حق قدم بر وے نہد از لامکان — انگہ او ساکن شود از کن فکان
چونکہ جزو دوزخ است این نفس ما — طمع کل دارد ہمیشہ جزو ہا
این قدم حق را بود کو را کشد — غیر حق خود کے کمان او را کشد؟
تو تے خواہم ز حق دریا شگاف — تا بسوزن بر کنم این کوہِ قاف

---

[۵] میر ملک حسن ۔ خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش سے مراد ہے ۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو
فٹ نوٹ سابقہ ۔ ۱۹ ر جمادی الاول ۱۱۰۸ھ مطابق سنہ ۴۰ جلوس میں انتقال ہوا ۔

او تعالیٰ توفیق کرامت کند و ازیں تیرہ روزی رہائی بخشد۔ بحرمۃ محمد وآل محمد۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(۶۰) فدوی درگاہ۔ امیر الامرا[۵۱] در گذشت از مردم قدیم ہمین یک کس

[۵۱] مرزا ابو طالب نام تھا اور شمس الدولہ آصف خاں شاہجہانی کے بیٹے۔ عالمگیر اور امیر الامرا ذوالفقار خاں کے ماموں تھے۔ جس روز پیدا ہوئے شایستہ خاں کا خطاب مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری عطا ہوا۔ جوان ہو کر معرکوں میں شریک ہوئے۔ عالمگیری عہد میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر صوبہ بنگال، دکھن اور اکبر آباد میں صوبہ دار رہے۔ مرہٹوں نے جس امیر کی تلوار سے پناہ مانگی وہ یہی شائستہ خاں تھے۔ مرہٹوں میں جب کھلے میدان لڑنے کی قوت باقی نہیں رہی تو راتوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ شائستہ خاں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی ہمت نہ رہی تو رات میں کچھ مرہٹے زنانہ لباس پہنکر محلسرا میں داخل ہو گئے اور غافل سونے والوں پر حملہ کیا۔ محلسرا میں خوب تلوار چلی۔ حملہ کرنے والے جان سے مارے گئے لیکن شائستہ خاں بھی زخمی ہوئے۔ عالمگیر کے یہاں یہ انتہائی غفلت تھی۔ شائستہ خاں کو چشم نمائی کی گئی اور بنگالہ کی صوبہ داری پر تبادلہ کر دیا گیا۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور مالوا کی صوبہ داری کر چکے تھے اور شاہزادہ معظم کے اتالیق بھی رہ چکے تھے اور مہم گولکنڈہ میں شریک رہے تھے۔ آخر زمانہ میں صوبہ دار اکبر آباد تھے اور اسی شہر میں ۶ ارشوال ۱۱۰۵ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جمنا کے کنارے اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ الہ آباد کے قلعہ کے پیچھے دریائے جمنا کے کنارے انکی بنوائی ہوئی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اسکی بنیاد عہد شاہجہانی میں رکھی گئی تھی اور ۱۰۵۶ھ میں تکمیل کو پہنچی۔

امیر الامرا بڑی خوبیوں کے متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ معمولی دل و دماغ کے امیر کو انکا عشر عشیر عروج ہوتا تو اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا۔ مگر نواب شائستہ خاں امیر الامرا ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور حتی المقدور سوال رد نہ کرتے تھے یہ تو منصب اور عروج تھا۔ اور مرنے کے بعد ضابطہ کی کارروائی کی گئی جب اپنے ماموں کے لئے عالمگیر نے قاعدہ نہیں توڑا۔ تو پھر مہاراجہ جسونت سنگھ تو شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے تھے انکے لئے اگر قاعدہ نہیں توڑا گیا تو عالمگیر کیوں ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔ اگر شائستہ خاں کی اولاد عدول حکمی کرتی تو انکو بھی سزا دیجاتی مگر انکے یہاں تو بادشاہ کے حکم کی سرتابی۔ خلاف احکام خدا و رسول تھی اور آج ہے۔ وہ کیسے سرتابی کرتے۔ مذہب کی رسی میں بندھے ہوئے تھے۔؟

ماندہ بود۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مطالبہ ہم دارد۔ بدیوان بیوتاتِ
آن صوبہ برائے ضبط اموال باید نوشت کہ بتقید تمام بضبط آرند۔ واز مرحوم
او بزور و گرفتگی ہر قسم کہ میسر آید مبلغہائے بادشاہی بگیرند و دیوان مرحوم را
فہمیدہ می گویند کہ بشرط نیکو خدمتی رعایتہا کردہ خواہد شد و حقیقت پسرانِ اُن
مغفور بعرض باید رسانید۔ بدیگرے ہم درین باب گفتہ ایم۔ امّا بگمانِ
رعایت قبیلہ داری او نوبتِ ثانی آن فدوی باین امر مامور گردیدہ یقین
کہ برویہ مرضیہ خود براستی و درستی ظاہر خواہد کرد۔ امان اللہ خاں ہم برائے این
کار بدنیست متعین باید کرد و مراتب بعرض رسانید کہ اضافہ دادہ شود۔
و یک رعایت ہم بخاطر ہست نسبت باو العمل می آید۔

سلہ (۱) خدابندہ خان۔ بہرائچ (اودھ) کرناٹک اور مندسور وغیرہ کے صوبہ دار رہے
روح اللہ خاں ثانی کی وفات کے بعد منصبدار سہ ہزاری ہوئے اور محلات شاہی کی داروغگی
کی خدمت پر آخر عمر میں سرفراز رہے۔

(۲) بزرگ اللہ خاں دوسرے صاحبزادے کا نام ہے۔ جو ایک ذی رتبہ افسر تھے اور
۱۰۵۰ھ میں صوبہ داری بہار کی خدمت پر مامور ہوئے ۱۰۹۸ھ میں بمقام جاج نگر
(اڑیسہ) مسجد بنوائی ان کا اصلی نام ابو النصر تھا۔

(۳) ابوطالب نام اور عقیدت خاں خطاب تھا ۲ سنہ جلوس میں فوت ہوئے۔

(۴) ابوالفتح خاں۔ سیواجی کے شبخون میں کام آئے۔

(۶۱) سوانح نگار وزیر دست خان [۵۱] در باب سید میرک چیز ہا نوشتہ اند۔ اصلی وار و یانہ او خود را در اصحاب تدین میکشد۔ از عنایت اللہ خان [۵۲] بپرسد۔ از صالح خان [۵۳] صوبہ داری اکبرآباد خوب سرانجام شدہ است

[۵۱] امیر الامرا علی مردان خاں ہفت ہزاری کے پوتے اور ابراہیم خاں پنجہزاری کے بیٹے تھے بمختلف خدمات انجام دینے کے بعد ۴۹ جلوس میں چہار ہزاری منصب پر ترقی پاکر صوبہ اجمیر کی صوبہ داری پر سرفراز کئے گئے اور فوجداری لکھی جنگل کے صوبہ میں شاہزادہ جہاندار شاہ بجائے انکے صوبہ دار ہوئے۔

[۵۲] سید جلال نیشاپوری کی اولاد میں تھے۔ انکے آبا و اجداد کشمیر سے آئے اور اسی ملک میں سکونت اختیار کر لی۔ عنایت اللہ خاں کے پدر بزرگوار کا نام شکر اللہ تھا۔ عنایت اللہ خاں کی ماں حافظہ تھیں اور نواب زیب النسا بیگم کی تعلیم اُنکے سپرد تھی۔ جب شاہزادی حفظ مصحف مجید کی عزت حاصل کر چکیں تو ماں نے شاہزادی کے ذریعہ سے عنایت اللہ خاں کی سفارش کرائی۔ چہار صدی منصب عطا ہو کر شاہزادی کے سرکار میں خانساماں کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ انکے مزاج میں جدت تھی اور بات میں بات پیدا کر کے محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے اسلئے قدر دان بادشاہ نے خطاب خانی اور منصب دو ہزاری سے سربلند کر کے دیوان تن خالصہ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جب نواب عمدۃ الملک بیمار ہوئے تو اُنکے بجائے عنایت اللہ خاں خدمت وزارت انجام دیتے تھے عالمگیری دور کے بعد انکے کام کی قدر ہوتی رہی ہفت ہزاری منصب پر ترقی پائی۔ چھ لڑکے چھوڑے۔ کتاب احکام عالمگیری انکی مرتب کی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے دستخطی احکام جمع کر کے اُن کا نام کلمات طیبہ رکھا۔ عنایت اللہ خاں خوش صورت اور نیک سیرت متین اور متدین تھے اور فقیروں سے اعتقاد تھا۔ عالمگیر انکے املا اور انشا پر فریفتہ تھا۔

[۵۳] فدائی خاں محمد اعظم کا بڑا لڑکا۔ فدائی خاں۔ عالمگیر کے کوکہ اور خان جہان بہادر کوکلتاش ظفر جنگ کے بڑے بھائی تھے۔ فدائی خاں کی وفات پر صالح خاں کو فدائی خاں کا خطاب عنایت ہوا۔

گوپال سنگھ[۵۱] را ہم در باب اعانت او باید نوشت و بخان مذکور تسلی نامہ قلمی ساخت

"چنار تا بکجا عیب مفلسی پوشد"[۵۲]

(۶۴) مکرم خان[۵۳] در چہ کار است؟ باوجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین

توقف از چہ راہ؟ اولی ترازین چیست؟

حج رب البیت مردانہ بود

حج زیارت کردن خانہ بود

اللّٰھم ارزقنا خیرا۔

---

۵۱ راجہ مہا سنگھ بھدوریہ سہ ہزاری عالمگیری کے لڑکے کا نام ہے راجہ مہا سنگھ قلعہ دار سنحر لنا بھی تھے انکی وفات کے بعد گوپال سنگھ راجہ ہو کر شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ کے قریب انکا آباد کیا ہوا گوپال پورہ ہے۔ گڑھے کے نشانات ابتک موجود ہیں۔ مرہٹوں کے عروج میں ریاست کی شان جاتی رہی لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے ایک لاکھ منافع کی جائداد قائم رکھکر ریاست کے نام کو باقی رکھا ہے۔ نوگنواں تحصیل باہ (آگرہ) میں راجہ رہتے ہیں۔ بھنڈ (گوالیار) بٹا ہٹ اور کچورہ (آگرہ) میں راجگان بھداور کے تعمیر کئے ہوئے عالیشان مکانات اب بھی موجود ہیں۔ راجہ بھداور کا اب بھی کافی اثر ضلع آگرہ کے اور گوالیار کے بھدوریہ ٹھاکروں پر ہے اور وہ راجہ بھداور کی عزت اور عظمت کرتے ہیں۔

۵۳ سید صحیح النسب شیخ میر خوافی کے بیٹے تھے جو حضرت عالمگیر کے بچپن کے دوستوں میں تھے اور جنگ دوم دارا شکوہ میں کام آئے۔ مکرم خاں کا اصل نام میر محمد اسحاق تھا اور اپنے بھائی شمشیر خاں کے ساتھ افغانہ کی لڑائی میں موجود تھے۔

(۶۳) فدوی درگاہ وزارت خان[1] عبدالرحمن درگذشت برائے دیوانی مالوا چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند۔ رگھوناتھ[2] سعد اللہ خانی در احیانیکہ راتق مہمات دیوانی بود میگفت کہ کار سرکار والا کسے باید فرمود کہ جوہر کار دانی ودماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد۔ نہ علیل غرض۔

(۶۴) ۱۷ ذی حجہ ۱۱۱۴ھ ۴۷ جلوس میں عالمگیر۔ قلعہ راجگڈھ کی فتح کیلئے روانہ ہوا اور شاہی لشکر نے بینی کے مقام پر خیمہ ڈالا۔ عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ تن کا خیمہ اونچے مقام پر نصب ہوا اور محلسرا کا احاطہ قائم کیا گیا۔ امیر الامرا۔ نواب اسد خاں کے خواجہ سرا اسمی بسنت نے خان عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے خیمہ اُکھاڑ دو نواب کے قیام کے لئے اس جگہ انتظام ہوگا۔ خان نے مہلت طلب کی تو خواجہ سرا نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ خان نے مجبوراً اپنا خیمہ اُکھڑوا دیا۔ اخلاص کیش پرچہ نویس نے معاملہ کی اطلاع دی۔

---

[1] میرک معین الدین امانت خاں عالمگیری خوافی کے لڑکے اور ملک خراسان کے سادات عظام سے تھے۔ بادشاہ کو انپر بڑا بھروسہ تھا۔ میرک کے انتقال کے بعد عبدالرحمن خاں کو وزارت خان کا خطاب دیکر صوبۂ مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی کی خدمت سپرد ہوئی۔ شاعری سے ذوق تھا۔ بکرمی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے۔ میر عبدالحیٔ خاں صمصام الدولہ صمصام جنگ پسر شاہ نور خاں حیدر آبادی مصنف مآثر الامرا تیموریہ اسی خاندان کے تھے۔

[2] ملاحظہ ہو صفحات کتاب ہذا۔

خان حمید الدین خاں کو حکم دیا کہ باہمی طور پر معاملہ کردو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نواب امیر الامرا کو خان عنایت اللہ خاں کے گھر جا کر معافی مانگنی پڑی اور معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔ لیکن عالمگیر نے اپنے دستور معظم کو چشم نمائی ان الفاظ میں فرمائی :-

فدوی قدیم الخدمت، باآنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ و گمانِ ضابطہ دانی و شرائف انسانی در حقِ او بیشتر است باوجود این ہمہ اہانت منصب داران بادشاہی روا میدارد و قول سعدی یاد نمی آرد۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم ‏ ‏ ‏ بندۂ بارگاہ سلطانیم

بعد ازین احتیاط لازم داند و باعتقاد خود نوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم خود شمارد و امتیازے کہ می باید مراعات آنرا بامرعی ندارد۔

(۶۵) فرزند عالیجاہ = مندسور[۵۱] عمدہ ترین محالِ صوبۂ مالوہ در جاگیر الیشان مرحمت شدہ سابق سربلند[۵۲] خان و حسن علی[۵۳] خان و کم منصبان مثل نوازش خان رومی

---

۵۱ ریاست اندور میں ضلع کا صدر مقام ہے۔

۵۲ عزیز الدین خاں نام تھا۔ نجابت خاں مرزا شجاع کے بھانجے اور مرزا شاہ رخ کے نواسے تھے سربلند خاں انکا خطاب تھا۔ عہد عالمگیری میں چہار ہزاری وسہ ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوئے اور بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک طویل مرض کے بعد ۱۱۰۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۵۳ الہ وردی خاں کے فرزند دوم تھے۔ عالمگیری عہد میں جب گوکلا جاٹ نے بغاوت پر کمر باندھی اور شاہی امیر کاتی نے زیادہ رسوا ہو چکے تو عالمگیر نے انکو تعینات کیا۔ انہوں نے گوکلا کو گرفتار کر کے شاہی حکم سے راجہ نرسنگھ دیو کا بنوایا ہوا مندر برباد کیا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد مختلف صوبوں میں خدمات انجام دیکر دکھن گئے اور ۲۵ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور کے فتح کے دوسرے دن انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

فوجدار آنجا بوده‌اند۔ آں نور الابصار[ف۱] عامل کار آگاہ۔ امانت دستگاہ شجاعت پناہ آنجا بفرستند۔

(۶۶) روزے بحضور اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) مذکور شد کہ رونق خانہ و افزائیش مال و آبادی محال[ف۲] جاگیر سعد اللہ خاں را عبد النبی دیوان خان موصوف کردہ خودش مصروف بجان و دل در امور سرکار والا است وقتے کہ آنجا بخان مذکور فرمودند۔ ما شنیدہ ایم کہ شما سنگ پارس دارید؟ از نظر بگذرانید۔ عرض کرد کہ فلانے را بصورت انسانی و وصف زر افشانی دارم آں حضرت الحمد للہ خواندہ بر زبان دُر فشان آوردند کہ باین وصف و

ف۱ یہاں بھی مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے اگر ملکی معاملات میں تعصب کی کارفرمائی ہوتی تو اس موقعہ پر گمان غالب ہے کہ دیندار وغیرہ کے الفاظ ضرور حوالہ قلم کئے جاتے۔

ف۲ ملاحظہ ہو نوٹ

ف۳ بادشاہ سکندر لودی کے زمانہ میں متھرا کے باشندے شاہی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تادیبی فوج سرکوبی کے لئے مامور ہوئی جس نے شہر کو خوب لوٹا اور گویا گدھے کا ہل چلا دیا۔ باشندگان متھرا ترک وطن کرکے چلے گئے اور متھرا ویران ہوگیا۔ جب اکبری دور شروع ہوا تو جہان پناہ بندرابن تشریف لے گئے اور بندرابن میں تجلّیات الٰہی مشاہدہ کرنے کے بعد متاثر ہو کر حکم دیا کہ مندر تعمیر کئے جائیں گوبند دیو۔ گوپی ناتھ اور جوگل کشور وغیرہ مندر بندرابن اور متھرا میں تعمیر ہوئے حضرت کلیم کو کوہ طور پہ جلوہ ہوا تو تاب نہ لا سکے اور کوہ طور جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ مگر واہ رے چنگیز خانی خون۔ خود اکبر نہ تو بیہوش ہوا اور نہ بندرابن کا شہر کوہ طور کا ایسا ہوا۔ اور کیوں ہوتا۔ ڈبلو میسی کا کرشمہ تھا کہ یاش۔ جب جہانگیر کا زمانہ آیا تو بادشاہ کی اجازت سے راجہ نرسنگھ دیو بوندیلہ نے اس ۳۲ لاکھ کی لاگت سے جو علامہ ابو الفضل مرحوم پر ہاتھ صاف کرکے لوٹ لیا تھا متھرا میں ایک شاندار مندر بنوایا۔

خود شمارا ہم موصوف دانیم۔ اور ابشمار ارزانی داشتیم۔ آدم ہوشیار۔ امانت دار
خداترس آبادان کار کمیاب ہے

انچہ بر جستیم کم دیدیم بسیار است و نیست
نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار است و نیست

(بقیہ صفحہ ۹۶) حضرت شاہجہاں کے عہد میں متھرا والوں نے پھر شوخیاں شروع کر دیں جو فوجدار بھیجا گیا وہ بدنام ہوا۔ اعظم خاں۔ مرزا عیسیٰ خاں اور دوسرے نامی گرامی امیر مامور ہو کر گئے اور ذلیل ہوئے لیکن شاہزادہ دارا شکوہ کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور اسلئے متھرا والوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے امیروں نے تعناتی سے جی چرانا شروع کر دیا تو متھرا والوں کے دماغ آسمان سے باتیں کرنے لگے۔
عالمگیر کے زمانہ میں بھی امیر تعنات ہوئے اور انہوں نے رواداری کے ساتھ انتظام شروع کیا لیکن خمیر کو کیا کیجئے کہ اس طرف سے رواداری اور دوسری جانب سے بدتمیزی اور شوخی۔ عالمگیر نے سید عبدالنبی خاں فوجدار سرہند کو متھرا کی فوجداری کے لئے منتخب کر کے تعنات کیا اور گمان غالب تھا کہ سید کی مرنجان مرنج پالیسی کامیاب ہو گی۔ لیکن من چلے کو کلا جاٹ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور بغاوت کر بیٹھا۔ سید عبدالنبی خاں نے متھرا میں مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ باغیوں نے بسر کردگی کو کلا جاٹ مسجد کو بے حرمت کر کے مسلمانوں پر خوب ہاتھ صاف کیا۔ لڑائی ہوئی اور بیچارے سید اس لڑائی میں کام آئے۔ یہ واقعات ۱۰۸۰ھ کے ہیں۔ جب اطلاع پہنچی تو عالمگیر چونکا اور صف شکن خاں کو فوجدار کر کے بھیجا۔ لیکن کسی وجہ سے وہ ہٹا دئے گئے اور حسن علی خاں پسر الہ وردی خاں فوجدار مقرر ہو کر متھرا گئے۔ کو کلا جاٹ نے پھر ہاتھ پیر نکالے اور خان نے اسکی قرار واقعی گوشمالی کر دی متھرا والے اکبری عہد سے بہکے ہوئے تھے۔ انکو گمان بھی نہ تھا کہ جن بغاوتوں اور قتل کیلئے انسے کبھی بازپرس نہیں ہوئی اس مرتبہ وہ سختی کے ساتھ دبائے جائیں گے۔ چنانچہ حسن علی خاں نے کو کلا جاٹ کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ قتل اور بغاوت کے الزام میں اسکو پھانسی کی سزا ہوئی۔ متھرا کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ اسکے بعد متھرا والوں نے عالمگیر کے زمانہ میں سر نہیں اٹھایا۔

(۶۷) فدوی باخلاص را (نواب اسد خاں) کہ ہدیۂ او فرستادیم وجہت تنبیہ پدر و پسر اعتبار او را افزودیم۔ ظاہرا برنخوت وپندار افزود و قدر خود را کم کرد۔

استغفر اللہ لازم آنست کہ لوازم اعتذار و استغفار بر خود واجب شمردہ۔ بہ ہدیۂ نصرت جنگ برود۔ وعذر ہا بجا آورد و خود را از زمرۂ پیش دستان بدیہ انکار نمود۔ اگر کا تب کچھو فراموش نسازد ہ

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست

شیر مرد زمانہ دانی کیست

آنکہ با دشمنان تواند ساخت

وآنکہ با دوستان تواند زیست

(۶۸) فدوی باخلاص۔ ما کہ پان نمی خوریم این کارخانہ ہم رنگے دیگر گرفت و آبدار خانہ ہم باآب وتاب نیست۔ ہوشیاری وجزرسی دار و غہا آنست کہ ہمہ وقت ہمہ جا کارخانجات عمدہ خود بہ تزک آراستہ دارند تا وقتِ کار مجرائی آنہا ظاہر شود و نفاست مزاج و پاکیزگی طبع آنہا برما ہویدا گردد۔ و ہمہ مردم بینندگان شان ودولتِ خداداد ما معلوم کنند و رونق و شکوہ او معائنہ نمودہ ناتوان بینان پست گردند ہیہات ہیہات!!! دعوی فقر و این ہمہ مباہات!!!

حقا بے حساب نا صواب ور ب اکا ار باب۔

عاقل خان[۵۱] جواب حسب الحکم کہ در باب بنا نمودن قلعۂ دار الخلافہ

بمہابت خان صادر شدہ خوب نوشتہ۔ نوکر ہمچو باید الشکر للہ والمنۃ

(۶۹) فدوی با اخلاص = مرشد قلی خان[۵۲] ضابط است و خالی از تدین

ہم نیست این کار اگر با و گفتہ شود شاید کہ بہتر از دیگران سر انجام

نماید از طرف خود بپرسد۔ مقدمہ کہ بر فضل علی خان گذشت آن قدیم الخدمت

---

۵۱ میر عسکری نام تھا اور خواف کے رہنے والے تھے۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے سرکار میں بخشی دوم کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شاہزادہ نے سریر آرائے سلطنت ہو کر انکو عاقل خاں کا خطاب دیکر دو آبہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا۔ مگر یہ عاقل خاں کچھ دنوں کے بعد خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن پھر دربار میں آئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہو کر صوبہ دار اکبر آباد کئے گئے۔ ۲۲ سنہ جلوس سے ۱۱۰۰ھ جلوس تک صوبہ دار رہے۔

شاعری سے ذوق تھا اور حضرت برہان الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد تھا اسلئے رازی تخلص کرتے تھے۔ کریم الصفات مخیر اور فقیر دوست تھے لیکن مزاج میں تمکنت زیادہ تھی۔ عالم یہ تھا کہ مہابت خاں صوبہ دار لاہور نے قلعہ کی سیر کرنا چاہی تو عاقل خاں نے جواب دیا کہ شاہی چیزیں سیر کے لئے نہیں ہوا کرتی ہیں اور قلعہ نہیں دکھلایا۔ لیکن اس میں تمکنت کی جھلک تو کم البتہ دور اندیشی کا پہلو زیادہ تھا۔ عاقل خاں نے اکبر آباد میں ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا۔ صاحب دیوان تھے اور مثنوی شاعری پر اچھا عبور تھا۔

۵۲ محمد ہادی خاں نام تھا اور مرشد قلی خاں۔ مؤتمن الملک علی الدولہ جعفر خاں ناصری ناصر جنگ خطاب تھے۔

جب دکھن فتح ہوا تو صوبۂ حیدر آباد کے دیوان مقرر ہوئے۔ ملک کی پیمائش کے بعد تشخیص مالگذاری کی خدمت سپرد ہوئی تو انہوں نے رعایا اور بادشاہ کے حقوق کی پوری نگہداشت کر کے خدمت کو انجام دیا

شنیدہ باشید۔ فوجے برائے تنبیہہ قزلباشان او باش تعین باید کرد خان بہادر حمید چہ طور است؟ این عاصی میخواہد کہ مرتکب ہیچ گناہ معصیتے خاصتہً ظلمے نہ شود۔ اما از آن جاکہ ملک بے سیاست نمی ماند و ریاست بے سیاست راست نمی آید۔ بعضے جا ہا احکام موافق آن وقت بغلبۂ نفس بے اختیار صادر میشود۔ الحمد للہ کہ نیت خود بخیر است۔ شاید کہ نگیرد؟ "انما الاعمال بالنیات" حدیث صحیح است و بسر حد تواتر رسیدہ۔

(بقیہ صفحہ ۹۹) شاہزادہ عظیم الدین کے نائب صوبہ دار ہو کر صوبہ بنگال۔ بہار اُڑیسہ تعینات کئے گئے۔ عالمگیر کی آنکھ دیکھے ہوئے تھے۔ اسلئے اپنے صوبہ میں ویسی ہی بساط بچھائی اور ہنر پرور بادشاہ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ انکے کام پر عالمگیر کو بھروسہ تھا اور قدر کرتا تھا ۱۱۱۸ھ میں مستقل صوبہ دار ہوگئے اور بڑی آن کے ساتھ حکومت کر کے ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔ مرشد آباد کا شہر انہیں کا آباد کیا ہوا ہے اور وہیں دفن ہوئے۔ صوبہ بنگال و بہار میں بھی انہوں نے ملکی اور مالی اصلاحیں جاری کیں اور مالگذاری کی تشخیص اور وصولی کے قوانین مقرر کئے۔ مرنے کے بعد ان کے داماد شجاع الدین نے بھی مدبرانہ حکومت کر کے کوچ بہار وغیرہ فتح کئے اور تیموری دبدبہ صوبہ بنگال اور بہار میں قائم رکھا لیکن شجاع الدین کا لڑکا نااہل ثابت ہوا اور سلطنت علی وردی خاں کے ہاتھ آئی رفتہ رفتہ تنزل ہوتا رہا۔ آخر ش آخری نواب ناظم بنگالہ نے (نواب فریدوں جاہ) استعفا دیدیا۔ اور صوبۂ بنگال۔ بہار اُڑیسہ پر انگریزی قبضہ بلا شرکت غیرے ہو گیا۔

(۷۰) بنام امیر الامرا- نواب شائستہ خان صوبہ دار اکبر آباد یار وفادار نجستہ اطوار مادر حفظ ایزد متعال بودہ مشتاق داند- روز تحریر کہ سہ شنبہ بستم ربیع الاول حالست (ربیع الثانی؟) شجاع ہزیمت[۱] روزے با لشکر ظفر اثر کہ در رکاب نصرت نصاب این نیاز مند ترین حضرت عزآمدہ بود مقابلہ نمودہ سزائے کردار ناہنجار در کنار تمام ادبار خویش دیدہ-

از دست و زبان کہ برآید؟

کز عہدۂ شکرش بدر آید (سعدی)

تفصیل این فتح بزرگ بعد ازین نوشتہ خواہد شد جسونت[۲] سنگہ نامرد پیش از جنگ دیشب کہ نزدیک غنیم آمدہ منزل کردیم گریختہ بطرف اکبر آباد رفت ظاہراً بوطن خود برود- "خسر الدنیا والآخرہ- ذلک ہو الخسران المبین"

---

۱ کھجوہ کے مقام پر یہ لڑائی ہوئی- یہ جگہ اب ضلع فتح پور میں ہے اور تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے اور بندکی ریلوے اسٹیشن سے (E. I. R.) دو میل جنوب و مشرق واقع ہے- دریا گنگا اس مقام سے ۱۰ میل دکھن ہے- اور اس مقام سے کوڑا جہان آباد کا مشہور قصبہ دو میل ہے ۳ مئی ۱۷۶۵ء کو پوری ایک صدی کے بعد جنرل کارنک نے نواب وزیر اودھ کے دوست مرہٹوں کو کوڑا جہان آباد کے مقام پر شکست دی تھی- اب قصبہ ویران حالت میں ہے لیکن شریفوں کی بستی ہے-

۲ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور (شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی) کے چھوٹے بیٹے حالات کے لئے ملاحظہ ہو صفحات کتاب- ان کی روباہ بازی نے سیواجی مہاراج کو بھی شرمندہ کر رکھا تھا-

باید کہ آن عضد الخلافتہ بمجرد اطلاع بر مضمون این منشور والا۔ لوازم سرور وشادمانی بتقدیم رسانیدہ باداۓ شکر منعم حقیقی قیام نماید وبضبط آن صوبہ متعلقۂ او قرار واقع پردازد۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را بتعاقب آن ناحق شناش تعین فرمودیم وما عنقریب باکبرآباد می آئیم۔

(۱۷) سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے عالمگیر پر انکی تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھتا تھا اور سید صاحب اہل حاجت کی کار برآری کے لئے بیخوف وخطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی۔ عالمگیر نے سفارش منظور کر لی لیکن آگاہ کر دیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں۔ علم دوست اور فاضل اجل ہے بہتر ہو تا کہ آیندہ اپنے ہی طبقہ کی سفارش فرمایا کرتے نہ کہ ایسی جماعت کی جو ظلم پیشہ ہوں۔ کہاں تو وہ آؤ بھگت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے۔ اور یہ جواب اس لئے تھا کہ عالمگیر کی سرکار میں ظالم کو اُسکے کیف کردار کی پوری سزا ملتی تھی۔ رقعہ میں آپ یہ ذکر جابجا پائینگے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے جو آئین ملکداری کے منافی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے

سفارشی خطوط آ گئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا
چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک ہندو عقیدت مند
کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے :۔

بنامِ آنکہ او نامے ندارد
بہر نامش کہ خواہی سر بر آرد

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن
عالمگیر ہنس کر خاموش ہو گیا اور سر حد والی سزا انکو نہیں دی۔ سید صاحب
کا انتقال دکھن میں ہوا۔

فدوی با اخلاص۔ سید سعد اللہ مکرر خطوط بما فرستادہ و اظہار چیز ہائے
بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغیر باید کرد۔ خلف حلیم اشرف متوفی را خدمت
دار الشفا مقرر نمودہ باضافۂ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازین
در مقدمات اہل خدمات بفتوائے آیۂ کریمہ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا" الخ
در حقیقت ظالم اند دخل نہ نمودہ باشد۔ ہر چند این طائفہ بر غیر ظالم نباشند

[1] ہیشہ نامی بندرگاہ رہا ہے اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور
حج بیت اللہ کے لئے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں یہاں
قائم تھیں سیواجی مہاراج نے میدان خالی پاکر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارتگری کے ساتھ
غیر مسلح حجاج کے جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ مارنا چاہا لیکن
انگریز مقابلہ پر آ گئے مہاراج مرد میدان تو تھے نہیں غنیم کو آمادہ پا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بر نفس خود ظالم اندو ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ وانموده اند حق است "فی ھذہ الموت حیوۃ" این نیازمند درگاه بے نیاز ہم ہمیشہ این آیہ کریمہ "اللھم فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین" ورد وارد - در معنی یلقی قبل لقائہ الانبیاء والاولیاء اجمعین صور تنہا بجامی آرد - اگرچہ فضلائے حضور نکات عمده گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمیشود - ان معرفت آگاہ بر تحقیق خود برنگارد والسلام -

(۷۲) خبر مرگ مخلص خان[۱] شنیده باشید - از شر الفت انسانی وجوہر خدادادی وہمہ دانی او خط بر مید اشتیم رضی اللہ عنہ - این وار مرگ زار شدائد بسیار دارد

---

[۱] میر بخشی فوج اور چہار ہزاری منصبدار تھے شاہی لشکر قلعہ پرلی کے محاصرہ کے سلسلہ میں بمقام قصبہ مرتضیٰ آباد قیام کئے ہوئے تھا - اسی قصبہ میں ایک طویل علالت کے بعد مخلص خاں نے ۴ شعبان ۱۱۱۲ھ ۴۴ جلوس میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے - خاندانی شرافت اور قابلیت چہرہ پر ہویدا تھی - مزاج میں استغنا تھا اور صاف گوئی انکا شعار تھا - انکے مرنے کے بعد حضرت عالمگیر افسوس فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ سلطان کے خاندان نے ایک چیز دی تھی جو نہ رہی سنہ ۴۷ جلوس میں انہوں نے دیوان صائب پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے - خدا معلوم یہ دیوان اب کہیں موجود ہے یا زمانہ نے ناپید کردیا - دیوان کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں :-

خم چو گرود قدرت افراختہ میباید رفت	پل برین آب چو شد ساختہ میباید رفت
ہرچہ در کار بود ساختنش خود سازیست	گوشوکار جہان ساختہ میباید رفت
این سفر ہیچ سفر ہائے دگر صائب نیست	رخت ہستی زخود انداختہ میباید رفت

وفوائدش ناپائدار۔ دل دانا و چشم بینا کو شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود که این مردکے را بہتر از خود نمی داند۔ جواب دادیم که بہتر از خود کسے را نمی یابد۔

(۴۷) فدوی با اخلاص۔ فقیر یکہ امروز روح اللہ[۱] خان آوردہ بود دیدیم بطور اجلاف نہ بشیوۂ اسلاف برچنین کس پند میان عبداللطیف قدس سرہ الشریف بیاد آمد۔ کہ روزے با این عاصی فرمودند شما فقرا را

[۱] عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے صبیّہ امیر الامرا شائستہ خاں انکے عقد میں تھیں۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کی سالی کے لڑکے تھے ان خصوصیات خاندانی کے علاوہ انکی صاحبزادی عائشہ بیگم شاہزادہ محمد اعظم کے عقد میں تھیں۔ اگر بے موقعہ نہ خیال کیا جائے تو میں یہ بھی لکھدینا چاہتا ہوں کہ منجملہ اور بڑے بڑے افسروں کے یہ بھی اثنا عشری تھے۔ حیدرآباد اور گولکنڈہ کے سلطنتوں کے الحاق کے وجوہات میں جو مذہبی تعصب کا الزام عالمگیر پر ہے۔ وہ شاید اس ذکر سے وزن میں کچھ کم ہو جائے۔

عالمگیری دربار میں انہوں نے چھوٹے منصب سے خدمات انجام دیں۔ اپنی قابلیت بہادری اور مزاج دانی کی بدولت بڑے منصبداروں میں ہوئے وہ کون ایسا معرکہ ہوا جسمیں خان کی تلوار نے کام نہ کیا ہو سہ ہنجہزاری منصبدار ہوئے۔ علم و نقارہ مرحمت ہوا۔ یہی روح اللہ فاتح حیدرآباد ہیں اور اس وقت بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے خان کے طرز بیان میں ایسی سحر آفرینی تھی کہ جو کام چاہتے تھے کرا لیتے تھے۔ روح اللہ خاں ۲۶ ذی حجہ سنہ ۱۱۰۳ھ کو بمقام قطب آباد راہی ملک بقا ہوئے۔ تاریخ وفات (روح در تن ملک نماند) ۱۱۰۳ھ
روح اللہ خاں فیاضی اور شگفتہ روئی میں فرد تھے اور مخلوق کی کار برآری انکے ذریعہ سے

نمیدیدہ باشید؟ گفتیم مادنیاداران غریق عصیان اگر لحظۂ ہم بدین فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ماچہ باشد؟ وبکجا رسد؟

(بقیہ صفحہ ۱۰۵) خوب ہوتی تھی جب روح اللہ خاں کی حالت خراب ہوئی تو عالمگیر عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُس وقت غشی کی حالت تھی جب ہوش میں آئے تو سلام علیک کے بعد عرض کیا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے　　　کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی؟

حضرت عالمگیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ کسی حال میں فضل الٰہی سے نا امید نہ ہونا چاہیئے کوئی بات اُسکے رحم وکرم سے دور نہیں ہے۔ جو کچھ دل میں ہو کہہ ڈالو۔ خان نے عرض کیا کہ ان قدموں کی بدولت کوئی آرزو باقی نہیں رہی البتہ لڑکوں کی پرورش فرمائیے گا۔ جو جس قابل ہو وہ منصب عطا فرمایا جائے۔ اگر لڑکے ناقابل ہوں تو انکے آبا واجداد کے خدمات کا لحاظ فرما کر پرورش فرمائی جائے ارشاد ہوا دل وجان سے منظور انتقال کے بعد ان کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں جلد مر گیا۔ دوسرے لڑکے میر حسن خانہ زاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور تیسرے صاحبزادے بہرام خاں بھی منصبدار ہوئے۔

فتح حیدرآباد کے بعد بخشی الملک روح اللہ خاں صوبہ دار ہوئے اور انکی درخواست پر جان نثار خاں اُنکے نائب کئے گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جان نثار خاں نے بخشی الملک کی شکایت شروع کردی اور لکھا کہ بخشی الملک کا مزاج مثل مار کے ہے ہمیشہ آزار کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس درخواست کے جواب میں عالمگیر نے مذاقیہ جواب لکھدیا۔

"بر بالاے مار (خ) دستخط شد یعنی حمار۔ بیچارہ کہ بالحاق" ح" درست شدہ بے آزار است لیکن خوے بد را چہ چارہ؟ نیابت تجویز او شدہ۔ درباب عزل چہ اختیار دارد؟ ہماں مثل است کہ وزد را بگفتۂ روستامی نبندند و بگفتۂ او وامی کنند؟ اگر شکوہ کند تغیری خدمت تن بخشی گری۔"

روح اللہ خاں نے مرنے کے قبل اپنے مذہبی عقائد کے متعلق کچھ کہا تو عالمگیر نے مسکرا کر فرمایا کہ لڑکوں کی بہبود کی وجہ سے ایسا کہتے ہو۔ لیکن لڑکے دنیاوی عزت وجاہ کیلئے یہ ذلت ہرگز گوارا نہ کرینگے۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا "مارا بہ مذہب کسے چہ کار است؟ عیسیٰ بدین خود وموسیٰ بدین خود" عالمگیر کا بھی مسلک رہا۔ لیکن اتنو بیادہ ہان ہند میں عالمگیر سے زیادہ مفسد متعصب وغیرہ وغیرہ دوسرا بادشاہ تاریخ ہند میں کھلائی نہیں دیتا۔

گفتند نہی برائے آنست کہ درویشانِ حال بر روش بزرگان ماضی نمانده اند چون ایشان را بہ بینید بد باطن ترشوید و این خوب نیست ۔ نعوذ باللہ منہ آن فدوی بآن عزیز بگوید کہ حکم شدہ است "استغناءً لوجہ اللہ تعالیٰ العظیم و متشالاً لمرتبتہ الکریم" ہر جا کہ باشد اختیار دارد و بعد ازین ما را و خود را از ملاقات نیاز دارد ۔ وظیفہ انچہ مقرر شدہ خواہد رسید ۔

(۷۳) میر حسن روح اللہ خان دم بخشی گری وتن خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز تھے اور باوجودیکہ سہ ہزاری منصب تھا ۔ لیکن خواصی کی خدمت بھی انکے متعلق تھی جب عالمگیر عدالت میں بیٹھتا تھا تو یہ پائین کھڑے ہوتے تھے لیکن فیض اللہ خاں ہفت صدی اپنے عہدہ کے لحاظ سے سرہانے کھڑے ہوتے تھے میر حسن نے عمدۃ الملک مدار المہام کے ذریعہ سے درخواست کی ۔

"ازین راہ کہ منصب من سہ ہزاری است و منصب فیض اللہ خان سربازی کہ نیابت داروغگی دارد ۔ ہفت صدی ۔ اگر سربازی و نائب داروغہ من شوم از فضل و کرم خانہ زاد نوازی بعید نیست ۔ حکم شد ۔"

"بشرطِ تغیرِ ہر دو خدمت کہ دارو و مقرر شدن ہفت صدی منصب چہ مضائقہ ؟ سربازی باشد ؟ بعدہٗ اسد خان عرض کرد ۔ پس کجا استادہ شود ؟"

"حکم شد ۔ بالائے خود جائے نیست مگر بر سر من ۔ دیگر ارشاد شد کہ در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط میشود ۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را

برہم نزدہ ایم مردم اینقدر جرائت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ میکنند۔ ہرگاہ این راہ جاری شود باز مشکل خواہد شد۔

(۷۴) عنایت اللہ خاں بخشی نے عرض کیا کہ روزانہ منصب عطا ہوتے ہیں اور حضور کی جاگیر محدود ہے۔ غیر محصور اور محدود چیز کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے حکم ہوتا ہے۔

"استغفر اللہ۔ کارخانۂ بادشاہی نمونۂ درگاہ الٰہی است" الخلق عیال اللہ والرزق علی اللہ۔ این رابتہ رسان بیچارہ ذلیل۔ زیادہ از وکیل رب الجلیل نیست در بارگاہ الٰہی اعتقاد بحصر و تناہی عین ضلالت و تباہی ست الحمد للہ ثم الحمد للہ اگرچہ پا شکستہ دل نشکستہ۔ بعد از فتح قلعہ ستارہ بموجب عرضی ارشد خان جاگیر پنج ہفت ہزاری در تعلقہ ملک این فانی آمدہ۔ از ہمین تنخواہ دہند۔ ہرگاہ این باتمام خواہد رسید۔ حق تعالیٰ روزِ نوروزی نو خواہد داد۔

(۷۵) فرزند عالیجاہ۔ قصبۂ دوحد[۵۱]۔ از مضافات صوبۂ گجرات۔ مولد این عاصی پر معاصی ست رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند و پیر منحنی[۵۲] را کہ از مدت فوجدار

---

[۵۱] اوجین سے ۱۰۰ میل اور بڑودہ سے شمال مشرق ۷۰ میل ہے۔ صوبہ بمبئی میں ضلع پنچ محل کا تحصیلی مقام ہے۔

[۵۲] مراد خان۔

آنجا ہست مستمال و بحال دارند۔ و حرف مریضان غرض کہ فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ درشان آنہاست بحق او نشنوند ؎

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشم دگر دارد
بھر کوچکِ خود لطف دیگر ہست سلطان را

(۷۶) حسب التماس آن فدوی کہ عتیق اللہ خان بحال شدہ در شروط بسیار است اوّل آنکہ جمع پرگنہ ہر سال زیادہ کند (مزروعہ اضافہ کند) دویم آنکہ بر احدے ظلم نرود و دیہی (موضع) ویران نہ گردد۔ سوم۔ حدود فوجداری خود چنان از قطاع الطریق خالی و از امن پر سازد۔ کہ مسافرین و مترددین و تاجر و بیوپاری بلا وسواس آمد و رفت کنند۔ اگر این مراتب قبول کند و عمل آورد نی باشد سند بدہد والا لا۔

خلیفہ ثانی رضی در خلافتِ خود ہر گرا امیر ناحیہ میکردند عہد نامہ چند چیز از وے میگرفتند یکے آنکہ حاجب بر در نگاہ ندارد۔ تا مردم بے تکلف احتیاج خود با او رفع توانند نمود۔ و دوم آنکہ اوقات خود مصروف بکار خدا و خلق خدا دارد۔ سوم آنکہ مرکوب اختیار نکند۔ چہارم آنکہ چیزے برائے خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد۔ کسب کردہ از وجہ حلال قوت خود نماید احیاناً اگر بنا بر کبر سن یا عارضہ نتوانند۔ بمشورت مومنان از یک درم تا سہ درم بگیرد۔ زیادہ ازین جائز

ندارد- دیگر ہم شروط بسیار در کتب تواریخ وسیر مرقوم است که پیروی ایشانم باید کہ بقدر طاقت خود بکوشیم۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علی اھل التکریم۔

(۷۷) انگشتری نگینِ زمرد کہ شب برائے قلیچ خان[۱] علیحدہ شدہ۔ سادہ است اکنون چنین بخاطر میرسد کہ خطاب او چین قلیچ خان ست بداروغہ جواہر خانہ بگوید کہ مہر کن طلبیدہ تمام خطاب او کندہ بخان مذکور رساند۔

(۷۸) خطیکہ روح اللہ خان بآن فدوی فرستادہ بود یا طومار بطالعہ درآمد امامورث تشفی نشد نقشہ بر طبق نوشتہ خود بفرستد۔ واستدعائے بحالی کمی عبداللہ[۲] خان کردہ بے آنکہ کارے از وظہور آید پذیرائی چہ حساب دارد؟ لیکن چون خان مذکور

---

[۱] نظام الملک آصف جاہ۔ خان دوران خان سے مراد ہے۔

[۲] سید عبداللہ بارہ عرف سید میاں سے مراد ہے۔ ابتداءً شاہزادہ معظم کے سرکار میں تھے لیکن ۱۰۹۳ھ میں منصب ہزاری ومتصدی پر ممتاز ہو کر شاہی ملازمان میں داخل ہو گئے حیدرآباد کی لڑائی میں کارنمایاں کئے اور شاہزادہ معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر غنیم کے نرغہ سے بچالائے۔ چونکہ شاہزادہ معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا جب وہ زندان تادیب میں بھیجے گئے تو ان پر بھی عتاب نازل ہوا لیکن روح اللہ خاں نے وکالت کرکے ان کی بے گناہی ثابت کر دی اور سید عبداللہ بیجاپور تعنات ہو گئے۔ راجہ رام خان نصرت جنگ کے جنگل سے نکلکر صوبۂ بیجاپور میں آیا اور سید نے ڈھونڈھ نکالا سبحان گڑھ میں مقابلہ ہوا۔ مرہٹوں کے ستو نامی سردار گرفتار ہو گئے لیکن راجہ رام نکل گیا افسران فوج نے جنگ پر نکتہ چینی کی ۔ اور سید عبداللہ خاں معتوب ہو کر تاندیر کی فوجداری کے کام پر بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور کئے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا لڑکوں میں قطب الملک سید عبداللہ اور امیر الامرا سید حسن علی ہندوستان کی تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور رہیں۔

برسر کارست۔ عرض او مقبول شد ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" حالا از و کار وست بستہ بگیرو تا این رعایت گرانی نکند و کاریکہ برائے راؤ دلیپ[۱] درخواست کردہ اگر پیش از رسیدن او راؤ این قلعچہ را میگرفت در جلدوے آن چنین رعایت جا داشت حالا کہ خود رسیدہ دلیپ راچہ رد ماند؟ مگر بخاطر او یا بتفضل محض۔

(۷۵) فرزند عالیجاہ۔ انچہ معلوم میشود۔ مصطفیٰ قلی بیگ دیوان خاص آن فرزند کار ہا بجز رسی سر انجام میدہد غنیمت است۔ اضافہ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند دادہ آید۔

آدم خوب مثل طلائی بیغش است

انچہ بر جستیم کم دیدیم و بسیار است و نیست
نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار است و نیست

روزے سعد اللہ خان مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا بر داشتہ بود۔ یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقیست؟ گفت آدم خوب الحق حرف خوبی گفتہ۔ ہر چند جوہر دیانت و امانت

---

[۱] راؤ بھنگرن سنگھ کے لڑکے کا نام ہے۔ راؤ۔ اورچہ کے رئیس اور عالمگیر کے لڑکپن کے خاص دوست تھے۔ اُنکے مرنے کے بعد راؤ دلیپ کو سہ ہزاری منصب اور خلعت مرحمت ہو کر راجہ کے خطاب سے سربلند کیا گیا۔ اس رقعہ میں طبل و علم کی سفارش تھی اور ۱۱۰۶ھ میں وہ بھی مرحمت ہو گیا۔ ریاست اورچہ آج بھی نیک نام ریاست ہے۔

درخلقت انسانی جبلّیست بہرکہ حق تعالیٰ کرامت کردہ باشد۔ اماہمت و انصاف آقا رانیز دخلے ہست کہ نوکررا مرفہ الحال واز وجہ معاش مقدا احوال فارغ البال دارد۔ تا ضروریات عالم تعلق خلل اند از اعتقاد اونشود ہ

"کہ مزدور خوش دل کند کار بیش"

(۸۰) ۳۲ جلوس میں صدرالدین محمد خاں صفوی کی عرضِ بیجا کے الزام میں چالیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی اور خانہ نشین کردیئے گئے ایک سال کے بعد بادشاہ کو انکے والد مرزا سلطان صفوی کی جانبازانہ خدمات کا خیال آیا اور مرزا صدرالدین کو فرمان بحالی مع خلعت کے روانہ کیا۔ خان نے فرمان کو بوسہ دیا اور خلعت پہنکر آداب بجالائے اور درخواست کی کہ بوجہ سقیم سالی جمعیت نہیں رکھتا ہوں اس لئے حاضری سے مجبوری۔ قافلۂ بنگالہ کا انتظار ہے۔

"بوئے گل و بادِ سحری بر سر راہ اند"
"گر میروی از خود بہ ازین قافلہ نیست"
"فریاد کہ اسباب گرفتاریِ دل را"
"چون حلقۂ زنجیر زہم فاصلہ نیست"

درظاہر صورت عذر بجا۔ ودرحقیقت سستی دل وتنگی۔ یاحق سبحانہٗ تعالیٰ ہمہ سست قدمانرا۔ راہ نماید۔

(۸۱) حسب[۱] العرض آن فدوی خدمت بخشی گری دوم بصدرالدین محمد خان صفوی مقرر شدہ - حالا اورا باید طلبید - وبرین عطیۂ آگہی بخشید تا آمدن او آن مزاجدان را ازین دفتر ہم خبر باید گرفت کہ محرران بشوم طبعی تلبیس نیابند واہل مطلب نیز از انسداد کار تصدیع نکشند

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد
آئینہ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ شکستۂ بود - دستش گیر
بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

(۸۲) میرزا بخشی - محمد ابراہیم خجالت ندیم بمنصب سہ ہزاری ودوصد[۲]

---

[۱] یہ خط ۱۱۱۵ھ جلوس میں لکھا گیا مگر عالمگیر پر اعتراض ہے کہ کسی پر اعتبار نہ کرتا تھا مشہور ہے کہ شخصی سلطنت میں جو کچھ کرتا تھا وہ بادشاہ معترض اس رقعہ کو دیکھیں اور اعلیٰ عہدوں پر ذمہ دار وزیر کی سفارش سے تقرر ہوتا تھا ' اور نشان کئے ہوئے حصہ کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ پبلک کے آرام کا کس قدر لحاظ کیا جاتا تھا۔ یوں الزام سے تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ پھر سلطنت مغلیہ کے اس تاجدار ہی کو کیوں ہدف ملامت بنایا جاوے۔

[۲] ۲۴ سنہ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے ہمراہ مہم راجپوتانہ پر مامور ہوئے جب شاہزادہ نے عالمگیر سے بغاوت کی تو ابراہیم خاں معتمد خاص ہو گئے لیکن کھیل بگڑتا دیکھ کر شاہزادہ محمد معظم کے ذریعہ سے حاضر دربار ہوئے اور نظر بند کر دئے گئے۔ بیگم زیب النساء نے سفارش کی منصب اور خطاب بحال ہوا اور فوجداری جونپور کی خدمت پر مامور ہوئے۔

وپانچصد سوار وخطاب مرزا احسانی وعطائے دو ہزار روپیہ بعرض بیگم[۱] سرمایۂ عزو افتخار اند وختند۔ حسب الحکم مشعر این عطایا باو برنگارد فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔

(۶۳) بنام حمید الدین خان بہادر[۲] حرف چندروز است کہ شاہ عالیجاہ

---

[۱] شاہزادی زیب النساء بیگم سے مراد ہے جو دلراس بانو بیگم کے بطن سے تھی اور بمقام اورنگ آباد ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئیں۔ حافظ کلام ربانی تھیں اور علوم متداولہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ عالمگیر کو اپنے اس لڑکی کے ساتھ بہت انس تھا اور یہ بھی باپ کی خدمت سعادتمندی اور خلوص کے ساتھ کرتی تھی اور بیگم کا خطاب پائے ہوئے تھی۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سلاطین مابعد ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ دہلی میں زینت المساجد انہی کی بنوائی ہوئی ہے اور عرف عام میں کنواری مسجد اسلئے کہلاتی ہے کہ بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا اور زینت المساجد میں دفن ہوئیں لیکن غدر کے پُر آشوب زمانہ میں انگریزی فوج نے مسجد پر قبضہ کرلیا اور قبر کا پتھر کسی دوسری جگہ ہٹا دیا گیا۔ اب قبر کا بھی نشان نہیں رہا۔

[۲] سردار خاں کے لڑکے اور قدیم خانہ زادوں میں تھے۔ عالمگیر انکو عزیز رکھتا تھا اور یہ بھی جی توڑ کر کام انجام دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں موجود رہکر انعام اور خلعت پاتے رہے۔ سرپیچ مرحمت ہوا کنار اور خلعت انعام میں مرحمت ہوئی۔ ان کا منصب آخری دور عالمگیری میں سہ ہزاری پانچصدی تھا۔ شفقت شاہانہ کا اندازہ اس واقعہ سے کرلینا چاہیئے کہ جو کلاہ مبارک بطور تبرک راس الاصفیا میاں عبداللطیف قدس سرہ کی سرکار سے عالمگیر کو عطا ہوئی تھی وہ مرنے کے قبل نکتہ نواز بادشاہ نے ان کو عطا فرمائی یہ وہ انمول دولت تھی جسکے مقابلہ میں منصب اور انعام واکرام سب ہیچ ہے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد پھر کوئی کام لینے والا نہیں رہا اور انہوں نے بھی خاموشی کے ساتھ اپنے بقیہ دن کاٹ دئے۔

(شاہزادہ محمد اعظم) عرض نمودند کہ سہ کس دشمن جانی من اند۔ حمیدالدین خاں و امیر خاں و منعم خاں۔

گفتند امیر خاں نیک ذات است۔ باکسے دشمن نیست و خان حمید بیم شاید نباشد و احوال منعم خاں برین ظلوم جہول مجہول۔ بارے فکر خود کردید۔ از احوال خود چرا غا فلید؟ و مقدمہ موت خود ہمان ست الموت قریب من شراک النعل واقرب من حبل الورید ہائے ہائے افسوس افسوس ؎

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے ز پا مانم
بسرعت میروی اے عمر می ترسم کہ وا مانم

(۸۷) عالمگیر کے عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ جدید جاگیر دار کو اگر چھ مہینہ تک جاگیر پر قبضہ نہ دیا جائے تو وہ مجاز تھا کہ وکیل سرکار پر دعویٰ کرکے ششماہی آمدنی بذریعہ عدالت وصول کرے یار علی بیگ داروغہ کچہری دیوانِ اعلیٰ نے اس قاعدے کی اس قدر ترمیم چاہی کہ جاگیر ملنے تک دعویٰ کا حق نہ دیا جاوے عالمگیر نے حکم دیا۔

السویل ثم السویل۔ نظر بر کفایت خانی نمودن و بال باقی نمرید کار غفلانیست [۵۱]

---

[۵۱] یہ عہدہ عالمگیر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا سلطنت پر جس کسی کو دعویٰ کرنا ہوتا تھا وہ وکیل پر استغاثہ کرکے دادرسی حاصل کرتا تھا سلطنت مغلیہ شخصی سلطنت تھی لیکن سلطنت کے مقابلہ میں ہر متنفس کو دعویٰ کا حق حاصل تھا۔

چندروز صبر باید کرد که بعد انقضاے ایّام تمام ظلام این غرق بحر معاصی و ایام فرزندان ناخردمند مچلکائی نیافتن جاگیر تا قیامت خواهند گرفت شما که داروغۂ کچهری اید چراسعی درباب جاگیر مردم نکنید؟ که موجب نیکنامی دنیا حسنات عقبی گردد؟ واین کمینه بیکینه از بار سنگین حقوق سبکبار گردد

افسوس که عمر گشت بیهوده تلف
دنیا بتعب گذشت و دین رفت زکف
رنجیده خدا و خلق راضی نشدند
ضائع کردیم پارۂ آب و علف

(۸۸) فرزند عالیجاه واقعه نگار پرگنۂ لونی به برادر خود می نویسد که پانزده شانزده هزار روپیه هر سال از راه داری می آید و امین فوجدار زیاده از هزار دو هزار داخل جمع نمی نمایند - فی الحقیقت این راهداری نیست راهزنی ست مال عوام محض حرام است - اگر از صد پنج و چهل یک میگرفتند مضائقه نداشت چون برین تقدیر خیانت امین ظاهر می شود اول به تحقیقات این فرمان بنام ناظم صوبه و دیوان صادر می شود بعد اثبات فهمیده خواهد شد انچه از زراعت پیدا میشود نصف آن بجاگیردار گوارا است و سوائے آن مال خالصۂ شریفه است -

(۸۹) فرزند عالیجاه۔ ظاہراً ایشان یک ماہ طرف دریائے نل درصید پلنگ بسر بروند اگرچہ شکار شغلی است کہ ہم تماشا وہم لذت غذا امید ہد اما در صورت فراغ از سر انجام امور متعلقہ کہ بمنزلۂ فرائض توان گفت خوشنما وخوش آیند تر است خصوصاً ادائے حقوقِ ریاست کہ شرعاً وعُرفاً واجب آمدہ وخیر باز پرس آن از احادیث معتبرہ وتواریخ مشتہرہ وغیرہ کتب سیر یافتہ می شود۔ بر جمیع کارہا مقدم باید دانست شمارا از تمشیت امور یک صوبہ اگر اطمینانی حاصل شدہ باشد بہ تنظیم وتنسیق معاملات متعلقہ خان جہان وعاقل خان وشجاعت خان ومحمد بیگ چرا نمی پردازند؟

شمارا ذوق صید افگنی ومارا شوق قلاع شکنی وخرس بچگان را گرفتنی۔ ہیہات معاش کجا ومعاد کو؟

ہر یکے ناصح برائے دیگران ناصح خود یافتم کم در جہان

عمر بہ بطالت میگذرد۔ وکارے از دست نمی آید۔ فردا خدارا جواب باید داد ؎ کریما بہ بخشائے بر حالِ ما

(۹۰) وقائع نگار نے اطلاع دی کہ میر حبیب اللہ نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے اور عنایت اللہ خاں سے اقرار جرم بھی کر لیا ہے۔ خان موصوف نے سزا ول سخت گیر مقرر کئے ہیں کہ روپیہ وصول کریں اور میر حبیب اللہ

لکھتے ہیں کہ جان حاضر ہے اور کچھ مال ومتاع نہیں رکھتا۔ حکم ہوا:۔

زر وصل شدہ را باز سعی چرا باید کرد؟ قبل ازین از سوانح برہان پور مکرر بعرض رسیدہ بود کہ سید مسطور ہر چہ بہم میرساند بار باب استحقاق و مصارف خیر صرف میکند۔ ہرگاہ از مال این عاصی غرق معاصی ہم بہ نیابت بمصرف خیر رسیدہ باشد۔ اعادہ بیفائدہ است۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

(۹۱) بنام عنایت اللہ خان دیوان تن خالصہ۔

دیروز ابوالوفا حاضر بود کہ درویشے سادہ دل آمدہ چیزے برائے عیال خواست۔ گفتیم فقیر را بمدعا چہ کار؟ فقیر دل بریدہ و گریبان دریدہ می باید مردم فقیر فقیر می گویند و نمیدانند کہ فقیر چیست و چہ معنی دارد؟ ؎

جہان آئینہ وہم ست واین صورت پرستانش
نفس پرداز تقلید ند و میگویند اللّٰہی

(۹۲) فدوی با اخلاص۔ زبانی محمد اخلاص عنایت اللہ خان عرض نمود کہ بہین پور خلافت مقروض اند و طلب سپاہ بسیار شدہ۔ جائیکہ این قدر مناصب نامناسب و مواجب بے مواجب بدون ملاحظۂ لیاقت مردم مقرر شود و این ہمہ انعامات و رعایاتِ بیجا بظہور رسد چرا نباشد؟ حافظ قرآن اند و فاضل بیقران؟ "ولا تبذر تبذیرا" ہم یاد دارند و تفسیر این گاہے سہواً ہم نمی خوانند؟ دیوان ہم مجہول است

وکشمیر وطن فکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود اسلم خان بدنیست۔

مسکرات کی آمدنی ناجائز تھی۔ شاہزادہ نے اپنے صوبہ میں اس کو ذریعہ افزونی محاصل بنانا چاہا تو عالمگیر نے فوراً بازپرس کی اور لکھا:۔

(۹۳) فرزند زادۂ عظیم[۱] اگرچہ احداث تاڑی محال سری بدرد سر زر اندوزی دارد لیکن معنی این محال مفہوم نمی شود کہ کدام مفتی مفت خور فتوی او داد؟ این قسم اصلاح اندیشان خانہ مان برانداز را دشمن جانی و مالی و بدخواہ حالی و مآلی دانند و شکر نعمت حق سبحانہ تعالیٰ بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز و زرریز و ہمہ چیز ارزان و فراوان عطا کردہ۔ رعیت پروری را سرمایۂ دولت دنیوی و اُخروی شمارند۔

(۹۴) آن فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بفرزند عالیجاہ قلمی نماید کہ از نوشتۂ نیکنام خان (پرچہ نویس) بعرض رسید کہ شاہزادہ سپہر دیوان قدیم خود را برآورد یہ فہم و ذکائے رسا دارید مختار رید حالا بافضائل خان۔ و میر ہادی مزہ نماند۔ عنایت اللہ خان را وسطۃ المطالب الیشان

---

[۱] شاہزادہ محمد معظم کا منجھلا لڑکا جو ۲ جمادی الاول ۱۰۷۵ھ کو صبیہ راجہ روپ سنگہ راٹھور کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۰۸۸ھ وہی صبیہ کیسر سنگہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ بہت ہی خلیق اور متواضع تھا عالمگیر کی زندگی میں صوبہ بنگال بہار۔ اور اڑیسہ کا صوبہ دار رہا اور عظیم آباد۔ اسی شاہزادہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ معظم شاہ کی وفات کے وقت موجود تھا لیکن خان نصرت جنگ کے جوڑ توڑ کی وجہ سے جہاندار شاہ کے مقابلہ میں محرم ۱۱۲۳ھ کو میدانِ جنگ میں کام آیا۔ فرخ سیر ان کا لڑکا تھا۔

کردیم۔ بیاد داشتہ باشند کہ کوکلتاش خان در حین نظامت دکھن و روح اللہ خان ہنگام صوبہ داری حیدرآباد مصدر بعضے اداہائے نامناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم و آخر نظر بر قدیم خدمت باآنہا در ساختیم از زبان اعلیٰ حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیان اکبر بادشاہ روزے میفرمودند کہ ٹوڈرمل[1] برائے تقریر و تطہیر امور ملک و مال شعور تند دارد۔ اما غرورش خوش نمی آید۔ ابوالفضل[2] باو بد بود۔ شکایت گونہ آغاز کرد۔ جواب یافت کہ نواختہ را نمی توان برانداخت۔ لہذا باآدم کار چار ناچار باید ساخت۔

خدائے راست مسلّم بزرگی و الطاف
کہ جرم بیند و نان برقرار می دارد

---

[1] ذات کے کھتری اور لاہور کے رہنے والے تھے۔ اکبری دور میں دیوان اور صوبہ دار بنگالہ رہے اور خطاب راجگی سے مفتخر تھے حساب کتاب کے معاملے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اہل سیف اور قلم تھے۔ ۱۱ محرم ۹۹۸ھ میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ علامہ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ باوجود ہر کام میں یگانہ روزگار ہونے کے کینہ ور تھے۔ یہ بھی کچھ نہ تھا کاش بدلہ لینے میں تیز دستی نہ کیا کرتے یہ بھی جانے دو اگر تعصب کے رنگ میں ڈوبے نہ ہوتے تو موتیوں میں تولنے کے قابل تھے۔ انکے بعد حساب کتاب کے کام میں مرشد قلیخاں نے انکے نام کو روشن کیا۔ ملاحظہ ہو مآثر الامرا۔ صفحہ ۱۲۳ جلد دوم دربار اکبری مرتبہ مولانا آزاد مرحوم۔

[2] نورتن اکبری کا یہ درخشندہ گوہر شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہے اور ۹۹۸ھ میں پیدا ہوا۔ تبحرّ اور خداداد قابلیت نے دربار اکبری میں پہنچا دیا۔ وہاں جا کر چمکے اور خوب چمکے۔

(۹۵) فدوی با اخلاص = بفرزند عزیز بہادر ما بنویسد کہ دُنیا رفت و آخرت آمد نی شد چیزیکہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد - و ہمراہ بغارِ گور خواہد رفت

(بقیہ صفحہ ۱۲۰) شیخ عبد النبی اور مخدوم الملک سلطانپوری سے انکی نوک جھوک برابر رہتی تھی اور آخر میں بالا شیخ کے ہاتھ رہا اور شیخ عبد النبی اور مخدوم کو نیچا دیکھنا پڑا شیخ ابو الفضل کو علمی ذوق تھا اور تصنیف و تالیف میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے - ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا - لیکن انکی مشہور تصانیف اکبر نامہ آئین اکبری اور مکتوبات علامی ہیں - اکبر کے مذہبی عقائد میں جو خرابیاں ظاہراً پیدا ہو گئی تھیں اُسکے بانی شیخ ابو الفضل قرار دئے جاتے ہیں - لیکن شیخ کا یہ عالم تھا کہ دربار میں تو دینِ الٰہی کے خلیفۂ اعظم تھے لیکن مکان پر ہر وقت ۴۰ زبردست عالم شیخ ابو الفضل کی لکھی ہوئی تفسیر کو صاف کیا کرتے تھے - ایک مرتبہ اکبر نے سنا تو فرمایا کہ ہم سے تو یہ باتیں اور خلوت میں یہ ہوتا ہے خلوت میں بیٹھنے والے شیخ پر اعتراض کرتے تھے تو شیخ دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہتا تھا "آہ آہ چہ تواں کرد" چونکہ اکبر اعظم پر شیخ کا کافی اثر تھا اور شیخ کے بابت یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ چکی تھی کہ اکبر کے مذہبی عقائد میں تغیر عظیم پیدا کرکے انکو مصلح اعظم ثابت کرنے والا یہی ہے اسلئے شاہزادہ جہانگیر شیخ ابو الفضل سے کبیدہ خاطر تھے - توزک جہانگیری میں خود لکھتے ہیں کہ چونکہ اس نے اکبر اعظم کے مذہبی عقائد خراب کردئے تھے اسلئے تنگ ہوکر راجہ نرسنگہ دیو کو حکم دیا اور اُس نے حملہ کرکے ۴ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ھ کو بمقام انتری (ریاست گوالیار کے ضلع کا صدر مقام اور جھانسی و گوالیار کے درمیان جی - آئی - پی پر واقعہ ہے) شیخ کا کام تمام کردیا شیخ اُس وقت دکھن سے آگرہ واپس آرہے تھے شیخ نے مردانہ وار مقابلہ کیا - رائے رایان راجہ سورج سنگہ کافی جمعیت کے ساتھ خاص انتری میں موجود تھے - لیکن شیخ نے اُنکو بھی خبر نہیں بھیجی اور نہ انتری تک بھاگنے کی ذلت کو گوارا کیا - جب اکبر نے خبر سنی تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ قصور میرا ہے - شیخو جی نے (جہانگیر) شیخ کو کیوں سزا دی اور یہ شعر پڑھا - ؎

شیخ ما از شوقِ بیحد چوں سوئے ما آمدہ ‏ ‏ ‏ ‏ زاشتیاقِ پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

مزار انتری میں ہے -

ہمین امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات است امروز خود را فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آنست کہ وقت حال راکہ بین الماضی والاستقبال ست غنیمت داند و امر خیر و صلاح انچہ تواند فوراً بعمل آرد و حال را رفتہ و آیندہ را شدہ پندارد زیرا کہ حال روئ در رفتن است و آیندہ را روئ در آمدن ؂

سعدی ہمہ روز پند مردم
میگوید و خود نمی کند گوش

(۹۶) بفرزند عالیجاہ عرضداشت کند کہ ایشان استشفاع تقصیر اعتبار خان کردہ اند۔ احتمال قوی کہ سید سعد اللہ درویش نوشتہ باشند بنویسد کہ عبدالقادر بیدل درین مقام دو مصراع دلچسپ گفتہ۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

(۹۷) حضرت عالمگیر[۱] ۹ ارشعبان ۱۱۰۷ھ سنہ ۵۰ جلوس میں دکھن کے تمامی قلعہ وغیرہ فتح کرکے احمد نگر تشریف لائے اور حکم دیا کہ "احمد نگر را ختم السفر

؂ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ دل شکستہ اور شکست خوردہ بادشاہ نے لکھا ہے یا اس خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر میں وہی ہمت تھی اور وہی استقلال تھا اور وہی اولوالعزمی تھی۔ جو روانگی کے وقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے انگریزی مورخین کا وہ بھی کہتے ہیں کہ تھکا ماندہ آیا تھا اور مرہٹہ فوج نے ناک میں دم کر دیا تھا۔

بنویسید" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن منصور خاں ناظم خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آرزو تھی کہ جہان پناہ اُنکے صوبہ کو رونق بخشیں - اور انہوں نے عرضداشت کی کہ حضور معلی احمد نگر میں رونق افروز ہیں اور قلعہ خجستہ بنیاد قابل مرمت ہے اگر ارشاد ہو تو درست کرالیا جاوے تاکہ جہاں پناہ کی رونق افروزی کے وقت دقّت نہ ہو - حکم ہوا :-

در لحد خاک کشادہ است بغل بہر طلب
خواجہ از بیخبری رنگ سراحی ریزد
زود باشد کہ درین غفلت و حرص و طلبش
استخوانہاش جدا - گوشت جدا میریزد

عجب از آن خانہ زاد - مزاجدان با وجود آنکہ روزے باحمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم کہ احمد نگر را ختم السفر بنویسید - پس ہرگاہ احمد نگر را ختم السفر گفتہ باشیم آمدن بخجستہ بنیاد چہ صورت دارد؟ در چند روز حیات گذشتہ در سخن تفاوت نشدہ - انشاء اللہ المستعان تا روز انتقال بسرائے جاودان در اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد -

(۹۸) ذیل میں درج کئے ہوئے خطوں کو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے انہی خطوط کی بنیاد پر انگریزی مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر مرنے سے

ڈرتا تھا اور زندگی میں جو کچھ بد افعالیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں مرنے کے وقت اُنکی تصویر عالمگیر کے سامنے تھی اسلئے وہ کانپتا تھا اور مایوسانہ کلمات آخر وقت میں اپنے لڑکوں کو لکھے۔ اسلامی تعلیم کی عدم واقفیت کی وجہ سے ان مورخین کو علم ہی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود زہد اور ریاضت کے احکم الحاکمین کے سامنے جاتے ہوئے ڈرنا چاہئے اور ہمہ وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ اگر مورخین کو اس کا علم ہوتا تو وہ یہ غلط استنباط نہ کرتے۔

بخطِ انور در حالت نزع بنام شاہزادہ محمد اعظم صادر شد=

سلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ پیری رسید و ضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفت + بیگانہ آمدم و بیگانہ میروم + خبر از خود ندارم کہ کیستم؟ وچہ کارہ ام؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت "افسوس آن باقی ماند ملکداری ورعیت پروری۔ ہیچ از من نیامد عمر عزیز مفت رفت خداوند در خانہ دارم و روشنائی آن در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پائدار نیست و از نقش رفتہ نشانے پدیدار نے واز استقبال توقع مفقود تپ مفارقت کرد۔ وچرم و پوست تنہا گذاشت۔ فرزندِ کام بخش اگرچہ بہ بیجا پور رفت۔ اما نزدیک است وآن عالیجاہ از آن ہم نزدیک تر عزیز القدر شاہِ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزند زادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیکِ ہندوستان

رسیده - لشکریان همه بے دست و پا و سراسیمه همچو من مضطرب که از خداوند خود تنهائی گزیده در حالت اضطراب ست و چون سیماب بیقرار - نمی فهمند که صاحب نعمتے داریم و هیچ با خود نیاوردم و ثمرهٔ گناهان همراه می برم - نمیدانم که در چه عقوبت گرفتار خواهم شد؟ هرچند نظر بر الطاف و رحمت امید قوی ست امّا نظر بر اعمال و افعال (خود؟) تفکر نمی گذارد - چون از خود گذشتم دیگرے کجا ماند؟

ع هرچه بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

صیانتِ بندگان - اگرچه پروردگار خواهد کرد - لیکن نظر بر عالمِ ظاهر بر فرزندان هم ضرور است که خلق الله و مسلمین ناحق کشته نشوند - فرزندزادهٔ بهادر را دعاے آخرین بگویند - وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقیماند - بیگم اگرچه بظاهر ملول ست - لیکن مالک دلها خداست - کوتاه اندیشی مونثات جز ناکامی ثمرهٔ ندارد - الوداع الوداع، الوداع -

(۹۹) فرمان بنام شاهزاده سوم کام بخش که در وقت آخرین صادر شد

فرزند من جگر بند من - در عالم اختیار هرچند برضائے الهی نصیحت کردم و زیاده از امکان وصایا نمودم چون خواست الهی نبود بگوش رضا کسے نشنید که حالاکه از همه بیگانه میروم - بر بے بضاعتی شما ترحم دارم -

آمّا چہ فائدہ؟ عذاب و گناہ ہرچہ کردم ثمرۂ آن باخود میبرم۔ عجب قدرتست کہ آمدم تنہا و میروم با این قافلہ۔ تپ اگرچہ از دوازدہ روز مرافقت داشت لیکن تاب نیاوردہ گذاشت۔ ہرجا نظر میکنم جز خدا بنظر نمی آید۔ اندیشۂ لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت۔ موجب ملالت خاطر شد۔ از خود خبرم نیست۔ گناہ بسیار کردم۔ نمیدانم بچہ عذاب گرفتار خواہم شد؟ حراستِ بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد۔ الّا بر مسلمانان و فرزندان ہم اہم است حفظ و احتیاط بندہا۔ بجسب ظاہر ضرور۔ عالیجاہ ہم نزدیک ست۔ انچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام او ہم بجان و دل قبول داشتہ۔ نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردنِ این ناکارہ بماند۔ شما را و فرزندان شما را بخدا می سپارم و خود رخصت می خواہم۔ حالت اضطراب است۔ بہادر شاہ در جائیکہ بود ہست و فرزندزادہ عظیم الشان نزدیک ہندوستان آمدہ و فرزندزادۂ بہادر در نواحی گجرات۔ حیوۃ النساء چیزے از روزگار ندیدہ ملول است و احوال بیگم۔ بیگم داند۔ اودے پوری[1] والدۂ شما در بیماری بامن بودہ ارادۂ رفاقت دارد۔ و خانہ زادان و مردمان

[1] عالمگیر کی چہیتی بیوی اور شاہزادہ کام بخش کی ماں کا خطاب ہے۔ جو دھپور کے خاندان سیسودیہ سے تھیں۔ مورخین انکے حالات کی بابت اختلاف کرتے ہیں۔ میں مسٹر بیل کی تحقیقات کو صحیح باور کرتا ہوں (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۵ ڈکشنری بیل مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۴ء)

حضور۔ ہر چند گندم نمائے جو فروش اند۔ باید برفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و پا باندازۂ ردائے دراز کشید۔ والسلام

وصایا در وقت آخر

(۱۰۰) الحمد للہ والصلوٰۃ و علی عبادہ الذین اصطفی و بعد۔

اول آنکہ۔ این عاصی غرق معاصی را تحیت و تغسیل تربت مطہرہ مقدسہ حسینیہ۔ علیہ السلام۔ نمایند کہ مغرقان بحار عصیان را بغیر از التجا بآن درگاہ مرحمت و غفران پناہ نیست و مصالح این سعادت عظمٰی نزد فرزند ارجمند بادشاہزادۂ عالیجاہ است۔ بگیرند۔

دوم آنکہ۔ چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محلدار ست بگیرند و صرف کفن این بیچارہ نمایند و سہ صد و پنجروپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است۔ روز وفات بفقرا بدہند۔ ازین راہ کہ زر کتابت قرآن نزد فرقۂ شیعہ حرمت دارد۔ بکفن و مایحتاج آن صرف نکنند۔

سوم آنکہ۔ باقی مایحتاجِ از وکیل بادشاہزادۂ عالیجاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و حلّت و حرمت بر ذمۂ ایشان است۔ برین بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ۔ این سرگشتہ وادی گمراہی را سر برہنہ دفن کنند

کہ ہر گنہگار تبہ روزگار را کہ سر برہنہ[۱] نزد بادشاہ عظیم الشان ببرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ۔ بر بالائے صندوق تابوت پارچہ سفید گندہ کہ گزی گویند۔ پوشش نمایند و از شامیانہ و بدعت مغنیان و مولودی احتراز کنند۔

ششم آنکہ۔ بر والیِ ملک واجب باد کہ با خانہ زادان بے سر و پا کہ ہمراہِ این عاصی دور از حیا در دشت و صحرا گشتہ اند۔ مدارات نمایند۔ و اگر تصریح تقصیرے از ینہا واقع شود بعفو جمیل و صفح جزیل مکافات فرمایند۔

ہفتم آنکہ۔ بہتر از ایرانی برائے متصدی گری دیگرے نیست۔ و در جنگ ہم از عہدِ حضرت جنّت آشیانی تا حال احدے ازین فرقہ از معرکہ روگردان نہ شدہ و پائے استقامت اینہا نہ لغزیدہ معہذا گاہے خود سری و حرام نمکی نکردہ اند لیکن چون بسیار عزت طلب اند۔ با اینہا ساختن بسیار مشکل بہر حال باید ساخت و کجدار و مریز باید کرد۔

ہشتم آنکہ۔ فرقہ تورانی سپاہی مقرر اند۔ برائے تاخت و تاراج و شبخون و بندی کردن خوب اند۔ از برگشتن در عین جنگ۔ کہ ترجمہ

[۱] خیالات تو یہ تھے اور عمل بھی یہی تھا۔ لیکن انگریز مورخین کا بھلا ہو وہ یہ کہتے ہیں کہ اہل ہند کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا۔

تیر بازکشی است۔ وسواس وہراس وخجالت ندارند۔ واز جہلِ مرکب ہندوستان زایان کہ سر برود لیکن جا نرود۔ بصد مرحلہ دور اند۔ بہرحال این جماعت را۔ محل رعایت باید داشت کہ اکثر جاہا این مردم بکار می آیند۔ کہ دیگرے بکار نمی آید۔

نہم آنکہ۔ با سادات لازم السعادات بارہ بموجب آیہ "وآتِ ذی القربیٰ حقہٗ" عمل باید نمود۔ در احترام و رعایت فروگذاشت نباید کرد۔ ازین راہ کہ بموجب آیۂ کریمہ "قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" محبت این جماعت اجر نبوت است ہرگز مقصر نباید بود۔ کہ مثمر خیر دنیا و آخرت است۔ لیکن باسادات[۱] بارہ کمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد و بحسب ظاہر مرتبۂ اینہا نباید افزود۔ کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند اگر اندکے استرخائے عنان شود ندامت خواہد شد۔

دہم آنکہ۔ تامقدور والی ملک خود را۔ از حرکت معاف ندارد۔ واز نشستن دریک مکان کہ در ظاہر صورت آرام و در واقع منجر بہزار مصیبت و آلام است محترز باشد۔

---

[۱] اولاد نے ان وصیتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قطب الملک اور امیر الامرا سادات عظام نے جو کچھ کیا وہ تاریخی واقعات ہیں۔ اگر نصائح پر عمل کرتے تو کاہیکو برا دن دیکھتے۔ افسوس۔

پانزدہم۔ بر پسران ہرگز اعتماد نکنند وطورِ مصاحبت در زندگی نہ نماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنین سلوک نمیکردند۔ کار باینجا نمی رسید وکلمۃ الملک عقیمہ ہمیشہ مدّ نظر باید داشت۔

دوازدہم۔ عمدہ رکن السلطنت اطلاع اخبار ملکی است وغفلت یک لحظہ باعثِ ندامت سالہائے دراز میگردد۔ کہ مقدمۂ گریختن سیوائے مقہور از غفلت شد وتا آخر عمر ہمان سرگردانی باقی بود۔ مبارک اثنا عشر اختتام بر دوازدہ وصیّت کردہ شد۔

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

(۱۰۱) اس زمانہ میں ایسی ہستیاں نادرالوجود ہیں جو شاہانِ مغلیہ اور خصوصاً عالمگیر کے عطیہ کو اپنے لئے مایۂ ناز وافتخار سمجھتے ہوں۔ لیکن راجہ بہادر راجہ برج نرائن سنگھ صاحب رئیس پڈرونہ (گورکھپور) کے دفتر میں عالمگیری اور شاہجہانی احکام موجود ہیں راجہ بہادر اور اُنکے تورت باز وراۓ بہادر جگدیش نراین صاحب ان احکام کو ذریعۂ افتخار سمجھتے ہیں۔ میں اپنے محترم خانصاحب محمد اکرم صاحب مینجر کی کرم نوازی سے منجملہ بہت سے احکام کے صرف ظلِ سبحانی حضرت عالمگیر کا ایک فرمان معہ اُن حالات کے جنکے ماتحت یہ فرمان

صادر ہوا تھا۔ اس کتاب میں شکریہ کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

چودھری ناتھ رائے۔ راجہ بہادر پڈرونہ کے مورث تھے جنکو ناظم صوبۂ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ رائے کے الفاظ سے یاد کرتے تھے خیرخواہانہ خدمات کے صلے میں اُنکو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتے رہے۔ قدر شناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنا چاہئے اور یہ منصوبہ باندھکر روانہ ہوئے ظل سبحانی نے انکو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرماکر چودھری موصوف کو فرمان مشعر عطائے نان کار بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعۂ فخر خاندان ہے۔

چودھری ناتھ رائے اپنا دھرم اور فرمان لیکر واپس آئے۔ ہندو مذہب لیکر گئے تھے اور ہندو مذہب پر قدمبوسی کے وقت قائم رہے اور ہندو ہی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے انکو زبردستی مسلمان نہیں کرلیا اور نہ چودھری ناتھ رائے نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (گورکھپور) بھی دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہوکر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کرلیا۔ لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کئے گئے اور عالمگیر نے انکو

کیوں ہندو رہنے دیا اور کس وجہ سے انکے مذہبی عقائد کی باز پرس نہیں کی اور کیا وجہ ہے کہ انکے خاندان کی عزت افزائیاں ہوتی رہیں۔

مذہب ایک عقیدہ ہے = راجہ صاحب منجھولی کو عالمگیر کی سادہ وضع پسند آئی۔ اسلامی مساوات اور رواداری نے راجہ کے دل پر اثر پیدا کیا اور وہ خدا کے لئے مسلمان ہوگئے۔ کوئی لالچ نہ تھا کسی قسم کی کوئی ترغیب وتحریص بھی نہ تھی لیکن وقت گزرنے کے بعد اب طبع آزمائیاں ہورہی ہیں کہ راجہ کو مجبوراً مذہب تبدیل کرنا پڑا ہے

اپنے منقاروں سے خود کستے ہیں پھندا جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔

عالمگیر کا دروازۂ دولت ہندو خیر خواہوں کے لئے بند نہ تھا۔ ایسے اسناد دیگر ریاستوں میں بھی ہیں۔ مگر راجہ پڈرونہ والا احسان مند دل نہیں ہے اسلئے اسناد پردۂ راز میں ہیں۔ (فرمان ملاحظہ ہو)

(۱۰۲) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

درین وقت فرمان والاشان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار پانصد روپیہ

جمع موضع کھیسا وغیرہ سی وسہ موضع در نسبت معمولۂ پرگنہ سدھوہ سرکار جونپور مضاف صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نانکار ناتھو زمیندار پرگنہ کہ مالگزار است و شیوۂ رعیت گری راشعار خود ساختہ در چبوترہ عُمّال و جاگیر دار حاضر می باشد از فصل خریف یونت ئیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلاتِ مواضع مذکورہ را بامتعلقان صرفِ معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت روز افزون اشتغال نماید و در سربراہی و ازدیاد آبادانی مقید باشد باید کہ حکّام و عُمّال و جاگیرداران و کروریانِ حال و استقبال مواضع مذکورہ را بتصرف او واگذارند۔ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدل بدان راہ ندہند و بعلت مالوجہات و سائر جہات و اخراجات مثل قلعہ و حریبانہ و ضابطہ و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نشوند۔ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔ بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم ۲۷ سنہ جلوس معلی تحریر یافت۔

خلاصہ مضمون عرضداشت (عالمگیر)

بنام

حضرت شاہجہان بعد مراجعت دکھن

آنکہ درین ایام زمام مہام سلطنت و دارائے و عنان امور ملکی و مالی از قبضہ اختیار حضرت بیرون رفتہ۔ و اعلام تغلّب و اقتدار شاہزادۂ کلان در فیض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ

اندازهٔ آنرا حوصلهٔ تحریر و تقریر نمی یابد - و او بنا بر قدرت و مکنت خویش همت
باستیصال نهالِ وجود اخوان مقصور گردانیده - روز بروز سعی و اجتهادش
درین باب سمت تزاید می پذیرد - چنانچه سلیمان شکوه را با فوجے بر سر شاه
شجاع که پسر رشید آن حضرت است تعین کرده ناموس و نام سی و دو ساله
او بباد فنا در داده - و آنجناب چه مایهٔ مذلت و خفت از نواسه پرویز کشیده
در پیش اهلِ جهان خجل و شرمسار گردید و همچنین بمقتضائے هوائے نفس و
خواهش طبع خویش بنائے کار نهاده پیوسته در تنقیص و تضییق احوال و تضییع
و تخریب مهام این نیازمند بدل جهد مینماید و همیشه کارها مبائن دین و ملت
صالح و مستلزم فساد امور بلاد و عباد ازو بظهور میرسد و ابواب منافع و مداخل
بر روئے روزگار این خیرخواه مسدود گردانیده و انواع منقصت و اقسام
مضرت رسانیده درایامیکه حسب الاشارهٔ اقدس بر ولایت بیجاپور لشکر
کشیده به تسخیر بعضے اقطاع آن ولایت می پرداخت - و امرا و سپاه
بمحاصره اشتغال ورزیده داد جانفشانی می دادند و مخالفان از اطراف و
جوانب هجوم آورده در سد و ممانعت و مدافعت بودند - و اخبار موحشه
بیماریِ اقدس شیوع یافته باعث تحیر و تفکر اولیا چیرگی و شوخیِ اعدا
شده بود و محصوران گلبرگه که جانبازان موکب اقبال بعد از تسخیر قلعهٔ بیدر
و کلیانی بمحاصره بلدهٔ مذکوره برداخته بودند و از تضییق محاصره و دل تنگ

تر از غنچہ شدہ کار بدان قریب گشتہ بود کہ صورتِ افتتاح نماید و مسند آرائے
حکومتِ بیجاپور از ترکتاز بہادران اقلیم سلیمان بخت بہ ستوہ آمدہ در فکر آن
ضرور افتادہ بود کہ پیش کش لائق سر انجام دادہ ولایت خود را از صدمہ
سپاہ فیروزی وستگاہ مصون گرداند والا بیم آن داشت کہ دلاوران
کتیبہ اقبال او را عنقریب مستاصل ساختہ ولایتش را ضمیمۂ ممالک محروسہ
گردانند در اخلال این حال شاہزادہ کلان ملازمان خود را بطلب امرائے
بادشاہی و تسلی و استمالت حاکم بیجاپور تعین نمود و آنہا پنہانی پیغام ہائے
عنایت آمیز و مہربانی بہ والیِ بیجاپور رسانیدہ او را در وادی لجاج و
عناد نسبت باین مرید دلیر تر ساختند و سرداران بادشاہی را بمبالغہ
و اہتمامِ تمام از پیرامنِ بلدۂ گلبرگہ کہ کار نزدیک بکشایش رسیدہ بود برداشتہ
در روان کردن آنہا بدان جانب مراتب تاکید و اجتہاد بظہور رسانیدند
کہ فرصتِ رخصت و مجال وداع نیافتہ و این خیر خواہ را نادیدہ بر جناح
استعجال عازم درگاہ جہان پناہ شدند و ازین جہت میدان فافیہ وقت
باین نیازمند تنگ گشتہ بورطۂ تحیّر و تفکّر در افتاد و بحکم ضرورکار صورت
یافتہ و بانجام قریب شدہ را بر ہم زدہ محض بہمین نیروے اقبال بے زوال
خود را ازان سیہ حال خطر بر آوردہ و بہزاران جر ثقیل و اضابت تدابیر از میان
غنیم بر آمدہ سالماً بماسنے رسید عیاذاً باللہ اگر چشم زخمے می رسید و در اکناف

اطرافِ جہان شہرت یافتہ اگر این بدنامی و حال این خفت و مذلت سالہائے دراز برروئے دولت پائدار می ماند۔ و در جریدۂ روزگار ثبت می گردید و پیدا است کہ تدارک و تلافیِ آن بہ واسطۂ عدم دوربینی و ناعاقبت اندیشی شاہزادۂ کلان محض رودے کار خویش مطمح نظر داشت اگرچہ عالمے را آب بردِ غمے ندارد و از دائرۂ امکان و جرأت بندہائے بادشاہی بیرون بود۔ و این مریدا زبس ممارست در امر جانبازی و مہارت و مزاولت در کار نبرد و پیکار و آشنائیِ باطرز و شیوہ ستیز۔ دران این دیار ہجوم و اژدہام اعدا حسابے نگرفتہ و بچماق تہوّر و جلادت فرق مخالفان کوفتہ بہ استظہار شعبہائے اقبال بے زوال لشکر را ازان گردابِ شورش و فساد در میدانِ سلامت بیرون آورد۔ غریب تر آنکہ بدین بے مددی و خسارت و کارشکنی و خصومت اکتفا نکردہ محال برار را بے سابقہ تقصیر و کوتاہی ازجاگیر این خیرخواہ رضاطلب کہ جز ارادت و اعتقاد و جانفشانی و اخلاص امرے دیگر بخاطر راہ ندادہ تغیر کردہ بہ آنجہان ناخلفے زیادہ سرے کہ پا از حد خود بیرون نہادہ مرتکب انواع گستاخی و بے ادبی و مصدر تقصیرات عظیمہ گشتہ و لوائے بے اعتدالی و افساد در عرصۂ بغی و عناد برافراشتہ تنخواہ نمودہ و کیفیت حال این داعی خیرخواہ را بواسطہ غرض و خواہش نفس خویش بخلاف واقعہ بعرض اسراف رسانید بہ محض بہتان و بجت افترا و امان

حال این خیر اندیش را غبار آلود جرائم و لوث آمود آثام وانمود و بہ التماس
و الحاح جسونت سنگہ را با لشکر گران بر سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن
داشت کہ درین ضمن ولایت مختصر کہ از پیشگاہ عاطفت و اسفان حضرت
باین مرید مرحمت شد بہر بہانہ کہ میسر آید انتزاع نماید۔ و این فدوی را
آوارۂ فیافی بیکسی و غربت و سراسیمۂ صحرائے محن و کربت گرداند و پس دمدمہ
دوستان در مزاج اشرف تصرف کردہ حضرت قول او را تصدیق فرمودہ
سائر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دشمن فرا گرفتہ در حق این سرگردانا
سرائے گاہ حسرت (یعنی ذلت و ہوان) ہر چہ او تجویز می نماید حکم میفرمایند۔
و قطعا تفحص و تفتیش حال این بیگناہان و توجہ و غور در امور ملکی و مالی نفرمودہ
زمام رتق و فتق مہام جزوی و کلی بکف اختیار و قبضہ اقتدارش باز گذاشتہ
اند و خود بے غائلہ شک و شائبہ ریب تشنۂ خون این بیگناہان ست۔ چون
کار بدین حد رسید و صورتِ حال بدین منوال انجامید حفظِ جان و پاس
ناموس خود از مہمات عالم عقل و نشاء خرد دانستہ عازم شدہ سدۂ منزلت
سپہر احتشام گردیدہ تا صورت حال و حقیقت معاملہ بے واسطہ ہیچ و برائین
معقولہ در خدمت عاکفان پایہ اورنگ جہانداری مکشوف گرداند۔ عدل
سلطان گر نہ پرسد حال مظلومان عشق گوشہ گیران را ز آسائش طمع باید برید
و چون این خیر خواہ قطع مسافت نمودہ بحوالی اُجین فائز گردید جسونت سنگہ

باشارهٔ شاهزاده کلان به ایذا و آزار این خیرخواه مامور بوده بسلسله جنبانی جہل
و ناواقی سنگ راه گشته بقدم ممانعت پیش آمده چندانکه مردم ہوشمند
سخندان فرستاده بعنوان معقول آن جہول را برارادهٔ خود آگاہی بخشید و
تصریح نمود که محرز سعادت حضور فائض النور و محرّم طوف کعبه امانی
آمال بندگان نزدیک و دور است اصلا بمقبولیت آشنا نشده به تکلیف
جہالت و غرور بیشتر در مراتب منع و روع افزود لاجرم پنبه جہل و پندار
پوچ از گوش ہوشش دور کردن و آن ظلوم و جہول را از پیش راه
برداشتن بحکم ضرور بر ذمه ہمت واجب گردید۔ اگر غیر تحصیل سعادت
زمین بوس اشرف امر دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر روشن
و ہویداست که اسیر کردن او و رفیقانش که چنین شکست فاحش یافته
بحال منکر سراسیمه گردِ وادیِ انہزام گشته بود چندان بعذرے نداشت
واکنون شاہزاده کلان خود با سپاه گران تا دھول پور تشریف آورده
معابرات چنبل و مسالک راه مسدود ساخته جابجا مردم را گماشته اند و
باعتقاد خویش راه عبور برین خیر اندیش بسته بودند چون این مرید را غیر از
ادراک دولت حضور پر نور با ہیچکس سرِ مقابله و پیکار نه بود و نیست از راه
بهدا و راز آب چنبل عبور کرده عازم زمین بوس اقدس گشته و چنان شنیده
میشود که آنجناب حرمان این ارادت کیش اخلاص سرشت از سعادت

خاکبوسی ہمایون بجد بر خواستہ اشتعال نائرہ قتال پیش نہاد ہمت دانز
چون آنجناب را با چون من مرید ارادت پرست بمقاتلہ وقتال پیش
آمدن وہنگامہ حرب ومصاف آراستن صرفہ نخواہد کرد پسندیدہ عالم
صواب آنست کہ بزرگی را کار فرمودہ بساط کرّ و فر در نوردیدہ و بالفعل
بصوب سجاب کہ درجاگیر آنجناب مقرر است شتافتہ چندین خدمت
حضور ہمایون را باین خیر خواہ سراپا اعتقاد گزارند۔ بعد ازان ہرچہ
در مرأت رائے جہان نما جلوہ فرماید۔ شرف ظہور خواہد یافت۔

تمت بالخیر

نوٹ

عہد مغلیہ میں دہ باشی سے (۱۰ سوار کا افسر) پنجہزاری تک عہدہ دار تھے۔ تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی ہر منصبدار کو اپنے منصب کے انداز سے گھوڑے۔ ہاتھی اور اونٹ وغیرہ مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے فوج کی تنخواہ جو منصبدار کو رکھنا پڑتی تھی سرکار شاہی سے علیحدہ ملتی تھی۔ چارپائی کا نصف خرچ خزانۂ شاہی سے ملتا تھا۔ سوار کی تنخواہ بہ لحاظ قسم گھوڑا عـــہ سے سـہ تک تھی۔ پیادے کو چھ روپیہ سے عــہ تک تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن اُسوقت گیہوں اور گھی کا نرخ یہ نہ تھا جو آج ہے (ملاحظہ ہو امرائے ہنود عہد مغلیہ میں صفحہ ۱۳۸۔ ضمیمہ ۲)۔

اکبری عہد میں بطور غیر معمولی عنایت کے مرزا راجہ مان سنگھ والیِ جے پور کا منصب ہفت ہزاری تھا اور عہد شاہجہانی میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا یہی منصب تھا جو عالمگیر نے باوجود ناواجبی روباہ بازی کے قائم رکھا۔ (امرائے ہنود)

عہد عالمگیری میں امرائے ہنود کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا (ملاحظہ ہو ضمیمہ) ۔ راجہ ساہو جی کو راجگی کا خطاب ملا اور منصب ہفت ہزاری مرحمت ہوا سنبھا جی پسر سیواجی اور نتھو جی داماد سیواجی کے منصب بھی پنجہزاری تھے اور یہ عزت مرزا راجہ جے سنگھ کی سفارش پر حاصل ہوئی تھی جنہوں نے اپنی جارحانہ کارروائیوں سے سیواجی کو نہ صرف شکست ہی دی تھی بلکہ دکھن کی زمین اُسکے لئے تنگ کر دی تھی۔ اسکے علاوہ مرہٹہ قوم کو منصب دینے میں کبھی کمی نہیں کی گئی پھر بھی اعتراض ہے کہ

اگر سیواجی کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا جاتا تو عالمگیر اطمینان کے ساتھ سلطنت کرتا لیکن معترض گردوپیش کے حالات نہیں دیکھتے۔ سیواجی دربار میں آئے تو استقبال کے لئے کنور رام سنگھ سہ ہزاری پسر مرزا راجہ مامور ہوئے یہ وہی کنور ہیں جو شاہزادہ سلیمان شکوہ کو لینے گئے تھے۔ دوسرا امیر مخلص خان عہد عالمگیری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ سیواجی کے لئے پنجہزاری منصب تجویز ہوا۔ یہی منصب راجہ جے سنگھ کا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس۔ دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا معترض یہ چاہتے ہیں کہ مفتوح فاتح (مرزا راجہ) کا ہمسر بنا دیا جاتا اس فتح کے صلے میں مرزا راجہ ہفت ہزاری بنائے گئے۔ اُس وقت خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اور فاضل خاں جس پایہ کے وزیر تھے وہ بھی کوئی پردہ کی بات نہیں تھی۔

اسکو بھی جانے دو۔ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا۔ تو جہانگیر نے راجہ کرن کو بھی پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اسکے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب مرحمت ہوا کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز تھا۔ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے پدر بزرگوار ساہوجی نے ۳ سنہ جلوس میں جب شاہجہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہاں نے یہی پنجہزاری منصب عطا کیا (صفحہ ۳۴۳ مآثر الامرا۔ جلد دوم)۔

ان حالات کو پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنا چاہئے کہ پنجہزاری منصب سیواجی کیلئے

موزوں تھا یا نہیں۔ کیا اُس زمانے میں یہ پالیسی رائج نہ تھی کہ شاہنشاہ ہند سیواجی کو دیکھ کر تخت سے اُتر کر معانقہ کرتا۔ رائے قائم کرنے میں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عہد مغلیہ میں پنجہزاری منصب سے زیادہ شروع میں کسی کو مرتبہ نہیں دیا جاتا تھا مرزا راجہ جے سنگھ نے سیواجی کے لئے صرف اس قدر لکھا تھا کہ خاطر داری کی جائے تمام خط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہفت ہزاری کا وعدہ سیواجی سے کیا گیا ہے۔ سیواجی مفتوح کی حیثیت سے مرزا راجہ کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ اسلئے وعدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بات یوں ہے کہ سیواجی سے لاکھ اچھا برتاؤ کیا جاتا لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔ سیواجی کی زندگی میں پابندی عہد کا کونسا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے ساتھ مکّارانہ سازشیں۔ شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا انہی اور اسی قسم کے اور واقعات سے اس قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے

شدم آگاہ زود از خونِ آں بیداد گر وحشی

اگر بعد از وفا این کارہا کردی چہ میکردم؟

سیواجی کو جانے دو۔ اُنکے بعد جو کچھ فیاضانہ سلوک کیا گیا اُس کا معاوضہ سیواجی کی اولاد نے جو کچھ کیا تاریخی واقعہ ہے (مضامین عالمگیر از شبلی نعمانی)۔
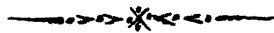
فہرست مناصب امرائے ہنود در عہد مغلیہ صفحہ ۳۵۲ - ۳۸۴

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ)			عرابہ گاڑی
						درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	
۱	ہفت ہزاری	۴۹۰	۱۴۱	۱۱۰ قطار	۲۷ قطار		۴۵۰۰۰		۲۲۰
۲	پنجہزاری	۳۴۰	۱۱۵	۱۰۰	۲۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰۰	۱۶۰
۳	چہار ہزاری پانصدی	۳۰۵	۹۰	۷۲	۱۸	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۶۰۰	۱۴۵
۴	چہار ہزاری	۲۷۰	۸۰	۶۵	۱۷	۲۲۰۰۰	۲۱۸۰۰	۲۱۶۰۰	۱۳۰
۵	سہ ہزاری پانصدی	۲۳۵	۷۵	۵۷	۱۵	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۱۸۶۰۰	۱۱۵
۶	سہ ہزاری	۲۲۰	۷۰	۵۰	۴	۱۷۰۰۰	۱۶۸۰۰	۱۴۶۰۰	۱۰۰
۷	دو ہزاری پانصدی	۱۷۰	۵۰	۴۰	۱۰	۱۴۰۰۰	۱۳۸۰۰	۱۳۶۰۰	۸۰
۸	دو ہزاری	۱۵۰	۴۰	۳۰	۷	۱۲۰۰۰	۱۱۹۰۰	۱۱۸۰۰	۶۸
۹	ایک ہزاری پانصدی	۱۲۰	۳۵	۲۴	۵	۱۰۰۰۰	۹۸۰۰	۹۶۰۰	۵۰

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ) درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	عرابہ گاڑی
۱۰	ہزاری	۱۰۴	۳۱	۲۱ قطار	۴ قطار	۸۲۰۰	۸۱۰۰	۸۰۰۰	۴۲
۱۱	نہ صدی	۱۰۰	۳۰	۲۰	۴	۷۷۰۰	۷۴۰۰	۷۱۰۰	۴۰
۱۲	ہشت صدی	۸۲	۲۸	۱۷	۳	۵۰۰۰	۴۷۰۰	۴۴۰۰	۳۴
۱۳	ہفت صدی	۶۰	۱۹	۱۵	۲	۴۰۰۰	۳۷۰۰	۳۶۰۰	۲۷
۱۴	شش صدی	۳۸	۱۵	۱۴	۲	۳۵۰۰	۳۲۰۰	۳۰۰۰	۲۱
۱۵	پانصدی	۳۴	۱۰	۱۳	۲	۲۸۰۰	۲۷۵۰	۲۷۰۰	۱۵
۱۶	چہار صدی	۲۰	۹	۵	×	۲۰۰۰	۱۷۵۱	۱۵۰۰	۱۲
۱۷	سہ صدی.	۱۵	۷	۴	×	۱۴۰۰	۱۲۵۰	۱۲۰۰	۱۰
۱۸	دو صدی	۱۲	۶	۳	×	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰	۷
۱۹	یوزباشی	۱۰	۳	۲	×	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۵
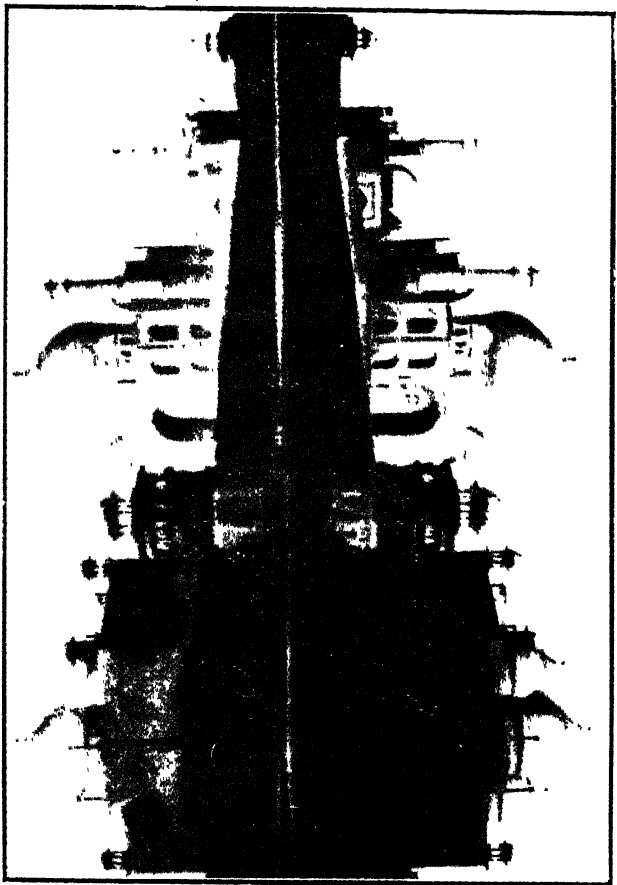
تاج محل

۱۔ شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی

جودھ بائی عرف جگت گوشائیں صبیّہ مہاراجہ اودے سنگھ راٹھور والی جودھپور کے بطن سے ۳۰ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ہجری یوم جمعہ کو بمقام لاہور پیدا ہوا۔

مہاراجہ جودھپور کے خاندان میں سلطنت کی بساط صدہا سال سے بچھی ہوئی تھی اور رسم و رواج کی زبردست زنجیروں میں یہ خاندان بھی پورا بندھا ہوا تھا لیکن اکبر کے جادو نے اس خاندان کو بھی حلقہ بگوش کر رکھا تھا۔ اور اس گرویدگی کی وجہ سے مہاراجہ نے خاندانی رسم و رواج کو خیرباد کہکر اپنی بیٹی جگت گوشائیں کی شادی شاہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کے ساتھ رچادی ۔ ۱۹ رجب ۹۹۴ھ کو شہنشاہ اکبر معہ امرائے دربار۔ اور بیگمات کے مہاراجہ کے مکان پر گئے اور دھوم دھام کے ساتھ بہو بیاہ لائے ۔ اور خاندان کچھواہہ کے طرح یہ دوسرا خاندان تھا جو رشتہ داری کے وجہ سے سلطنتِ مغلیہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔

جب شاہزادہ خُرّم (شاہجہاں) پیدا ہوا تو اکبر نے خوشیاں منائیں زرو جواہر تقسیم کئے اور جاگیریں دیں۔ پوتے کو محلسرا میں لیجاکر خدیجۃ الزمانی رقیہ بیگم کی گود میں دیدیا اور خواہش کی کہ اسکی تربیت مثل صُلبی اولاد کے کیجائے ۔ تیموری اور راٹھوری خون ملے ہوئے تھے اس پر سونے میں سوہاگہ۔ اکبر اعظم کی تربیت تھی

شاہزادہ نے جوان ہوکر ہاتھ پیر نکالے۔ جہانگیر بیٹے کی دلیرانہ اُلوالعزمیاں دیکھ کر باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ اکبر کی پالیسی ہر جگہ کامیاب رہی۔ مگر خاندان اودے پور نے اپنا نیاز اکبری دربار میں کبھی خم نہیں کیا۔ اس ریاست کے مہارانا اپنا سلسلہ نسب نوشیرواں عادل سے ملاتے تھے۔ انکی عظمت یہ تھی اور انکا دبدبہ یہ تھا کہ ریاست اودے پور کے مہارانا ہندوستان کے راجہ مہاراجہ کے ماتھے پر اپنے انگوٹھ کے خون کا تلک لگایا کرتے تھے۔ اور اسکے بعد گدی نشینی کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ یہی وہ ریاست ہے جس کے اُلوالعزم فرماں روا مہاراجہ سنگرام عرف رانا سانگا نے بابری فوج کا مقابلہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۹۳۱ھ کو موضع خانوہ موجودہ فتحپور سیکری ضلع آگرہ میں کیا اور خوب ہی داد شجاعت دی۔ مگر میدان بابر کے ہاتھ رہا۔ اکبر کی ولربا پالیسی اودے پور کو مغلوب نہ کرسکی۔ لیکن اس شاہزادہ نے ۱۰۲۴ھ میں راناکرن کو شکست دیکر اودے پور کے زعفرانی علم کو جو آٹھ سو برس سے گیلوت ٹھاکروں کے قلعوں پر مغرورانہ اُڑ رہا تھا۔ نیچا کردیا۔ راجہ کرن امیروں کی سفارش کی مدد سے دربار جہانگیری میں حاضر ہوئے اور نذر گذرانی۔ جہانگیر نے خلعت گراں بہا اور منصب عطا کر کے ملک واپس دیا۔ اس نمایاں خدمت کے صلہ میں شاہزادہ خرم کو شاہجہاں کا خطاب مرحمت ہوکر شاہی تخت کے برابر کرسی پر بیٹھنے کی عزت دیگئی۔ شاہزادہ نے قندھار۔ دکن اور گجرات میں اپنی تلوار کے جواہر دکھلائے اور مورد مراحم خسروانہ رہا۔ جب معاملات سلطنت میں نورجہاں کا اقتدار رہوا اور انکے نام کا

سکہ اور خطبہ جاری ہوا تو شاہزادہ کی خاطر اور مدارات نہیں رہی نورجہاں نے اپنی لڑکی کا عقد جو شیر افگن خاں اُسکے پہلے شوہر سے تھی شاہزادہ شہریار سے کردیا اور اُسکی ولیعہدی کی فکریں کرنے لگی اور ایسے داؤں پیچ مارے کہ سب مُنہ دیکھتے رہ گئے اور مست الست بادشاہ ہونہار شاہزادہ کی تباہی اور بربادی پر مستعد ہو گیا۔ کیوں نہو آدھ سیر شراب اور ایک سیر کباب کے معاوضہ میں سلطنت نورجہاں کو سپرد ہو چکی تھی۔

شاہجہاں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو اُس زمانہ میں عام تھا۔ اور جس سے آج کے متمدن ممالک اور برطانیہ اعظم بھی مستثنیٰ نہیں۔ شاہزادہ شاہجہاں نے علمِ بغاوت بلند کیا اور ہندوستان میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ۸ رجادی الثانی کو شاہجہاں نے تاج شاہی سر پر رکھا اس بادشاہ کے زمانہ میں بیجاپور اور گول کنڈہ کی اسلامی ریاستیں دہلی کی باجگزار ہوئیں اور احمد نگر کی سلطنت مطیع ہوئی۔

میرے مکرم مولوی سعید احمد خاں صاحب مارہروی نے خوب ہی لکھا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے سامنے اگر اُنکا بدترین دشمن عذرخواہ ہوتا تھا تو اُنکی آنکھ جھپک جاتی تھی۔ اکبر کے زمانہ سے بہادر شاہ کے زمانہ تک یہ حالت قائم رہی۔ شاہجہاں بھی جرم بخش اور عذر پذیر تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ اور صوم و صلواۃ کا پابند تھا۔ زمین بوسی کی رسم اکبر اعظم کے وقت سے جاری تھی اور چونکہ خلاف شعائر اسلام تھی اسلئے شاہجہاں نے موقوف کردی منصف مزاج اور رحمدل تھا۔ عمارتوں کا بیحد شوقین اور یہ شوق جنون کے حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس قدر تھا کہ شاہان مغلیہ میں اسکے قبل یا بعد کوئی بادشاہ اس کا ہمسر نہیں کہا جا سکتا ہے۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں جو شان اور شکوہ اسکی تھی وہ کسی دوسرے بادشاہ کو حاصل نہ تھی۔

اکبرآباد۔ دہلی۔ لاہور اور قندھار کی خوبصورت اور سربفلک عمارتیں آج بھی اسی بانی کے نفاست مزاج اور عالی حوصلگی کی زندہ مثالیں ہیں ممتاز محل (تاج بی بی) کا روضہ ۵۰ لاکھ کی لاگت سے تیار کرایا۔ یہ نادر اور عجوبۂ روزگار روضہ آج بھی دنیا کے سیاحوں کی نگاہوں میں چکاچوندھ پیدا کرتا ہے۔ دہلی کو ازسرِنو تعمیر کرا کے اسکا نام شاہجہان آباد رکھا تخت طاؤس ۵۰ لاکھ کی لاگت سے بنوایا۔

ملک گیری کی ہوس تیموری خاصہ ہے اسلئے شاہجہاں کو بھی وہی شوق رہا جو اکبر اعظم اور اُسکے اجداد کو تھا۔ قندھار کا موروثی ملک ہاتھ سے نکل گیا مرتے دم تک حسرت باقی رہی۔ لڑکوں کو بھیجا بڑے بڑے امیر اور فوجی افسر ساتھ کئے گئے۔ سب کچھ فکریں کیں مگر قندھار کا ملک نہ ملنا تھا نہ ملا۔

شاہجہاں علم دوست۔ ہنرپرور حکمراں تھا۔ اسکے عہد میں پنجاب کے اکثر سرحدی مقامات کے ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کو زبردستی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اور مسجدیں توڑ کر مندر بنوائے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ مسلمان عورتوں کو قبضہ سے نکلوالیا۔ اور مندر بدستور مسجدیں بنوائی گئیں۔ بنارس کا جدید تعمیر شدہ مندر جو بلا اجازت بنوالیا گیا تھا توڑوا دیا۔ مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو شاہجہاں نامہ عبدالحمید لاہوری سفر پنجاب۔

ہر علم اور کمال کے لوگوں کی موجودگی سے اُسکا دربار علم و فضل کا ایک مرقع تھا۔ شاہجہاں جبتک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا کوئی جھگڑا پیدا

نہیں ہوا۔ لیکن اخیر میں بوجہ علالت تمام اختیارات شاہزادہ دارا شکوہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور شاہزادے اسوقت اپنے اپنے صوبوں میں تھے۔

شاہزادہ دارا شکوہ جس مزاج کے تھے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ بھائیوں میں کدورتیں پیدا ہوئیں اور آخرش سلطنت عالمگیر کے ہاتھ آئی اور حضرت شاہجہاں کا باقی زمانہ (رمضان ۱۰۶۸ھ لغایتہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ) قلعۂ اکبر آباد کی چہار دیواری میں گذرا۔ مرنے کے بعد روضہ تاج بی بی میں دفن ہوا۔ شاہجہاں فقیر دوست اور غریب پرور تھا۔ بی بی اور اولاد کے ساتھ ایسی محبت تھی جو اسوقت بادشاہوں میں کم ہوتی تھی۔

تاریخ وفات شاہجہاں

سال تاریخ فوت شاہجہاں ۔۔۔ رضی اللہ گفت اشرف خاں
۱۰۷۶ھ

۲۔ محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر

نام شاہزادہ اورنگزیب تھا۔ اور ارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بطن سے ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ یوم یکشنبہ کو بمقام دوحد مضافِ گجرات پیدا ہوا تاریخ پیدائش۔

داد ایزد بشاہ جہاں ۔۔۔ خلفے ہمچو مہر عالمتاب
تاج صاحبقران ثانی یافت ۔۔۔ گوہر بحر از و گرفتہ حساب
نامش اورنگزیب کرد فلک ۔۔۔ تخت زین پایہ شد سپہر جناب
طبع دریافت سال تاریخش ۔۔۔ زور قم آفتاب عالمتاب
۱۰۲۷ھ (کلیم)

جب تعلیم کا زمانہ آیا تو خوش قسمتی سے بڑے پایہ کے فاضلان اجل کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی عربی اور فارسی علم ادب میں وحید عصر مولوی سید محمدؒ قنوجی کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ دیگر علوم متداولہ بھی بڑے پایہ کے عالموں سے حاصل کئے۔ علامۂ سعد اللہ خاں دستور معظم کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہ کرنے کا فخر اورنگ زیب کو حاصل تھا۔ شاہان مغلیہ میں پہلے جس شاہزادہ کو حفظ کلام مجید کی سعادت نصیب تھی وہ اورنگ زیب ہی تھا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شاہجہاں نے ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو شاہزادہ کا عقد بانو بیگم صبیّہ شاہ نواز خاں کے ساتھ کر دیا خود بادشاہ سلامت بیاہنے گئے۔ "تاریخ عقد" "دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ"

(۱۰۴۷ھ ہجری)

شاہزادہ اورنگ زیب۔ قندھار اور دکھن کی مہم پر تعنات ہوا اور کامیاب رہا۔ صوم وصلواۃ کا اس قدر پابند تھا کہ بلخ کی لڑائی میں نماز ظہر کا وقت آیا اور لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی لیکن اورنگ زیب نے نماز شروع کر دی عبد العزیز جو بلخ کی فوج کو لڑا رہا تھا۔ شاہزادہ کے استقلال سے اسقدر متاثر ہوا کہ فوراً صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور اپنے افسروں سے کہنے لگا کہ ایسے شخص کے خلاف تلوار اٹھانا مشیت ایزدی کے خلاف لڑنا ہے اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

عالمگیر کو تفسیر اور حدیث پر عبور تھا۔ فارسی انشاء پردازی میں خاص ملکہ تھا۔ ترکی بھی جانتا تھا۔ ہندی بولنے میں اچھی مہارت تھی۔ فتاوی عالمگیری

دو لاکھ کے صرفہ سے مختلف کتب شرعیہ سے شیخ نظام کی نگرانی میں تیار کرائی جس میں مذہب حنفیہ کے مسائل کی چھان بین کی ہے۔

حضرت شاہجہاں بیٹے کے علم اور ہمہ دانی کی قدر و منزلت کرتے تھے لیکن شاہزادہ داراشکوہ انکو اپنا حریف سمجھتا تھا۔ اور دونوں شاہزادوں کے دلوں میں کدورتیں پرورش پاتی رہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ آیا کہ حضرت شاہجہاں کی علالت کے وجہ سے شاہزادہ داراشکوہ کا اقتدار بڑھا۔ عالمگیر دکن میں فتوحات کر رہا تھا۔ داراشکوہ کی جانب سے امداد بند ہوئی اور امیر واپس طلب ہوئے۔ عالمگیر کو لڑنے کا موقع ہاتھ آیا اور دونوں شاہزادوں میں لڑائی ہوئی۔ شاہزادہ داراشکوہ کو شکست اٹھانی پڑی۔

۲۴ رمضان المبارک سنہ ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ اورنگزیب نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر تاجپوشی کی رسم ۱۰ رمضان شریف سنہ ۱۰۶۹ھ کو ادا کی گئی۔ سید عبدالرشید نے آیۃ کلام اللہ سے تاریخ نکالی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

عالمگیر کے عہد سلطنت میں جو اصلاحات ہوئے اُن میں چند یہ ہیں۔

(۱) مسکرات کا استعمال موقوف کیا گیا۔

(۲) مسکرات سے جو آمدنی حاصل کی گئی وہ ناجائز قرار دی گئی۔

(۳) محتسب تمام ملک میں مقرر ہوئے۔

(۴) شرعی وکیل ممالک محروسہ میں مقرر کئے گئے اور احکام جاری ہوئے کہ جس کسی کو سلطنت کے خلاف دعوی ہو وہ وکیل شرعی پر دعوی کر کے اپنی

دادرسی کرائے۔

(۵) پرچہ نویسی کا انتظام اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔

(۶) راستے اور سڑکیں اسقدر محفوظ کردی گئیں کہ رہزنی نام کو نہیں رہی اور اگر کسی شاہزادہ کے صوبہ میں جرم ہوا تو بلا تحقیقات شاہزادہ سے مدعی کے نقصان کی تلافی کرائی گئی اور شاہزادہ پر جرمانہ علاوہ بریں۔

(۷) رقص و سرود قطعاً بند۔

(۸) سکّہ کے ایک طرف کلمہ طیبہ تھا اور سکّہ زمین پر پھینکا جاتا تھا۔ پیروں کے تلے آجایا کرتا تھا۔ عدالتوں میں حاکم اونچی جگہ بیٹھتا تھا اور روپیہ وغیرہ جو جمع ہوتا وہ اہلکاروں کے پاس فرش پر۔ ان تمام امور پر نظر کرکے عالمگیر نے حکم دیا کہ اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اس طرح بے ادبی ہوتی ہے اسلئے آیندہ کلمہ نہ نقش کیا جائے۔

بات تو صرف اسقدر تھی لیکن معترضین لکھتے ہیں کہ چونکہ سکّہ مشرکین کے ہاتھوں میں آتا تھا اور وہ نجس تھے اسلئے کلمہ کی بابتہ یہ حکم دیا گیا۔

مندرجہ بالا اسباب کتابوں میں درج تھے وہ تو میں نے دیکھ لئے۔ جو اسباب میرے دوست بیان کرتے ہیں وہ میں نے کہیں نہیں دیکھے اور دیکھتا کہاں سے۔؟

تنقید کا جو فن آج کل رائج ہے وہ پہلے نہ تھا۔ اسلئے اُس زمانہ کے مورخین نے جو واقعی اسباب تھے وہ بیان کردئے۔ اُن کو کیا خبر تھی کہ زمانہ اس قدر ترقی کریگا کہ تاریخ نویس کو حسب خواہ نتیجہ نکالنے کے لئے تاریخی واقعات میں ردوبدل کرنا

پڑیگا اگر تنقید اسی کا نام ہے تو غلط استنباط کس چیز کا نام ہوگا۔

اورنگ زیب پر یہ بھی الزام ہے کہ اسکی متعصبانہ پالیسی کی وجہ سے راجپوتانہ کے والیانِ ملک اور دوسرے ہندو راجہ اسکے دشمن ہو گئے تھے اور انھوں نے جودھپور کی لڑائی کے بعد سلطنت مغلیہ کی حمایت میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ امرائے ہنود کی ایک فہرست اس کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے جسکے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ یہ الزام بھی سچائی سے منزلوں دور ہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی راجہ بھیم پنجہزاری امیر عالمگیر کے جھنڈے کے نیچے مرہٹوں سے لڑے اور اسی ملک میں ان کا انتقال ہوا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ اکبر اور شاہجہاں کے عہد میں سلطنت کے قیام کا بار صرف راجپوت قوم کے کندھوں پر تھا۔ لیکن عالمگیر کے زمانہ میں ایرانی اور تورانی امیر اور شاہزادے یلغار کرتے اور لڑتے تھے۔ راجپوت سردار اور والیان ملک انکے ساتھ جاتے تھے سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے اور انعام اور منصب پاتے تھے۔

ایام شاہزادگی میں دکھن عالمگیر کا جولاں گاہ تھا اور اسی حصہ ملک کا یہ صوبہ دار بھی تھا۔ بادشاہ ہونے کے بعد وہ دیگر اطراف کے جانب متوجہ ہوا اور مرہٹوں نے تمام ملک میں غدر مچادیا۔ دیہات اور قصبوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور آگ لگادیتے تھے۔ تجارت بند ہوگئی۔ راستے خطرناک ہوگئے حاجیوں کے جہاز لوٹے اور تباہ کئے گئے۔ عالمگیر نے شاہزادہ معظم کو بھیجا۔ ایرانی تورانی امیر گئے۔ راجپوت راجہ مہاراجہ گئے فوری انتظام تو ہوگیا۔ لیکن جڑ باقی رہی

عالمگیر نے بنفس نفیس دکھن پر فوج کشی کی اور ۸۵ سال کی عمر میں عزم اور استقلال کی اس زندہ تصویر نے دکھن فتح کیا۔ کونکن اور بالاگھاٹ کے مضبوط دشوار گذار قلعہ مرہٹوں سے فتح کرنے کے بعد بساط حکومت جمانے کا کام لڑکوں کے سپرد کر گیا۔ لیکن عالمگیر کے مرنے کے بعد لڑکوں نے دکھن میں خانہ جنگی کا نقشہ جما دیا اور اس طرح نو مفتوحہ ملک ہاتھوں سے کھو دیئے جان فیروز جنگ نے ریاست حیدرآباد پر قبضہ قائم رکھا اور اب دکھن میں عالمگیر کی جانفشانیوں کی یادگار یہی ایک ریاست ہے۔

زمانہ حال کے اکثر تعلیم یافتہ اُنیسویں صدی کی عینک سے انگریزی تواریخ کے مطالعہ کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ عالمگیر نے اسلامی ریاستوں کو تباہ کر کے مرہٹہ قوم کو طاقتور بنا دیا۔ لیکن میرے دوست اگر فارسی تواریخ کا مطالعہ فرمائیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے وقت میں صرف حیدرآباد اور بیجاپور کی برائے نام ریاستیں قائم تھیں لیکن مرہٹوں کے بالکل اثر میں تھیں۔ اگر عالمگیر انکا قلع قمع نہ کرتا تو حیدرآباد کی ریاست بھی نہ ہوتی اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دکھن میں اسلام کی آج کیا حالت ہوتی۔

عالمگیر کے سلطنت کی وسعت یہی تھی جو آجکل برٹش کی ہے۔ البتہ صوبہ برہما شامل نہ تھا لیکن آج کل نہ تو تبت شامل سلطنت ہند ہے اور نہ کابل۔ اور عالمگیر کے زمانہ میں یہ دونوں ملک بھی ہندوستان کے صوبے تھے۔

عالمگیر دکھن کی چپہ چپہ زمین فتح کرنے کے بعد ۱۱۱۷ھ میں احمدنگر واپس آیا اور فرمایا۔ "احمدنگر اختتام سفر است" اور یہی ہوا۔

۸ر ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ کو جمعہ کے دن پہر دن چڑھے احمد نگر میں انتقال کیا۔ عمر اکیانوے سال ۱۳ یوم اور مدت سلطنت ۵۰ سال دو ماہ ۲۷ یوم تاریخ وفات "رَوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ"۔ حضرت زین الدین کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

عالمگیر کے مزاج میں متانت اور سنجیدگی تھی۔ کبھی نامناسب لفظ اُسکی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ رحیم اور وسیع النظر تھا خطا بخش اور جرم پوش تھا۔ انصاف کا دریائے اعظم۔ اہل کمال کا قدردان لوگوں سے اخلاق سے پیش آتا تھا۔ لہو و لعب سے محترز اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا تھا۔ اُسنے زبان قادر الکلام پائی تھی اُسکی تحریریں دیکھ کر لوگوں کو تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اُسی طرح کشور سخن زیر قلم تھا۔ برجستہ اشعار کا حوالہ دیتا تھا اخیر عمر میں ان شعروں کو زیادہ پڑھا کرتا تھا۔

بہشتاد و نود چون در رسیدی — بسا سختی کہ از دوران کشیدی
وازآن جا چون بصد منزل در آئی — بود مرگ بشکل زندگانی
پس آن بہتر کہ خود را شاد داری — دران شادی خدا را یاد داری

بیماری کے زمانہ میں محمد اخلاص عنایت اللہ خاں نے لسان الغیب سے فال نکالی تو یہ اشعار نکلے:۔

تا ز میخانہ دم نام و نشان خواہد بود — سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود
بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود
بر سر تربت ما چون گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہ رندان جہان خواہد بود

عنایت اللہ خاں بادشاہ کی زیست سے نا امید ہو گئے اور کتاب رکھ دی
دوسرے دن حضرت عالمگیر نے رحلت فرمائی۔ دفن کے بعد ان دونوں نے
قاضی سید حیدر سے فال کا حال بیان کر کے اشعار سنائے۔ لیکن مصرع کسیطرح یاد
نہ آیا۔ اسباب بندھ چکا تھا اسلئے دیوان میسر نہ آیا اور قصہ رفت گذشت ہو گیا۔
لیکن رات کو محمد اخلاص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عالمگیر مزار سے سر نکالکر
فرماتے ہیں محمد اخلاص۔ سنو

برسر تربتِ ما چون گذری ہمت خواہ   کہ زیارت گہِ رندانِ جہان خواہد بود

کیا یہ شعر آج بھی صداقت کی زندہ تصویر نہیں ہے۔ اور کیا آج بھی سلطنت مغلیہ
کا یہ زبردست بادشاہ خاک دکھن میں اپنی عظمت اور جبروت کا ڈنکا نہیں بجوا رہا ہے؟

۳۔ شاہزادہ معظم بہادر شاہ

معظم شاہ ۳۰ رجب ۱۰۵۳ھ ہجری کو نواب بائی صبیہ راجہ راجو والی کشمیر
کے بطن سے پیدا ہوئے۔ نواب بائی کا خطاب بادشاہ بیگم تھا۔ بہادر شاہ حافظ
کلام ربانی تھے۔ علم قرأت اور تجوید سے آگاہ۔ تلاوت اس طرح فرماتے تھے کہ
سامعین کا دل بھر آتا تھا علم حدیث میں قدوۃ المحدثین کہلاتے تھے اور عربی
زبان مثل اہل زبان کے بولتے تھے علم تفسیر اور حدیث کے مطالعہ کا بیحد شوق
تھا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کی اطاعت اور فرمانبرداری مثل غلام کے کرتے تھے
لیکن اولوالعزمی سے خالی تھے اور مزاج میں بے پروائی اور سادگی زیادہ تھی۔
صوبہ کابل۔ دکھن اور بنگال میں صوبہ دار رہے

حیدرآباد کی مہم پر تعنات ہوئے تو بدخواہوں نے انکی جانب سے حضرت عالمگیر کے دل میں شکوک پیدا کر دیئے۔ لیکن نواب بیگم کی سفارش سے چغل خوروں کا مُنہ کالا ہوا لیکن دوسرے مرتبہ وار خالی نہیں گیا اور شاہزادہ معظم نظر بند کر دیئے گئے عالمگیر رہائی حاصل کرنے کے لئے انکو دعائیں بتلاتا تھا کہ پڑھو۔ ایک گستاخ امیر نے عرض کیا کہ جب اس قدر گرویدگی ہے تو شاہزادہ کو رہا کیوں نہیں فرما دیتے۔ دعا اور تعویذ کی کیا ضرورت ہے۔ عالمگیر نے جواب دیا کہ اسکی ضرورت یوں ہے کہ مقلب القلوب انکی برکت سے میرا دل شاہزادہ کی طرف سے صاف کر دے اور شاہزادہ زندان تادیب سے رہائی پائے۔ اس زمانہ میں بھی شاہزادہ فرمانبرداری اور سعادتمندی کو اپنا شعار بنائے رہا۔

نواب بیگم کے انتقال کے بعد ۲ ر ذیقعدہ ۱۱۰۶ھ کو شاہزادہ کو آزاد فرمایا اور صوبہ پنجاب کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور میر خاں کے انتقال کے بعد ۱۱۰۹ھ میں صوبہ داری کابل کے اہم فرائض انکے سپرد کی گئی۔

ان دونوں موقعوں پر عالمگیر نے جو نصیحتیں شاہزادہ معظم کو کیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اُس وقت سے کابل میں صوبہ دار رہے اور اسی صوبہ میں عالمگیر کے انتقال کی خبر پاکر ۳۰ ر محرم ۱۱۱۹ھ کو نواح کابل میں تاج شاہی سر پر رکھکر قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ۔ بادشاہ غازی لقب اختیار کیا۔ منعم خاں انکے معتمد افسر تھے۔ ان کو خان خاناں۔ عمدۃ الملک صمصام الدولہ یار وفادار اور ظفر جنگ کے خطابات مرحمت ہو کر قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اور امیر الامرا۔ عمدۃ الملک اسد خاں وکیل مطلق ہوئے۔ شاہزادگان محمد اعظم شاہ

اور کام بخش نے عالمگیر کے وصیتوں پر عمل نہیں کیا بھائیوں میں لڑائی ہوئی اور
دونوں مارے گئے۔ بہادر شاہ کو بھائیوں کے مارے جانے کا بہت صدمہ ہوا۔
اُنکی اولاد کو آخر عمر تک اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا۔ دیکھنے والے فرق نہ نکال سکے
کہ کون بہادر شاہ کا لڑکا ہے اور کون بھتیجہ۔ زمانہ کی تاریخ ایسی مثال سے خالی ہے۔

بہادر شاہ۔ اپنے بھائیوں سے فارغ نہ ہوا تھا کہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ
جسونت سنگھ جودھ پور نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سُنی تو پہاڑوں سے جودھ پور
واپس آیا اور مسجدوں کا انہدام شروع کر دیا۔ اذانیں بند کرا دیں اور مسلمانوں
پر مظالم شروع کر دئے۔ مہارانا اودے پور بھی اجیت سنگھ کے شریک حال ہوگئے
لیکن اپنی ریاست میں مسجدیں وغیرہ شہید نہیں کرائیں۔

بہادر شاہ۔ دکھن سے واپس آکر راجپوتانہ کے جانب متوجہ ہوئے تو
مہاراجہ نے حاضر ہو کر معافی چاہی۔ بہادر شاہ نے دونوں مہراجوں کا قصور
معاف کر کے منصب واپس دئے۔

بادشاہ ابھی راجپوتانہ میں تھا کہ سکھوں کے بغاوت کی خبریں آنا
شروع ہوئیں سکھوں میں گرو نانک جی کی مذہبی تعلیم انحطاط پر تھی۔ اُنکے
جانشین گورو گوبند جی نے معاملات ملکی میں مداخلت شروع کر دی اس لئے
شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا گورو گوبند شکست اُٹھا کر افغانی دوستوں
کے مدد سے بہ تبدیل لباس چھاونی سرہند سے بچتے ہوئے اپنے وطن واپس
آئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے بعد قضا کر گئے۔ انہیں کے حکم کی تعمیل
میں اُنکے معتقدین نے سر اور ڈاڑھی کے بال کٹوانا اور منڈوانا چھوڑ دیا۔

اور سیاہ لباس پہننے لگے اور آج بھی اُس کی تعمیل ہوتی ہے۔

بہادر شاہ کے وقت میں گوبند جی اپنے گرو کے جانشین ہوئے۔ انکا انتقامی جوش بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا گورو گوبند نے بیکس و ضعیف مسلمان مرد اور عورتوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کئے۔ حاملہ مسلمان عورتوں کو ٹکڑے ٹکڑے قتل کرا دیا۔ بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور گرو گوبند پہاڑوں میں جا چھپے اور عہد فرخ سیر میں عبد الصمد خاں صوبہ دار کشمیر کے ذریعہ سے گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ شمالی ہندوستان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن دکھن میں سناٹا تھا۔ اور اسلئے تھا کہ مرہٹہ قوت عالمگیر کے ہاتھوں تباہ ہو چکی تھی اور جان باقی نہ تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ذرے موجود تھے اور اُن میں بالیدگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مرہٹوں نے سر اُٹھایا اور اگر احمد شاہ درانی نے پانی پت کے میدان میں اس بڑھتے ہوئے طوفان کو نہ روکا ہوتا تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔

سکھوں کی بغاوت کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت میں امن و امان قائم ہو گیا۔ نہ تو کبھی فوج کشی کی نوبت آئی اور نہ کوئی ملک ہی فتح ہوا۔

بہادر شاہ میں وہ تمام باتیں موجود پائی گئیں جو حضرت عالمگیر نے ان کو سامنے بٹھلا کر ایک موقع پر بتلا دی تھیں اور جن کا ذکر اس کتاب میں اپنے موقع پر ہے۔

حکومت کمزور تھی لیکن پھر بھی ان کا عہد غنیمت تھا اور یوں کہنا چاہئے کہ انھوں نے سلطنت کی شان اور آن بان کو قائم رکھا۔ سخاوت عیب پوشی

خطابخشی میں یگانۂ روزگار لیکن امور سلطنت سے بے پرواہ تھے راتوں میں جاگتے تھے اور دن چڑھے سو کر اٹھتے تھے۔

بہادر شاہ کی شادی ۴ جلوس عالمگیری میں صبیہ روپ سنگھ راٹھور کے ساتھ ہوئی اور اس بیگم کے بطن سے شاہزادہ محمد عظیم پیدا ہوئے۔ اس فقیر دوست بادشاہ نے ۷۰ سال کی عمر میں ۲۱ محرم ۱۱۲۴ ہجری یوم دوشنبہ کو انتقال کیا۔ اور قدوۃ الاصفیا حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیا کے احاطہ میں بمقام دہلی دفن ہوئے۔ مدت سلطنت ۵ سال دو ماہ۔

۴۔ داراشکوہ

یہ شاہجہاں کے بڑے لڑکے تھے۔ ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۰۴۳ھ میں نادرہ بانو بیگم صبیہ شاہزادہ پرویز سے نکاح ہوا۔ سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ انہی بیگم کے بطن سے تھے۔ عربی و فارسی زبان پر مثل اہل زبان کے عبور تھا۔ سنسکرت کی تعلیم بنارس میں بہترین پنڈتوں سے حاصل کی تھی۔ اُنکے قیام کے لئے بنارس میں عمارت بنوا دی گئی تھی۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اور پرانی عدالت کے نام سے مشہور ہے۔ شاہزادہ داراشکوہ کو علمی ذوق تھا صاحب تصنیف بھی تھے۔ سفینۃ الاولیا۔ مجمع البحرین۔ سر اسرار حق نما وغیرہ انکی مشہور تصانیف ہیں۔ داراشکوہ صوفی مزاج تھے اور ہر فرقہ کے فقیروں سے علی العموم مگر سیدنا شاہ محب اللہ الہ آبادی سے

خصوصیت کے ساتھ عقیدت تھی۔ شاہزادہ کا ایمان ہمہ اوست تھا۔
اسلئے علمائے شریعت اُنکے مذہبی عقائد سے بدظن تھے۔ نہایت فیاض
اور سیر چشم تھا۔ لیکن مغلوب الغضب اور کینہ پرور۔ متانت اور سنجیدگی
سے کوسوں دور۔ بڑے سے بڑے امیروں کو معمولی بات پر ذلیل کر دینا
اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شاہجہاں کے زمانۂ علالت میں امور سلطنت
شاہزادہ دارا شکوہ انجام دینے لگا۔ اسی وجہ سے قصّے شروع ہو گئے۔
اُس وقت شاہزادہ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم میں ہمہ تن مصروف تھا
شاہزادہ دارا شکوہ نے مدد بند کر دی۔ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم
کو ختم کر کے ہندوستان روانہ ہو گیا۔

شاہزادہ دارا شکوہ نے مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو
ہفت ہزاری منصب عطا فرما کر اور انعام اکرام سے مالا مال کر کے مالوہ
کی صوبہ داری مرحمت فرمائی اور اُس فوج کا اعلیٰ افسر مقرر کیا جو شاہزادہ
اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لئے مامور ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے نواح اُجین میں مورچہ جمایا۔ اور باوجود اورنگ زیب کی منت
وسماجت کے راستہ نہ دیا۔ اورنگ زیب نے مقابلہ کیا اور مہاراجہ شکست
کھا کر جودھپور چلدئے اسکے بعد اورنگ زیب نواح آگرہ میں دریائے چنبل
عبور کر کے سموگڈھ میں پہونچے۔ اور حضرت خلافت پناہی کو ایک مفصل عریضہ لکھا۔
جو دربار میں پڑھا گیا۔ امرائے سلطنت نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت
سموگڈھ چلکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں تو سب

معاملات طے ہو جائیں گے۔ لیکن شاہزادہ داراشکوہ نے سختی کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا "من عنقریب این کوتاہ پائچا بارا شرعی پائجامہ والے" ورجلیب عنقریب سال (راوی بیکانیر اور خاندانی خطاب راجگی عالمگیر نے عطا فرمایا) خواہم ودانید۔

تیر کمان سے نکل چکا تھا مسلمان امیر سناٹے میں آگئے اسلئے کہ داراشکوہ کا ایسا کرڈالنا معمولی بات تھی؟ تم ہی انصاف کرو ایسی صورت میں مسلمان امیر کیا خاک لڑے ہونگے۔

بادشاہ سلامت بے بس تھے۔ کچھ نہ کرسکے اور سموگڈھ میں دونوں بھائیوں کا مقابلہ رمضان ۱۰۶۸ھ میں ہوا۔ داراشکوہ کو شکست ہوئی یہی متفقہ قوت اگر دکھن میں کارفرمائی کرتی تو یہ ملک برسوں پہلے آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا ہوتا۔ میدان جنگ سے بھاگ کر شاہزادہ داراشکوہ نے راجپوتانہ کا رخ کیا۔ لیکن وہاں کی زمین اور آسمان دشمن ہو رہے تھے مجبوراً گجرات کا رخ کیا۔ یہاں کے صوبہ دار نے فوج فراہم کرنے میں مدد دی ابھی انتظام مکمل نہ ہوا تھا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کے قاصد نے پہونچکر خبر دی کہ تمام راجپوت والیان ملک چشم براہ ہیں شاہزادہ مع اپنی فوج کے روانہ ہوگیا۔ لیکن نواح اجمیر میں پہونچکر خبر ملی کہ مہاراجہ جسونت سنگھ۔ دوسرے مرتبہ عفو تقصیر کے سلسلہ میں بارگاہ عالمگیری کو جارہے ہیں۔ شاہزادہ داراشکوہ نے راجپوت والیان ملک کے ساتھ بہت کچھ احسانات کئے تھے اسلئے یہ سُنکر اسکو حیرت ہوئی اور شاہزادہ

سپہر شکوہ کو پیام دیکر روانہ کیا۔ لیکن مہاراجہ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور روانہ ہو گئے۔ کسی دوسرے والی ملک نے بھی مدد نہ دی۔ اپنی فوج پر بھروسہ کرکے شاہزادہ داراشکوہ نے نواح اجمیر میں پھر تقدیر آزمائی کی اور ناکامیاب رہے۔ اس مرتبہ جان بچانا مشکل تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ نے راجگان سروہی۔ پالن پور وغیرہ کو راستہ روکنے اور گرفتار کر لینے کے احکام جاری کر دئے تھے۔ اور ہر راجہ کو اسکی آرزو تھی کہ اگر داراشکوہ ملجاتا تو تقدیر کھل جاتی۔ شاہزادہ داراشکوہ جان بچاتے ہوئے کچھ پہونچے۔ وہاں کے راجہ نے خاندان تیموریہ کے ساتھ قرابت قائم کرنے کی تمنا میں اپنی لڑکی کا عقد سپہر شکوہ سے کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ہسٹری مرتبہ پروفیسر سرکار)۔

یہاں سے شاہزادہ نے سرحد کے جانب رخ کیا لیکن راجپوتانہ کے قریب اس لٹے ہوئے قافلہ کو جاٹوں نے لوٹ لیا۔ اُن کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس قوم کے ساتھ بھی شاہزادہ نے احسانات کئے تھے۔ شکاریوں سے بچتا ہوا اور بیمار بیگم کو لئے ہوئے ملک داورہ میں پہونچا جو درہ بولن سے ۹ میل ہے۔ داراشکوہ نے یہاں کے خان ملک جیون کی جان بخشی کرائی تھی۔ اسلئے وفا کی امید تھی۔ لیکن۔ ؎ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

اسی جگہ نادر بیگم (شاہزادہ کی عزیز بیگم) نے رمضان سنہ ۱۰۶۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ بیگم حضرت میاں میر قدس سرہ العزیز کی

عقیدتمند تھیں اسلئے انکی نعش دفن کے لئے لاہور بھیجی گئی اور جو کچھ جماعت تھی وہ نعش کے ہمراہ روانہ ہوگئی۔

شاہزادہ داراشکوہ تنہا رہ گئے اُس وقت ملک جیون نے کمینہ پن کا ثبوت دیکر شاہزادہ کو دربار میں حاضر کر دیا۔ اور صلہ میں ہزاری منصب سے سرفراز ہوکر بختیار خاں کے خطاب سے مفتخر کئے گئے۔ اس نمک حرامی اور دغابازی کا صلہ جیسا سمجھے تھے ویسا نہیں ملا۔

حضرت داراشکوہ کا آخری نتیجہ وہی ہوا جو اُس زمانہ میں دعویداران سلطنت کا ہوا کرتا تھا۔

۵۔ شاہزادہ محمد اعظم

یہ حضرت عالمگیر کا بیٹا تھا۔ دلرس بانو بیگم صبیہ شاہ نواز خاں کے بطن سے ۲۵ شعبان سنہ ۱۰۶۳ھ کو پیدا ہوا۔

مزاج میں شورش زیادہ تھی اور اپنے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا۔ ۱۷ صفر سنہ ۱۰۷۸ھ کو زیب بانو بیگم صبیہ شاہزادہ داراشکوہ سے اس کا عقد ہوا۔

اس شاہزادہ نے سلطنت کے ہر گوشہ میں عالمگیری ڈنکہ بجایا۔ ملک دکھن میں بادشاہ کے زیر نگرانی قلعوں پر قلعہ فتح کئے۔ اور مورد تحسین و آفرین ہوا۔ بلند ہمت اور شیر چشم تھا لیکن اسکی مزاجی کیفیت کی وجہ سے عالمگیر اس سے زیادہ کسی دوسرے شاہزادہ کو پند و نصائح

نہیں کرتا تھا۔ ہر موقعہ پر رقعے لکھکر اسکو نشیب و فراز سمجھاتا رہتا تھا۔ حالانکہ اسکی طبیعت سے خوب واقف تھا۔

"تربیت نااہل راچون گردگان برگنبد است"

شاہزادہ اعظم نے نہایت مشکل صوبوں میں صوبہ داری کی اور باید و شاید طریقہ سے خدمات انجام دئے۔ جب عالمگیر کا آخری وقت قریب ہوا تو ضروری وصیتوں کے بعد شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے صوبہ میں واپس جائیں۔

یہ مشکل سے ۲۵ کوس پہونچے ہونگے کہ حضرت عالمگیر کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی اسی وقت احمد نگر واپس آکر بموجب وصیت تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

چونکہ دماغ میں سلطنت و حکومت کا دریا موجزن تھا اس لئے ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بمقام برہان پور (باغ شالامار) تاج شاہی سر پر رکھکر سکہ کو اس شعر سے زینت بخشی۔

سکہ زد در جہان بدولت وجاہ — بادشاہِ ممالک اعظم شاہ

اگر اعظم شاہ نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل کیا ہوتا تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی اور سلطنت مغلیہ یوں تباہ و برباد نہ ہوتی۔ مگر منظور خدا یہی تھا اور وہی ہو کر رہا۔ بہادر شاہ نے لڑائی کو ٹالا۔ لیکن شاہزادہ محمد اعظم نے ایک نہ سنی اور کثیر فوج کے ساتھ بھائی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ دونوں فوجیں

جاجیو[۱]- نواح آگرہ میں مقابل ہوئیں- اعظم شاہ معہ شاہزادگان (بیدار بخت اور والاجاہ) مارے گئے اور فوج بھاگ گئی- نعش مقبرہ ہمایوں میں ۱۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو سپرد خاک ہوئی- شاہزادہ اعظم کے دو لڑکے زندہ رہے اور ان دونوں نے بہادر شاہ کے ظل عاطفت میں پرورش پائی-

۶- شاہزادہ کام بخش

عالمگیر کا سب سے چھوٹا اور چہیتا لڑکا تھا- ۱۰ رمضان ۱۰۷۷ھ کو اودے پوری بیگم کے بطن سے دکھن میں پیدا ہوا- حافظ کلام ربانی تھا- کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے زیادہ قابل اور ترکی زبان میں کافی مہارت رکھتا تھا- نہایت بہادر اور غیور تھا- لیکن ناعاقبت اندیش- مہم چنجی پر تعنات ہوا تو راجہ رام مرہٹہ سے سازباز کر لی- راؤ دلیپ سنگھ بوندیلہ اور نواب ذوالفقار خاں نے نقل و حرکت کی بندش کر کے زیر حراست شاہی کیمپ کو واپس کیا- کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد منصب وغیرہ بحال ہو گیا اور پھر خدمات انجام دینے لگے

---

[۱] دھولپور اور اکبر آباد کے درمیان ریلوے اسٹیشن ہے- سرائے جاجیو ایک موضع ہے اب بھی سنگ خام کی اعلیٰ درجہ کی عمارتیں موجود ہیں- اور ایک نفیس مسجد بھی موجود ہے اس کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی گئے ہیں- اسکے متصل لب سڑک (جو آگرہ سے گوالیار کو جاتی ہے) ایک پختہ ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے-

وفات سے کچھ دنوں پہلے عالمگیر نے صوبہ جات حیدرآباد اور بیجاپور انکو مرحمت فرما کر حکم دیا تھا کہ شاہی خیمہ کے سامنے سے نقارہ بجواتے ہوئے اپنے صوبہ کو جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ملک انکو بشرط اطاعت بادشاہ وقت و ادائے خراج مرحمت ہوا ہے۔ انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

انکے اور شاہزادہ اعظم کے لئے عالمگیر نے جو کچھ انتظامات مدتوں پہلے تجویز کر رکھے تھے اس سے شاہزادہ معظم کو عملی جامہ پہنانے کے قبل ہی عالمگیر آگاہ کر چکے تھے اور شاہزادے نے بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ لیکن عالمگیر کی وفات کے بعد ہی انھوں نے بہادر شاہ کو شہنشاہ تسلیم نہیں کیا اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور نواح حیدرآباد میں لڑائی کا نقشہ جم گیا تم ہی انصاف کرو کہ نو مفتوحہ ملک میں ابھی پورا تسلط و اقتدار نہیں ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ منفقہ کوشش سے کارفرمائی کیجاتی تو قبضہ مضبوط و مستحکم ہو جاتا لیکن یہ کچھ تو نہ ہو سکا مگر عالمگیر کے مرتے ہی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ مرہٹوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ کام بخش کو شکست ہوئی اور زخمی ہو کر بیکسی کی حالت میں بہادر شاہ کے سامنے پیش ہوئے۔

بہادر شاہ کو اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ جو محبت تھی اُسکی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔ چنانچہ جب کام بخش بہادر شاہ کے سامنے لائے گئے تو بہادر شاہ نے اُن کا سر زانو پر رکھکر ٹانکے دلوائے

زخم صاف کئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور بھرائی ہوئی آواز سے
کہا افسوس میں یہ حالت دیکھنے کے لئے زندہ رہا۔

ناعاقبت اندیش شاہزادہ نے جھلّا کر اپنے بھائی کو جواب دیا کہ اور کس
حالت میں دیکھنا چاہتے تھے ۔ مجھے تخت چاہیئے یا تختہ فوراً ہی غصہ کی
وجہ سے خون میں جوش پیدا ہوا اور ٹانکے کھل گئے۔ اس طرح سے شاہزادہ
کام بخش نے بھائی کے زانو پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

اگر اعظم شاہ اور کام بخش جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ نکالتے تو
تیموریہ خاندان کی جو دھاک دکھن میں بندھ چکی تھی اُس کا صدیوں
دور کرنا کوئی آسان اور معمولی کام نہ تھا۔ لیکن

"از ماست کہ بر ماست"

۷ - معز الدین جہاندار شاہ

یہ بہادر شاہ کا لڑکا تھا۔ نظام بائی کے بطن سے ۱۰ ارمضان المبارک
سنہ ۱۰۷۳ھ بروز چہار شنبہ پیدا ہوا۔ آنکھ کھلی تو مدبّر اور جری امیروں کی
گود میں جہاں بانی اور جہانرانی کی تعلیم جیسی چاہیئے تھی وہ عالمگیر نے دی
عالمگیر کے زمانہ میں حالت درست رہی۔ مگر بہادر شاہ کے زمانہ میں
انکے جوہر کھلے ۔ جب تک بہادر شاہ زندہ رہے کسی طرح سے آگ دبی رہی
لیکن اُن کے مرنے کے بعد ہی بھائیوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔
اور معز الدین نے سب بھائیوں پر غالب آکر ۵۲ سال کی عمر میں تخت

شاہی پر قدم رکھا۔

چونکہ ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی مدد سے تخت نصیب ہوا تھا اسلئے اُن کا طوطی خوب بولا۔ امیر الامرا ہوئے منصب میں اضافہ ہوا کاروبار سلطنت انکے مشورہ سے انجام پائے۔ عالمگیری امیر کنارہ کش ہوگئے۔ اور نظام الملک گوشہ نشینی سے باہر نہیں نکلے۔

جہاندار شاہ کے زمانہ میں فسق وفجور کی بنیا دپڑی۔ بھانڈوں اور قوالوں کا دور دورہ ہوا قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور مفتی مےنوش ہوں لیکن سہ

جب تغافل اپنا شیوہ خفتہ قسمت نے کیا اور یہی سامان بیداری مشیّت نے کیا

شاہزادہ فرخ پسر عظیم الشان (بہادر شاہ کا لڑکا) نے جو صوبہ بہار کا صوبہ دار تھا حملہ کر دیا۔ سموگڈھ کے میدان میں لڑائی ہوئی جہاندار شاہ کو شکست ہوئی اور قتل کیا گیا۔ سلطنت مغلیہ میں جہاندار شاہ سے پہلے کوئی بادشاہ فاسق اور کینہ پرور نہ تھا۔

پیری میں نہ کس طرح کروں سیر جہان کی
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشہ گذری کا

جہاندار شاہ بڑھاپے میں لال کنور کسبی پر فریفتہ ہوکر ہر قسم کے افعال قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ کسبی کے بھائی خوشحال کو پنجہزاری منصب اور صوبہ داری اکبرآباد سے مفتخر فرمایا۔ جب خوشحال منصب اور صوبہ داری سے سرفراز ہونے کے بعد خوشحال خاں ہوگئے تو امیر الامرا ذوالفقار خاں نے جرأت سے

کام لیکر دربار میں عرض کیاکہ اب خانہ زادوں کو طنبوری مرحمت ہونا چاہیئے جب خوشحال صوبہ داری کرینگے تو پُرانے امیر اور خانہ زاد طنبوری نہ بجائینگے تو اور کیا کام کرینگے؟

دیکھئے کہاں وہ دبدبہ اور سطوت تھی اور کہاں یہ نوبت پہونچی - اور صرف پانچ سال کے عرصہ میں ملک میں نہ کوئی انتظام باقی رہا نہ رعیت پروری نہ تنظیم رہی اور نہ علم و ہنر کی قدردانی - دکھن کا انتظام تو منزلوں دور - خاص دارالسلطنت اور ملحقہ علاقوں میں کیا کچھ نہ ہوتا رہا - لیکن کسی کے کان پر جوں نہ رینگی - کہاں کی واقعہ نگاری اور کیسی پرچہ نویسی سلطنت عیش و عشرت کے لئے تھی یا دوسری کے لئے - جو کچھ عالمگیر نے برسوں پہلے رقعوں میں لکھا تھا اُس کا ایک ایک حرف صحیح نکلا - ظاہر ہے کہ جب اولاد ایسی ہو تو عالمگیر نیک نام کیسے رہ سکتا تھا - سچ ہے یہ قصور عالمگیر ہی کا ہے کیوں اس نے ایسی وسیع سلطنت قائم کی - اگر تھوڑا ملک ہوتا تو اولاد دیکھ بھال لیتی - کہاں کشمیر کہاں واکن کھیڑہ - کجا کابل اور کجا بنگالہ - بھلا اس کا انتظام کسکے بس کا تھا - اسلئے اولاد نے جلد سے جلد گلو خلاصی کرکے جس کا ملک تھا اُسی کے حوالہ کردیا خود وبال سے بچے اور حضرت عالمگیر کو عقبیٰ کے بازپرس سے بچایا - یہ کچھ تھوڑا احسان ہے؟ -

۸ - خان فیروز جنگ

شہاب الدین نام تھا - اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے - ان کے والد خواجہ محمد عابد عہد شاہجہانی میں

ہندوستان آئے۔ عالمگیری عہد میں چارہزاری منصب اور خان قلیچ خاں کے خطاب سے سرفراز ہوکر صدرالصدور ہوگئے۔ گولکنڈہ کے محاصرہ میں موجود تھے۔ اور گولہ سے زخمی ہوکر ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو گولکنڈہ ہی میں انتقال کیا۔ انکی قبر چین قلیچ خاں کے مقبرہ کے نام سے نواح گولکنڈہ میں اب بھی موجود ہے۔ اُنکے لڑکے شہاب الدین خاں عہد عالمگیری میں توران سے آئے اور سہ صدی منصب سے مفتخر کئے گئے۔ جس زمانہ میں کہ شاہی فوجیں راجپوتانہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں اور شاہزادہ اکبر کی نقل و حرکت کا شاہی لشکر میں کچھ پتہ نہ تھا۔ عالمگیر نے ان کو مامور کیا۔ اجنبی ملک اور غیر مانوس زبان ابھی کا ہیکو ہندوستان آئے تھے اور یہاں کی زبان سے کیا واقفیت تھی؟ لیکن ہوشیار شہاب الدین آگئے اور چودھویں دن واپس آگئے۔ لشکر میں پہونچنے کے بعد داخل ہوکر عالمگیر سے حالات عرض کئے اور بادشاہ نے خوش ہوکر فرمایا۔

چمن لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہِ افسرِ اقبال میشود

دُرگا داس راٹھور اور دیگر شورش کنندگان کی گوشمالی انکے سپرد ہوئی۔ اس خدمت کو بھی خوب انجام دیا۔ اور صلہ میں داروغگی عرض مکرر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ دکھن کی مہم میں اپنے جانبازانہ حملوں سے غنیم کا منہ پھیر دیا اور عالمگیر نے صلہ میں شہاب الدین سے غازی الدین خاں بنا دیا۔ راہیرڑی کے مشہور قلعہ کے سامنے مرہٹوں سے لڑے اور آخر میں

عالمگیری اقبال غالب رہا۔ اس خدمت کے صلہ میں خطاب فیروز جنگ اور نقارہ مرحمت ہوا۔

شاہزادہ محمد اعظم بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ لشکر میں قحط پڑ گیا کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ رسد لیکر جائے۔ مگر فیروز جنگ نے بیڑا اُٹھایا اور جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ قلعہ بیجاپور فتح ہو گیا اور بادشاہ نے فیروز جنگ کو فرزند ارجمند بے ریو دنگ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا دیکھئے عالمگیر کس محبت کے ساتھ فیروز جنگ کی اس خدمت کا اعتراف کرتا ہے۔

"بدستیاری فرزند بے ریو درنگ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ مفتوح شد"

حیدر آباد کے محاصرہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور فتح حیدر آباد کے بعد منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار مرحمت ہوا۔ دکھن میں طاعون کا مرض نمودار ہوا جسکا اثر کان۔ زبان اور آنکھ پر پڑتا تھا۔ فیروز جنگ اس مرض میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر خدمات اُسی تندہی اور جاں نثاری کے ساتھ انجام دیتے رہے جو ان کا شعار تھا۔ سنتا گھوڑپڑہ مرہٹہ جرنل کا سر ان کے ذریعہ سے دربار میں پیش ہوا۔ ایسی سزائیں تو ممالک مفتوحہ میں آج بھی کمیاب نہیں ہیں؟

فیروز جنگ کی جاگیر شاہزادہ بیدار بخت کے صوبہ میں تھی۔ عالمگیر نے ایک مرتبہ فیروز جنگ کی فوج کا جائزہ لیا اور منظوری سے زیادہ سامان

پاکر ضبط کرکے شاہزادہ کو عتاب نامہ بھیجا۔ اس واقعہ کا ذکر ایک رقعہ میں موجود ہے۔ پرچہ نویسوں نے خبر دی کہ خان فیروز جنگ اپنے آپ کو سپہ سالار لکھتے ہیں۔ بیچارے کی بُری طرح خبر لی گئی۔ لیکن حُسن طلب سمجھکر بادشاہ نے اُنکی آرزو پوری کردی۔

عالمگیر کے آخر زمانہ میں فیروز جنگ برار کے صوبہ دار تھے اور انتقال کے دن ایلچپور میں تھے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ محمد اعظم نے تاج شاہی سر پر رکھ لیا اور بادشاہ کے مقابلہ کا انتظام کرنے لگے فیروز جنگ نے بادشاہ کی وصیتوں کو یاد دلاکر انکو باز رکھنا چاہا۔ شاہزادہ نے سخت جملے استعمال کئے۔ جسکی وجہ سے تمام تورانی امیر بگڑ گئے۔ اور اس مہم میں شریک نہیں ہوئے۔ آخر میں اعظم شاہ کو روز بد دیکھنا پڑا اور جان بھی گئی۔

بہادر شاہ نے اپنے عہد میں فیروز جنگ کو صوبہ دار گجرات مقرر کردیا۔ اس فتح نصیب امیر نے ۱۱۲۲ھ میں بمقام احمد آباد داعی اجل کو لبیک کہا اور نعش اُنہیں کے بنوائے ہوئے مقبرہ (اجمیری دروازہ کے قریب) دہلی میں سپرد خاک ہوئی۔

شیخ شہاب الدین کا اخلاق۔ خلق محمدی کا نمونہ تھا۔ با وقار اور فتح نصیب تھے۔ جہاں گئے فتح ہاتھ باندھے ہوئے موجود۔ نابینائی کی حالت میں بھی فوج کی سرداری کرکے ملک اور قلعہ فتح کئے۔ خطاب اور انعام سے سرفراز ہوئے ایسی مثال آجکل معدوم ہے۔ خان فیروز جنگ کی وفاشعاری کا سکہ عالمگیر کے دل پر ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقعہ پر جب حاسدوں نے پیچ مارا تو عالمگیر

نے فوراً ہی جواب دیا "حاشا کہ بہ خان فیروز جنگ کہ از کجا تا بکجا باین حال رسید۔
گمان کفران نعمت کہ کفر است کردہ شود" انہیں خان فیروز جنگ کی یادگار
آصف جاہ نظام الملک امیر الامرا میر عثمان علی خاں اس گئے گذرے زمانہ میں
اردو زبان کی ٹوٹی پھوٹی کشتی کی ناخدائی فرما رہے ہیں۔

اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

خان فیروز جنگ کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں (مدار المہام شاہجہانی)
کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جس کے بطن سے میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ
اول پیدا ہوئے۔

۹۔ میر قمر الدین قلیچ خاں

یہ نواب فیروز جنگ کے بیٹے تھے اور ۱۰۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وفاشعاری
اور بہادری انکی آبائی میراث تھی۔ جوان ہوکر خدمات بجالائے۔ دکھن میں
عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں۔ اور عالمگیر کے دست راست بنے رہے۔ منصب
میں ترقی ہوتی گئی اور بالآخر پنجہزاری منصب سے مفتخر ہوکر ۱۱۱۷ھ میں انگوٹھی
مرحمت ہوئی۔ جس پر ان کا خطاب قلیچ خان کندہ کرا دیا گیا تھا۔

جب قافلہ سالار رحلت کر گیا اور بہادر شاہ کا زمانہ آیا تو انکو خان دوران خان
کا خطاب مرحمت ہوکر صوبہ اودھ کی حکومت سپرد ہوئی۔ جہاندار شاہ کے
عہد میں خانہ نشین ہوگئے۔ جب فرخ سیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو
انکو ہفت ہزاری منصب دیکر صوبہ داری دکھن مرحمت فرمائی۔ اور

نظام الملک فتح جنگ کے خطاب سے مفتخر کیا۔ امیر الامرا امیر حسن علی خاں
سے تعلقات میں برابر کشیدگی رہی۔ جب محمد شاہ کا دور آیا تو بادشاہ گردں
کا دور دورہ ختم ہوا اور نظام الملک فتح جنگ خان دوراخان وزارت عظمیٰ
کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کئے گئے اور خدمات کے معاوضہ میں صوبۂ گجرات اور مالوہ
شامل صوبہ داری دکھن ہو کر ان کو مرحمت ہوئے۔

چونکہ محمد شاہ کے دربار کا رنگ بے رنگ ہو رہا تھا اسلئے ان کی
اصلاح کی کوشش بیکار ہوئی۔ یہ عالمگیری نقشہ جمانا چاہتے تھے اور وہاں
اُٹھتی بساط تھی۔ تنگ آکر دکھن چلے گئے۔ غیر حاضری کے زمانہ میں ان کی
مخالفت دربار میں ترقی کرتی گئی اور فوج کشی کرکے حاسد اور خود غرض
درباریوں نے ان کو دکھن میں ختم کر دینا چاہا۔ وہ زمانہ بھی نظام الملک
کے لئے بہت ہی پر آشوب تھا۔ ایک طرف تو مرہٹوں سے لڑائی ٹھنی ہوئی تھی
اور دوسری جانب سے یہ غیبی گولہ۔ لیکن خدا کو دکھن میں اسلام کا نام رکھنا
منظور تھا اس لئے بوڑھے نظام الملک نے تمام دقتوں پر فتح پائی اور خود غرض
درباری شکست کھا کر دہلی بھاگ گیا۔ اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو یہ شعر ؎

بر سرِ تربت ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہ رندانِ جہاں خواہد بود

آج کس طرح اورنگ زیب کے مزار پر صادق آسکتا تھا۔

سلطنت مغلیہ کا ستارہ ڈوب رہا تھا اور محمد شاہ عجیب شش و پنج
میں تھے نظام الملک کی یاد پھر آئی اور فرمان کے ساتھ خطاب آصف جاہ
کے مرحمت ہونے کی مبارکباد بھیجکر جلد دہلی پہونچنے کی تاکید کی۔ اب دربار

اور سلطنت بالکل نزاع کے عالم میں تھے۔ نہ عالمگیری دبدبہ تھا اور نہ صاحبقرانی شوکت و سطوت۔

نظام الملک دہلی پہونچے تو فضل علی خاں نے یہ قطعہ پیش کیا۔

صد شکر کہ ذاتِ دین پناہی آمد　　رونق دہِ ملک بادشاہی آمد

تاریخ رسید نش بگوشم ہاتف　　گفت آیتِ رحمت الٰہی آمد

دہلی پہونچکر حکم ملا کہ مرہٹوں کے اُٹھتے ہوئے طوفان کو روکا جائے۔ نظام الملک دہلی سے آگرہ ہوتے ہوئے قنوج اور مکن پور پہونچے اور دریائے جمنا کو کالپی کے نیچے عبور کیا اور بھوپال کے نواح میں پہونچکر مرہٹوں کو شکست دی۔ اُسی وقت نادر شاہ کی آمد آمد کا غلغلہ اُٹھا۔ نظام الملک اس خبر کو سُنکر فوراً دہلی لوٹ پڑے اور نادر شاہ کے ہاتھوں سے دہلی کا برباد ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دکن واپس ہوئے ترچناپلی و کرناٹک کے ملک فتح کرکے اپنے معتمد قاضی نواب انوار الدین خاں گوپاموی کے سپرد کئے۔ اس سے پوری فراغت بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ احمد شاہ دُرانی کی آمد آمد کی خبر پاکر لشکر آراستہ کرنے لگے۔ برہان پور میں فوج کا مقابلہ ہوا موت نے حملہ کردیا اور نظام الملک مغلوب ہوکر ۴ رجادی الثانی سنہ ۱۱۶۱ھ کو بمقام برہان پور راہی ملک بقا ہوئے۔ مرقد شریف شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پائین دفن ہوئے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ تیموری امیروں میں ان سے زیادہ دبدبہ اور سطوت کا امیر ہندوستان میں نہیں گذرا سبایدو شاید

طریقہ سے دکھن کے ملک پر حکومت کرتے رہے۔ اور کسی کو آنکھ ملا کر بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ سیر چشم اور فیاض تھے۔ انکی سخاوت اور عالی ہمتی کا شہرہ سنکر عرب۔ عجم۔ توران۔ اور خراسان کے علماء اور فضلا نیز دیگر ارباب علم و فن کشاں کشاں انکے دربار میں آتے تھے۔ اور علی قدر مراتب ہر شخص کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔

امیر الامرا۔ آصف جاہ اول۔ دین پرور۔ نکتہ نواز۔ کرم گستر تھے شاعری سے شوق تھا اور صاحب دیوان تھے۔ جب وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو کر دہلی آئے تو اپنے غزل کا یہ شعر ؎

کے سوئے چمن میرود آن دست حنائی

امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

پیش کرکے خواہش ظاہر کی کہ غزل پوری کی جائے اور علامہ بلگرامی نے فوراً اسی بحر میں قصیدہ لکھکر پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے

تا حسن ترا شعلۂ انوار بدست است ۔۔۔ مہ را ہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

اگر عالمگیر کے بعد میر قمر الدین کا قدم دکھن میں نہ ہوتا تو دکھن میں آج حیدرآباد کی ریاست نہ ہوتی۔

۱۰۔ خان نصرت جنگ ذوالفقار خاں

محمد اسمٰعیل نام تھا۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کے لڑکے مہر النساء صبیبہ آصف خاں کے بطن سے ۱۰۶۶ھ میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت :۔

"زبرجِ اسد رونمود آفتاب"

محمد اسمٰعیل کی شادی اپنے ماموں نواب شائستہ خاں امیر الامرا کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جو حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

عالمگیر کی نگرانی میں تعلیم پائی تھی۔ اسلئے بڑے پایہ کے امیر نکلے۔ انکے ہاتھوں سے دکھن اور کرناٹک کے سَو قلعے فتح ہوئے اور مرہٹوں کا اس درجہ استیصال ہوا کہ پاؤں رکھنے کو جگہ باقی نہیں رہی۔ انہوں نے جان توڑ کر مشکل مہمات سر کیں۔ عالمگیر نے ان کو اعتقاد خاں۔ نصرت جنگ سپے ریو ملک رنگ کے خطابات سے سرفراز فرما کر پنجہزاری منصب سے مفتخر کر دیا۔ اور عَلَم و نقّارہ بھی مرحمت ہوا۔ نصرت جنگ نے دکھن کا مشہور قلعہ جنجی فتح کیا تو راجہ رام پسر مہاراجہ سیواجی اپنے اہل و عیال اور بوڑھی ماں کو چھوڑ کر قلعہ سے بھاگ گیا فتح کے شادیانے بجے۔ ناصر علی نے خوشخبری سنکر فوراً قصیدہ نصرت جنگ کی مدح میں لکھا جس کا پہلا شعر ہے:۔

اے شانِ حیدری زجبینِ تو آشکار

نام تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

شاعر انعام سے مالامال کر دیا گیا۔ لیکن دن ہی بھر میں سب خرچ کر ڈالا اور رات کو چارپائی پر لیٹا تو کوڑی پاس نہ تھی۔ اب ایسے دینے والے کہاں اور لینے والوں کی تو بفضلہ اس زمانہ میں بھی کمی نہیں۔

عالمگیر کے زمانہ میں نصرت جنگ کا شش ہزاری منصب ہو گیا تھا۔ اور بخشی الملک سربلند خاں کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس عہدۂ جلیلہ پر انکو

سرفراز فرمایا۔

جب بہادر شاہ کا زمانہ آیا۔ تو خطابات پر "امیر الامرا صمصام الدولہ" کا اضافہ ہو کر ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ اور دکھن کی صوبہ داری پہ مامور ہوئے۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں بھی ان کا دبدبہ قائم رہا۔ لیکن بادشاہ کے فسق و فجور سے یہ تنگ تھے۔ ابتری زیادہ بڑھی۔ اور فرخ سیر نے حملہ کر کے شاہی فوج کو شکست دی اُس وقت امیر الامرا نے اپنے بوڑھے باپ کو مشورہ دیا کہ دکھن چلدینا چاہئے۔ مگر انھوں نے نہ مانا اور اُنکی رائے کے مطابق جہاندار شاہ کو گرفتار کر کے فرخ سیر کے دربار میں لے گئے۔ نذر قبول ہوئی مگر جہاندار شاہ اور یہ دونوں مارے گئے چونکہ باپ کی رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے اسلئے کسی نے یہ تاریخ فوت لکھی ہے:۔

"ابراہیم اسمٰعیل را قربانی نمود"

۱۱۲۴ھ

چونکہ ان کے کوئی اولاد وغیرہ نہ تھی اس لئے بے نام و نشان رہے۔

۱۔ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور

مہاراجہ جسونت سنگھ شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی راجہ گج سنگھ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ راجہ نے ۲ محرم ۱۰۴۸ھ کو انتقال کیا اور وصیت کے مطابق بادشاہ نے جسونت سنگھ کی تخت نشینی منظور کرکے خلعت اسپ ونقارہ اور خطاب راجگی سے مفتخر کیا۔

راجہ گج سنگھ کے وکیل مطلق ٹھاکر گج سنگھ منصب ہزاری اور چہار صد سے سرفراز ہوکر نوعمر راجہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ جوان ہوکر راجہ جسونت سنگھ نے سلطنت کی خدمت انجام دی۔ لیکن نانہالی قرابت کی وجہ سے انکے مزاج میں شوخی اور بیباکی زیادہ تھی۔ اور شاہزادوں کو خطرہ میں نہ لاتے تھے۔

جسوقت اورنگ زیب اور مراد کی آمد آمد کا شہرہ ہوا تو شاہزادہ داراشکوہ کو ایک معتبر سپہ سالار کی ضرورت پیش آئی۔ اور اُن کی نظر انتخاب مہاراجہ پر پڑی۔ مہاراجہ کو ایک لاکھ نقد انعام دیا گیا اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز فرماکر حکومتِ صوبۂ مالوہ ان کو تفویض ہوئی۔ یہ اپنا لشکر لیکر اوجّین پہونچے۔ اور دکھن کے متحدہ فوج کا انتظار کرنے لگے۔ اورنگ زیب بھی پہونچ گیا اور قاصد مصالحت کے لئے دوڑنے لگے لیکن کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا ۲۲ رجب

سنہ ۱۰۶۸ھ کو دونوں فوجوں کا مقابلہ دھرمات پور[۵۱] (نواح اوجین) میں ہوا۔ مہاراجہ نے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ راجپوت رام رام کا نعرہ لگاتے ہوئے شاہزادہ اورنگ زیب کے لشکر میں گھسے چلے جاتے تھے۔ اور کھیرے ککڑی کی طرح کٹتے اور گرتے تھے۔ لیکن حملہ پر حملہ کرتے ہی رہے باوجود بہادری کے قسمت نے یاوری نہ کی۔ آٹھ ہزار راجپوتوں میں صرف پانچسو کی جان بچی۔ اور باقی قتل ہوئے۔ مہاراجہ خود بھی زخمی ہو کر جودھپور چلے گئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔ جب سموگڈھ کا میدان بھی اورنگ زیب کے ہاتھ رہا تو مہاراجہ نے گھوڑے دوڑانے شروع کئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگھ کی وساطت سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہو کر منصب بحال ہو گیا اور سپہ سالاری کا عہدہ قائم رکھا گیا۔

معافی کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ عالمگیر کی ہمرکابی میں شجاع کے مقابلے کے لئے کھجوہ[۵۲] گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں۔ نہ معلوم کیا بات مہراجہ کے دل میں سمائی کہ شجاع سے ملکر اورنگ زیب کی فوج پر آدھی رات کو شبخون مارا اور شاہزادہ محمد سلطان کی فوج اور دوسرے

---

[۵۱] اس فتح کی یادگار میں دھرمات پور کا نام فتح آباد رکھا گیا اور یادگار میں عالمگیر نے سرا اور مسجد بنوا کر ایک عمدہ باغ بھی نصب کیا باغ کا اب پتہ نہیں البتہ شکستہ مسجد کے قریب جنگل واقع ہے اور بھی کسی زمانہ میں باغ رہا ہوگا۔ سرائے کے بھی آثار باقی نہیں ہیں فتح آباد۔ اوجین۔ اندور ریلوے لائن پر واقع ہے اور ریلوے جنکشن ہے۔

[۵۲] فتح پور اور کانپور (E. I. R.) کے درمیان ریلوے اسٹیشن بوندکی ۷ میل پر ہے اور ضلع فتح پور میں تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں شاہی عمارتیں اسوقت بھی موجود ہیں۔

امیروں کو غفلت کی حالت میں لوٹتے ہوئے جودھپور چلدئے۔ فوج میں ہل چل پڑگئی۔ لیکن عالمگیر کے چہرہ پر شکن نہیں آئی۔ باقیماندہ فوج سے شاہزادہ شجاع کو شکست دیکر مہاراجہ کی طرف رُخ کیا اور کھجوہ سے اجمیر پہونچ گیا۔ پروفیسر سرکار نے خوب کہا ہے۔ دغابازی اور نمک حرامی ہر ملک اور قوم میں معیوب ہے لیکن ایک راجپوت کے لئے بہت زیادہ شرمناک کھجوہ سے واپس آکر مہاراجہ نے شاہزادہ داراشکوہ کو سبز باغ دکھلاکر گجرات سے طلب کیا اور جب شاہزادہ نواحِ اجمیر میں آگیا تو مہاراجہ خود عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور مرزا۔ راجہ رام سنگھ کی سفارش سے دوبارہ قصور معاف کرالیا۔ منصب بحال ہوکر صوبۂ گجرات کی حکومت پر مامور ہوئے بیچارے داراشکوہ نے پھر تقدیر آزمائی کی اور پانسہ خلاف پڑا۔ مہاراجہ ۱۰۷۱ھ میں سیواجی کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے۔ دھرمات پور کی خفت نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور سیواجی سے ساز کرگئے۔ مہاراجہ لونڈی پر بہت کچھ زور ڈالا۔ مگر اُنھوں نے وفاشعاری کے جادہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور جوانمردی کے ساتھ سیواجی کا مقابلہ کرکے اُنکا قافیہ تنگ کرتے رہے۔ جب عالمگیر کو خبر پہونچی تو مہاراجہ کو دکھن سے واپس طلب کرلیا۔ مگر کوئی سزا نہیں دی۔

۱۰۷۶ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ کابل اور ۱۰۸۰ھ میں دکھن مامور کئے گئے اور بعدہ جمرود اور مضافات کابل کی حکومت اُنکے سپرد ہوئی۔ اور اسی جگہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۸۹ھ کو انتقال کیا۔

دکھن کی آخری تعیناتی کے بعد سے مہاراجہ نے راستبازی اپنا مسلک قرار دیدیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے عہد پر قائم رہے۔

انکی امیرانہ یادگار سے جمنا کے کنارہ موضع گھٹواس میں جو شہر آگرہ کے نواح میں ہے مہاراجہ کی کچہری کا مکان موجود ہے اور راجہ جسونت سنگھ چھتری کے نام سے مشہور ہے اورنگ آباد دکھن میں چہار دیواری کے باہر مشرق رویہ انکا آباد کیا ہوا پورہ موجود ہے اُسکے قریب ہی ایک عمدہ عمارت بنوائی تھی جسکے نشانات اب بھی کچھ باقی ہیں ایک تالاب بھی ہے

سلطنت تیموریہ کا قاعدہ تھا کہ منصبدار صوبہ دار کی وفات کے بعد اُنکے وارث سوگواری میں بیٹھتے تھے۔ اور وقت مقررہ کے بعد جس درجہ کا منصبدار ہوتا تھا اُسی درجہ کا امیر یا شاہزادہ اُسکے مکان پر جاکر بادشاہ کی جانب سے تعزیت کی رسم ادا کرکے خلعت پہناکر ماتم کدہ سے باہر نکالتا تھا۔ اور پھر بادشاہ کی قدمبوسی کے بعد منصب مرحمت ہوا کرتا تھا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد مہراجہ کے عزیز اور پسماندگان اُنکی حاملہ بیگمات کو بلا اطلاع لیکر کابل سے چلدیئے۔ جب دریائے اٹک پر پروانہ راہ داری مانگا گیا تو میر بحر پر حملہ کرکے اُسکو زخمی کیا۔ تلوار چلی اور چونکہ سرکاری آدمی کم تھے اسلئے مارے گئے۔ رانیاں دریائے اٹک اُتر کر پنجاب میں آگئیں۔ عالمگیر کو واقعات کی خبر ہوتی رہی جب یہ قافلہ دہلی پہنچا تو تنبیہً پہرہ لگا دیا گیا۔ راجپوتوں نے حماقت پر حماقت یہ کی کہ مصنوعی رانیاں اور راجکمار بنا کر چھوڑ گئے اور رانیوں کو معہ لڑکوں کے لیکر جودھپور چلدئے اور وہاں جاکر اس قدر فساد مچایا کہ تمام راجپوتانہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ مسجدیں شہید کی گئیں۔ راجہ اندر سنگھ راٹھور حاکم جودھپور اور محمد طاہر خاں فوجدار نے خیریت اسی میں دیکھی کہ کان دبا کر اجمیر واپس ہوئے۔ صورت حال سے حضرت عالمگیر کو خبر دی میں نے بلا کسی تنقید کے معاملہ کی صورت پیش کردی ہے

ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ اس میں قصور کس فریق کا ہے؟

عالمگیر نے اطلاع پاکر بخشی الملک سربلند خاں کو ان راجپوتوں کی سرزنش کے واسطے بھیجا اور خود اجمیر ہو کر شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر تعنات کیا۔ جب راجپوت اس عظیم الشان فوج سے گھر گئے تو انہوں نے درگاداس نامی راجپوت کی چرب زبانی سے فائدہ اُٹھاکر شہزادہ محمد اکبر کو سلطنت کا سبز باغ دکھلایا اور شہزادہ اس خوشنما جال میں پھنسکر ستر ہزار فوج کے ساتھ باپ کی جانب پھرا۔ بادشاہ کے پاس خواجہ سرا، عملہ و خدمتگار ملاکر آٹھ سو آدمی سے زیادہ نہ تھے کوئی اور بادشاہ ہوتا تو حواس بجانہ رہتے۔ لیکن عالمگیری ڈپلومسی نے سب کو نیچا دکھلایا۔ راجپوت فوج بھاگ نکلی، شاہزادہ اکبر نے جلاوطنی اختیار کی اور اسی حالت میں مرا۔ اس فتح کے بعد راجپوتانہ بالکل ٹھیک ہوگیا اور عالمگیر نے مشہور راجہ امر سنگھ والی جودھپور کے پوتے راجہ اندر سنگھ کو راجہ کے خطاب سے سرفراز فرماکر خلعت خاصہ علم و نقارہ شمشیر مرصع اور دیگر لوازمات شاہی مرحمت فرماکر جودھپور کی گدّی پر ان کو متمکن کیا۔ اور اس طرح سے حق حقدار کو پہنچا۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ اس نے جودھپور کے نابالغوں پر ایسے مظالم کئے کہ راجپوتانہ کے راجہ مہاراجہ بدظن ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مغلیہ جھنڈے کے نیچے لڑنے نہیں گئے لیکن ضمیمہ کے ملاحظہ سے جو میں نے اس کتاب کے آخر میں اضافہ کیا ہے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے مرتے دم تک راجپوت مہاراجہ لڑائیوں میں ساتھ رہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی مہاراجہ بھیم دکھن کی لڑائیوں میں ساتھ رہے اور مغلیہ فوج کے پہلو بہ پہلو رہکر اپنا نام پیدا کر گئے۔

عالمگیری مدار المہام

رائے رایان راجہ رگھوناتھ داس

راجہ رگھوناتھ داس حساب کتاب اور معاملہ فہمی میں بے نظیر تھے۔ نواب سعد اللہ خاں کی سرکار میں عام متصدیوں میں ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے اُن کی نیابت پر پہنچے جو کام دیا گیا وہ شوق کے ساتھ انجام دیا۔ کمال کے قدردان حضرت صاحبقران ثانی کو اُن کی ذہانت اور قابلیت بھا گئی اور مدار المہام کی سرکار سے اُن کی خدمات شاہی دربار میں منتقل ہوئیں ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہو کر رائے کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

نواب سعد اللہ خاں کے انتقال کے بعد کچھ دنوں کے لئے مدار المہام ہو گئے۔ لیکن پھر خالصۂ شاہی کی دیوانی پر واپس آ گئے۔

سموگڈھ کی لڑائی کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ کھجوہ اور جنگ دوم دارا شکوہ میں راجہ نے قلم کے بجائے تلوار ہاتھ میں لی۔ اور خوب مردانگی کے جوہر دکھلائے۔ عالمگیر کے دل پر نقش ہو گیا۔ کہ راجہ صرف قلم ہی کا مالک نہیں بلکہ تلوار کا بھی دھنی ہے۔

عہد عالمگیری میں راجہ مستقل طور پر مدار المہامی کے منصب اعلیٰ پر فائز

ہے اور اپنے خدمات خیر خواہی اور ایمانداری کے ساتھ انجام دیتے رہے خدمات کے صلہ میں راجہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ قابلیت اور خیر خواہی کی وجہ سے عالمگیر ان کو عزیز رکھتے تھے۔ جب کشمیر چلے تو راجہ مدار المہام بھی ہمرکاب تھے لیکن کشمیر کے قریب پہونچکر ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو راجہ نے دائمی مفارقت اختیار کی۔

عہد عالمگیری میں اُن کا منصب دو ہزار پانصدی ذات اور پانصد سوار تھا۔ اور خطاب راجہ سے مفتخر تھے۔

مدار المہام فاضل خاں

۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ .... ۲۷ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ

نام ہی کے فاضل نہ تھے بلکہ فی الحقیقت فاضل اجل اور جامع علوم دینی و دنیوی تھے۔ جامعیت علوم اور معاملہ فہمی میں یگانۂ روزگار سا اور علم نجوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اکثر احکام از روئے نجوم ایام شاہزادگی میں عالمگیر کو لکھ کر دئے تھے۔ وہ بجنسہٖ پورے ہوئے۔ جو واقعہ مہم دکھن خواص پورہ کے مقام پر پیش آیا۔ فاضل خاں نے برسوں پہلے اس کی پیشین گوئی کردی تھی۔

اوائل عہد عالمگیری میں میر سامان کے عہدہ پر فائز رہے۔ جب مدار المہام رائے رایان راجہ رگھو ناتھ نے انتقال کیا تو بادشاہ کی نظر انتخاب انہیں پر پڑی

اور ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں قلمدان مدار المہامی انکے سپرد ہوا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ۱۶ ذیقعدہ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ جو مقبرہ اپنے لئے لاہور میں بنواگئے تھے۔ اسی میں دفن ہوئے۔ عالمگیر کو انکے انتقال کا اسقدر صدمہ ہوا کہ عید گلابی نہیں منائی۔ مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن اسی زمانہ میں مرحوم کے برادرزادہ برہان الدین ایران سے آئے ہوئے تھے۔ اُن کو خلعت ماتم مرحمت فرماکر برہان الدین خاں بنا دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اعتماد خاں کا خطاب مرحمت ہوگیا۔ اعتماد خاں نے تمام عمر بادشاہ پرستی اپنا شعار رکھا۔

عمدۃ الملک مدار المہام جعفر خاں

از ربیع الثانی ۱۰۹۶ھ تا ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۱۳ھ ہجری۔

صادق خاں میر بخشی کا لڑکا آغا طاہر وصلی کا پوتا اور یمین الدولہ آصف خاں مدار المہام کا بھانجہ اور داماد تھا۔ عہد شاہجہانی میں منصب پنجہزاری پر فائز تھے مگر جب عہد عالمگیری میں فاضل خاں کا انتقال ہوا تو اس وقت یہ صوبہ مالوہ کے صوبہ دار ہی تھے۔ سیاحت کشمیر سے واپسی پر عالمگیر نے انکو مدار المہامی کے منصب کے لئے انتخاب فرماکر طلبی کا حکم جاری کیا اور ۳۰ ربیع الاول سنہ ۶ جلوس میں جعفر خاں نے پانی پت کے مقام پر شرف باریابی حاصل کی اور عمدۃ الملک کا خطاب مرحمت ہوکر منصب مدار المہامی پر فائز ہوئے۔ مدار المہامی کی خدمات اس خوبصورتی اور ایمانداری سے انجام دیں کہ عالمگیر

کو کبھی اعتراض کا موقع نہیں ملا مشکل سے مشکل کاموں کو چٹکی بجانے کرتے تھے۔
جب بیماری کی وجہ سے بستر علالت پر صاحب فراش ہو گئے تو بادشاہ بلاناغہ اُنکی
عیادت کو جاتے تھے۔عمر نے وفا نہ کی اور بمقام دہلی ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۱۳ھ میں اس
دار فانی سے کوچ کیا۔

تین روز تک برابر شاہی مطبخ سے کھانا ان کے سوگواروں کے لئے بھیجا گیا
اور شاہزادگان اکبر و محمد اعظم کو تعزیت کے لئے اُن کے لڑکے نامدار خاں اور
کامگار خاں کے پاس بھیجکر کلمات تشفی آمیز کہلا بھیجے۔بعدہ خلعت ماتم
سوگواروں کو مرحمت ہو کر ماتم سے نکالا گیا۔نعش آگرہ لائی گئی۔اور دریائے جمنا
کے کنارے ایک عالیشان مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

یہ عمارت اس وقت بھی موجود ہے۔اور جعفر خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے

عمدۃ الملک امیر الامرا محمد ابراہیم اسد خاں مدار المہام
۱۳ سنہ جلوس سے ۱۱۱۳ھ تک

باپ کا نام خان قلی خان تھا۔اُن کے خاندان کی دربار ایرانی میں بڑی
قدر و منزلت تھی۔لیکن شاہ عباس صفوی نے اپنے عہد میں اس خاندان
کو اس قدر تنگ کیا کہ انکے باپ وطن کو خیرباد کہکر معہ اپنے بیٹے اسد خاں کے وارد
ہندوستان ہوئے۔یہاں دور جہانگیری کی آخری منزل تھی۔بڑی آؤ بھگت ہوئی
یمین الدولہ صادق خاں کی لڑکی سے عقد ہو گیا جب شاہجہانی عہد آیا

تو اپنے آبائی خطاب ذوالفقار خاں سے مفتخر کئے گئے۔ اور منصب سہ ہزاری مرحمت ہو گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں پٹنہ عظیم آباد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور وہیں ۱۰۷۱ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

ابراہیم خاں انہیں خان قتلر خاں؛ ذوالفقار خاں سہ ہزاری کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ شاہجہاں نے وزیر آصف خاں (ابو طالب شائستہ خاں کے والد) کی لڑکی سے ان کا عقد کر کے بخشی دویم کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ رفتہ رفتہ سہ ہزاری ہو گئے۔ جب عالمگیری آفتاب چمکا تو چار ہزاری منصبدار ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ۲۶ رجب ۱۰۸۶ھ کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر بجائے عمدۃ الملک جعفر خاں دستور معظم کے سرفراز ہوئے۔ ہفت ہزاری منصب مرحمت ہو کر عمدۃ الملک کے خطاب سے عزت افزائی کی گئی۔ تلوار میں یہ زور تھا کہ لشکر اعدا پر گرتے اور دم کی دم میں میدان جنگ میں صفیں درہم برہم کر دیتے تھے اور مسند وزارت پر بیٹھکر قلم میں وہ روانی آجاتی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں دم کے دم میں سلجھا دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں انہوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ عالمگیر کو ان کی ہر ادا پسند تھی۔ بادشاہ پرست تھے مگر اپنے معروضات دربار میں بے خوف و خطر پیش کرتے تھے اور حضرت عالمگیر ان کی بات کو کان دھر کر سنتے۔ اور توجہ کے ساتھ حکم دیتے تھے انکی وزارت نے عہد عالمگیری میں چار چاند لگا دئے تھے۔

"وزیرے چنیں شہریارے چناں"

یہ وزیر اور مدار المہام ہی نہ تھے بلکہ خلوت اور جلوت کے بیٹھنے والے۔ رقعات عالمگیری پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ دربار عالمگیری میں ان کا کیا درجہ تھا۔ اُن کی بات کی کیا قدر تھی۔ اور اُن کی شخصیت کا کیا اثر تھا۔ امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ محمد ابراہیم سے نواب عمدۃ الملک امیر الامرا۔ آصف الدولہ اسد خاں بہادر فدوی خاص کے خطابات عطا ہوئے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہ عالم نے ان کو وکیل مطلق کا منصب مرحمت فرمایا۔ جو وزارت عظمیٰ کے درجہ سے بڑھا ہوا تھا۔ جہاندار شاہ کا زمانہ آیا تو فسق و فجور کا دور دورہ ہوا۔ مگر ان کی آؤ بھگت میں کمی نہیں ہوئی۔ فرخ سیر نے حملہ کیا تو انھوں نے جہاندار شاہ کو نظر بند کر دیا۔ محض اس غرض سے کہ ہندوستان کی باگ ایسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے جو مضبوطی کے ساتھ حکومت کر سکے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ فرخ سیر نے فتح کے بعد جہاندار شاہ اور عمدۃ الملک کے بیٹے نواب نصرت جنگ کو قتل کر دیا اور فتح کے شادیانے بجواتا ہوا شاہانہ جلوس کے ساتھ ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۲۳ھ کو دہلی میں داخل ہوا۔

جلوس میں جہاندار شاہ کی نعش ہاتھی پر تھی اور ہاتھی کی دُم میں امیر الامرا نصرت جنگ کا سر بندھا ہوا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اسد خاں ننگے سر ننگے پیر آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے سر جھکائے دہلی کی سڑکوں پر جا رہے تھے۔

خاندان کی مستورات مجبوراً گئی تھیں اور انھوں نے بھی جلوس میں شریک ہوکر عبرت بین آنکھوں کے سامنے فاعتبروا یا اولی الابصار کا نقشہ پیش کردیا۔ انھیں اسدخاں کی سیادت اور بزرگی پر شاہنشاہ اورنگ زیب کا اسقدر اعتقاد تھا کہ ایک موقعہ پر جب مہم فتح نہیں ہوتی تھی تو گھبرا کر اسدخاں کو اسطرح لکھا۔
"آن فدوی خود سیّد و کریم النفس است اگر بحضور قلب دعا کنند گنجائش دارد"
فرخ سیر نے اسدخاں کو پینشن دیکر نظر بند کردیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں ۱۱۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا، اُنکی نعش بڑے تزک و احتشام سے شاہی صرصہ سے خاندانی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئی۔

؎ صاحب نظری کجاست تا در نگرد ؎

؎ کان صولت و جبروت به این می ارزد؟ ؎

فہرست امرائے ہنود در عہد عالمگیر

(از مولوی سعید احمد صاحب مارہروی)

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
۱	کچھواہہ	مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ (جے پور)	ہفت ہزار و ہفت ہزار ذات	سموگڈھ کی لڑائی کے بعد بمقام متھرا عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ انعام اور جاگیر مرحمت ہوئی اور دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور کئے گئے۔ سنہ ۳ ج و سنہ ۱۰۷۱ھ سیواجی مرہٹہ کی مہم پر مامور ہوئے۔ سنہ ۸ ج سنہ ۱۰۷۴ھ قلعہ پورندھر اور کوہکن کے دیگر مشہور قلعہ فتح کئے سیواجی مہراج نے صلح کے لئے درخواست کی جو منظور ہوئی۔ تفصیل کی ضرورت نہیں اور مرزا راجہ کی سفارش پر سنبھاجی کے نام پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار کا منصب مرحمت ہوا اسی سال بیجاپور کی مہم پر مامور ہو کر کامیاب رہے ۲۸ محرم سنہ ۱۰۷۷ھ کو برہان پور پہنچکر اس دار ناپائدار سے رخصت ہوئے۔ بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ راجہ مرزا علم سنسکرت میں مہارت رکھتے تھے۔ ترکی۔ فارسی اور عربی زبانوں سے واقف تھے۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
۲	کچھواہہ	کنور رام سنگھ پسر مرزا راجہ	پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار	**یادگاریں** ۱- اورنگ آباد میں ان کا آباد کیا ہوا جے سنگھ پورہ چہار دیواری کے باہر غرب رویہ موجود ہے۔ ۲- اکبر آباد میں انہوں نے نفیس عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ ۳- ایک محلہ جے سنگھ پورہ۔ یہ عمارتیں اور ایک عمدہ باغ ۱۱۰ بیگہ آراضی میں واقع تھیں لیکن اب نام و نشان باقی نہیں۔ شاہجہانی منصب سہ ہزاری تھا۔ سموگڈھ کے بعد بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ سنہ ۳ ج میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کشمیر سے لائے اور انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۸ ج میں سنبھاجی پسر سیواجی مہراج کو لیکر دربار میں حاضر ہوئے اور اسی سال سیواجی کے استقبال کے لئے بھیجے گئے جو مرزا راجہ کے ذریعہ سے امان کے طالب ہو کر اطاعت کا حلف اٹھا چکے تھے۔ سنہ ۱۰ ج ۱۰۷۷ھ میں مرزا راجہ کی وفات پر خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب چہار ہزاری سے سرفراز کئے گئے۔ باپ کی کُل جاگیر مرحمت ہوئی

خدمات	منصب عہد عالمگیری	نام امیر	نام خاندان	نمبر شمار
خلعت معہ جمدھر شمشیر معہ ساز مرصع - اسپ عربی معہ ساز طلا - فیل معہ جھول زربفت و ساز نقرہ مرحمت ہوا - اور اسی سال منصب پنجہزاری ذات و پنجہزاری سوار مفتخر ہو کر آسام کی مہم پر تعنات ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا - سنہ ۱۲ ج میں منصب کے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے - سنہ ۱۳ ج پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار دو اسپہ سہ اسپہ - سنہ ۱۹ ج ۱۰۸۶ھ خلعت و اسپ کے ساتھ اور بیش قیمت جواہرات مرحمت ہوئے اور اسی سال وفات پائی -				
باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں داخل ہوئے اور صوبہ کابل میں تعنات تھے - سنہ ۱۳ ج میں حاضر دربار ہوئے بادشاہ نے خلعت اور سرپیچ مرصع مرحمت کیا - سنہ ۱۷ ج میں خلعت و شمشیر - اسپ - فیل اور نقد انعام سے سرفراز ہوئے - سنہ ۲۰ ج میں راجہ رام سنگھ کے مرنے کے بعد کابل دربار میں آئے خلعت و جاگیر اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر اپنے وطن چلے گئے - سنہ ۲۵ ج میں خانہ جنگی میں زخمی ہو کر دو دن بعد ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۰ھ کو انتقال کیا -	منصب ہزاری و چہار صد سوار	راجہ کشن سنگھ پسر راجہ مان سنگھ	کچھوائیہ	۳

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
۴	کچھوائیہ	راجہ بشن سنگھ پسر راجہ کشن سنگھ کچھواہہ	منصب ہزاری وچہار صد سوار	۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۵ھ کو بجائے اپنے باپ کے خطاب راجگی سے موصوف ہو کر منصب ہزاری ذات وچہار صد سوار مرحمت ہوا- اور اسی سال راٹھوروں کی تنبیہ پر مامور ہوئے اسکے بعد اسلام آباد (متھرا) کی فوجداری پر سرفراز ہو کر سنہ ۱۱۱۱ھ ۴۴ ج میں وفات پائی دربار عالمگیر سے انکے بیٹے بجے سنگھ کو خطاب راجہ جے سنگھ کا مرحمت ہوا- جو راجہ جے سنگھ سوائی کے نام سے مشہور ہیں
۵	کچھوائیہ	دھیراج راجہ جے سنگھ سوائی پسر راجہ بشن سنگھ	دو ہزاری ذات دو ہزار سوار	سلطنت مغلیہ کے دور آخری کے مشہور ارکان سلطنت تھے معزز خاندان کچھواہہ کے سردار- راجہ بشن سنگھ کے بیٹے اور مرزا راجہ جے سنگھ کے پر پوتے باپ کے مرنے کے وقت ہزاری ذات ہشت صد سوار کا منصب تھا- سنہ ۱۱۱۱ھ ۴۴ ج میں باپ کے مرنے کے بعد منصب ہزار پانچصدی و ہزار سوار پر مفتخر ہو کر خطاب جے سنگھ سے موصوف ہوئے- اور یہ نام ایسا چمکا کہ اصل نام غائب ہو گیا- سنہ ۴۵ ج میں عمدۃ الملک اسد خاں کے ساتھ قلعہ کھلنا (سخر لنا) کی تسخیر پر مامور ہوئے- اس وقت تک سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے لیکن اپنے حملہ ہائے شیرانہ و دلیرانہ سے قلعہ کو فتح کر لیا-

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عالمگیری	خدمات
				اس صلہ میں دو ہزار ذات دو ہزار سوار کے سرفراز ہوئے (دیکھو یہ تو نابالغ تھے۔ انکو عالمگیر نے مسلمان کیوں نہ کرلیا ؟) بادشاہ کے انتقال کے وقت زندہ رہے۔ اور شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ میں مہاراجہ اجیت سنگھ سے سازباز کرلی۔ لیکن پھر سنبھل گئے اور تمام عمر خلوص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۰ شعبان ۱۱۵۶ھ کو وفات پائی۔ راجہ جے سنگھ علم دوست تھے۔ اُنکو علمی قدردانی کا شوق تھا۔ زبان برج بھاشا کی حسن و خوبی اُنھیں کی قدردانی اور کمال پروری سے ظاہر ہوئی۔ تمام ہندوستان کے عالم فاضل۔ گنوان پنڈت انکے علمی دربار میں موجود تھے۔ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے دہلی اور نواح دہلی میں برج بھاشا کے شوق کو پھیلایا۔ علمائے ہاندنی شرح چغمینی وغیرہ کتب ہندسہ کا عربی سے بھاشا میں ترجمہ کیا۔ انہیں راجہ نے مرزا خیر اللہ بیگ کے ذریعہ سے جو علوم ریاضی میں بے نظیر عالم تھے

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر و راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				اُجّین ـ جے پور ـ شاہجہان آباد میں ۲۰ ـ ۲۰ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے اجرام فلکی کے مشاہدہ کے واسطے رصد گاہیں قائم کیں ـ لیکن راجہ ۳۰ سال کے اندر ہی مر گئے ـ اسلئے یہ عظیم الشان علمی کام ناتمام رہا ـ انبر سے چار کوس کے فاصلہ پر شہر جے پور آباد کیا ـ یہ شہر صفائی اور خوشنمائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے
٦	کچھوائیہ	بجے سنگھ برادر راجہ جے سنگھ	عالمگیری امیر شاہ عالم نے سہ ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا	بجے سنگھ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب سے سرفراز کئے گئے اور کابل ـ شاہزادہ معظم کے ہمراہ تعنات کئے گئے ـ اپنی خدمات سے شاہزادہ کو خوش رکھا ـ جب معظم شاہ بہادر شاہ ہوئے تو انکا ستارہ چمکا اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا شاہ عالم کو دونوں بھائی عزیز تھے ـ جے سنگھ کا پیر جادۂ اطاعت سے بہک گیا ـ اور جلدی راہ راست پر آ بھی گیا ـ لیکن راجہ بجے سنگھ نے تمام عمر اطاعت شعاری کو اپنا مسلک رکھا ـ اور آبا و اجداد کے طریقہ پر رہے ـ

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۷	راٹھور جودھپور	سرگروہ راجگان مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور پسر راجہ گج سنگھ رائے راٹھور پسر راجہ سورج سنگھ برادر جودہ بائی۔	ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنجہزار دو اسپہ سہ اسپہ۔	واقعات کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب۔
۸	”	مہاراجہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ		جودھپور میں مسجدیں توڑوا دیں اور اذان کی ممانعت کی مسلمانوں پر جب علانیہ مظالم ہوئے تو عالمگیر اس جانب متوجہ ہوا۔ مہاراجہ شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپے اور عالمگیر کے مرنے کے بعد پھر ملک میں واپس آ کر پرانا آموختہ دوہرانا چاہا۔ لیکن بہادر شاہ کا زمانہ تھا فوراً ہی علاج ہو گیا قصور معاف ہو کر منصبدار ہوئے اور مختلف صوبوں میں تعنات رہے ۲۲ ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ کو نہایت دھوم دھام سے اپنی لڑکی کی شادی فرخ سیر کے ساتھ کی یہ آخری راجپوت لڑکی تھی جو خاندان مغلیہ کے محلسرا میں داخل ہوئی۔ شادی کے بعد گجرات کی صوبہ داری کا پروانہ مہاراجہ اجیت سنگھ کو ملا۔ پھر سادات بارہ سے سازش کر کے داماد کے قتل میں شریک ہوئے۔ اور صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری ملی جب سادات کی بساط

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
اُلٹی تو پھر مہاراجہ نے سر اُٹھایا۔ لیکن نواب نظام الملک آصف جاہ آگئے اور مہاراجہ نے اطاعت پر کمر باندھ لی۔ ۱۱۳۵ھ میں اُن کے بیٹے رنجیت سنگہ (ڈونگر سنگہ) باپ کا کام تمام کر دیا اور خود جودھپور کے حاکم بن بیٹھے۔	״		״	״
۱۰۶۸ھ میں سموگڈھ کی لڑائی کے بعد متھرا کے مقام پر بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہو کر خلیل اللہ خاں کے ساتھ دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور ہوئے۔ اسکے بعد کھجوہ کی لڑائی میں شریک ہو کر جوہر دکھائے اور جب مہاراجہ جسونت سنگہ بادشاہی کارخانجات لوٹ کر کھجوہ سے جودھپو چلدئے تو عالمگیر نے راجہ رائے سنگہ کو ایک لاکھ روپیہ نقد مرحمت فرماکر خطاب راجگی سے سرفراز کیا۔ خلعت۔ اسپ۔ فیل۔ شمشیر مرصع۔ اور نقارہ عطا کر کے قبیلہ راٹھور کا سردار مقرر کیا۔ اور جودھپور کی حکومت کا امیدوار بنایا۔ جب جسونت سنگہ کا قصور معاف ہوا تو راجہ اندر سنگہ دربار میں طلب ہو کر جنگ دوم دارا شکوہ میں شریک ہوئے۔ سنہ جلوس میں		راجہ رائے سنگہ پسر راؤ امر سنگہ پسر راجہ گج سنگہ راٹھور	״	۹

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	قوم و مقام	نمبر شمار
مرزا راجہ جے سنگہ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعنات ہوئے اور حسن خدمات کے صلہ میں خلعت۔ اسپ۔ نقد انعام سے سربلند ہوئے۔ سنہ ۸ ج میں مرزا راجہ کے ہمراہ مہم بیجاپور پر تعنات ہوئے۔ سنہ ۱ ج میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن میں مامور ہوئے۔ سنہ ۱۸ ج میں عبدالکریم میانہ کے مقابلہ میں صفیں درست کر رہے تھے۔ کہ موت آگئی اور یہ نامی وفادار راجہ اس دار فانی سے چل بسا۔				
راجہ رائے سنگہ کا لڑکا اور راؤ امر سنگہ کا پوتا تھا۔ سنہ ۱۸ ج عالمگیری میں باپ کے انتقال کے بعد ملازمت شاہی میں داخل ہوا۔ سنہ ۲۲ ج میں مہاراجہ جسونت سنگہ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے موصوف ہوکر سرداری قوم راٹھور اور حکومت جودھپور پر سرفرازی ہوئی۔ خلعت خاصہ۔ شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ معہ ساز طلا اور فیل و علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۴ ج میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا اسکے بعد دکھن کی مہمات میں متعین رہا۔	سہ ہزاری ذات سہ ہزار پانچصد سوار	راجہ اندر سنگہ پسر راجہ رائے سنگہ	راٹھور جودھپور	۱۰

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۴۸ج میں منصب سہ ہزاری و دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔ شہنشاہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ اعظم نے پنجہزاری منصب عطا فرمایا اور خانگی لڑائی میں اُنسے کام لینا چاہا۔ یہ سر جھکا کر نکلے اور سیدھے جودھپور چلے گئے۔
۱۱	راٹھور کشن گڈھ	راجہ مان سنگہ پسر راجہ روپ سنگہ	منصب سہ ہزاری ذات	راجہ روپ سنگہ مہاراجہ جسونت سنگہ کے چچا زاد بھائی تھے جب ہری سنگہ اُن کے چچا نے لاولد انتقال کیا تو حضرت صاحبقران ثانی نے راجہ روپ سنگہ کو خلعت و اسپ عطا کر کے کشن گڈھ کی حکومت مرحمت فرمائی اور اُسی عہد میں علم و نقارہ مرحمت ہوا رفتہ رفتہ منصب میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری تک پہونچے۔ قلعہ چتوڑ کے انہدام کے لئے مامور ہوئے اور اسی سال پرگنہ مانڈل گڈھ سرکار چتوڑ عالمگیر میں مرحمت ہوا راجہ روپ سنگہ شاہزادہ دارا شکوہ کے دست راست تھے اور سموگڈھ میں دلاورانِ زمانہ کے حوصلہ سے کہیں بڑھکر لڑے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے اورنگ زیب کے ہاتھی

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
،،		...		تک پہونچگئے بہادری کے ساتھ ہاتھی پر حملہ کیا اور مارے گئے۔ راجہ مان سنگھ اسی سورما کا لڑکا تھا اور باپ کے مارے جانے کے بعد بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہو کر ملازمان شاہی میں داخل ہوا کشن گڈھ بدستور جاگیر میں رہا۔ اور پورو مانڈل کی فوجداری سپرد ہوئی۔ سنہ ۳۵ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے ہمراہ قلعہ جنجی کی تسخیر پر متعین ہوا۔ قلعۂ مذکور کی فتح میں ذوالفقار خاں کا بازو رہا۔ سنہ ۴۳ جلوس میں منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا اور اپنے آقائے نعمت کی وفات تک شاہی خدمات بجالاتا رہا۔ باوجودیکہ راجہ روپ سنگھ عالمگیر کے کٹر دشمن تھے لیکن عالمگیر نے انکے لڑکے سے منہ نہیں موڑا۔ اگر سموگڈھ میں عالمگیری فوج ٹوٹ نہ پڑتی تو راجہ روپ سنگھ نے شاہزادہ عالمگیر کا کام ہی تمام کر دیا تھا۔

نمبر شمار	خاندان راجگان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ضبط اور گنجائش اُسکو کہتے ہیں۔ عالمگیر کا مقولہ بالکل صحیح ہے :۔ ہیچ دانی کہ شیر مردے چیست شیر مرو زمانہ دانی کیست آنکہ با دشمنان تواند ساخت وآن کہ با دوستان تواند زیست
۱۲	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا پسر ستر سال پسر گوپی ناتھ پسر راؤ رتن ہاڈا	منصب سہ ہزاری	ہاڈا۔ چوہان راجپوتوں کی گوت ہے۔ راؤ ستر سال کا لڑکا تھا۔ ستر سال کو جاں نثاری اور عقیدت شاہزادہ داراشکوہ کے ساتھ تھی اُس کا یہ کرشمہ تھا کہ یہ راجہ جان ہتھیلی پر لئے ہوئے اپنے بہادر راجپوت فوج کے ساتھ عالمگیری فوج پر دلیرانہ حملہ کرتا رہا لیکن جان عزیز کھوئی اور سموگڈھ کا میدان عالمگیر اور مراد کے ہاتھ رہا۔ سموگڈھ کے بعد راؤ بھاؤ سنگھ دربار عالمگیری میں حاضر ہوا خطا بخش اور عذر پذیر شاہزادہ نے لطف عنایت سے گریز نہیں کیا خطاب راؤ کے ساتھ علم و نقارہ مرحمت فرماکر سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور شاہزادہ محمد سلطان

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
.	.	.		کے ہمراہ شاہزادہ شجاع کے تعاقب پر مامور ہوا اسکے بعد صوبہ دکھن میں مقرر رہا۔ ۳ ؁ھ میں امیرالامرا شایستہ خاں کے ساتھ محاصرۂ قلعۂ چاکنہ (اسلام آباد) میں شریک ہوا۔ مہاراجہ جسونت سنگہ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔ اور جب اُنکے بجائے مرزا راجہ مامور ہوا تو یہ اخلاص اور عقیدتمندی کے ساتھ اُنکے ساتھ کام کرتا رہا۔ ۹ ؁ھ میں چاندہ کی مہم میں شریک ہوا اور اورنگ آباد میں ۱۰۸۲؁ھ میں فوت ہوا۔ اسکی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی رانی کو دکھن بلاکر انپر دباؤ ڈالا۔ مگر راؤ بھاؤ سنگہ نے جادۂ اطاعت سے انحراف نہیں کیا اور مہاراجہ کی کوشش دکھن میں علم بغاوت بلند کرنے کی رائگاں ہوئی۔ راؤ نے ایک وفاشعار راجپوت کی طرح اپنی جان دی۔
۱۳	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ انرودہ سنگہ پسر کشن سنگہ		راؤ بھاؤ سنگہ لاولد مرے تو عالمگیر نے انکے بھائی بھگوت سنگہ کے پوتے انرودہ سنگہ کو بوندی کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۱۴	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ بدھ سنگہ پسر انرودھ کوٹہ و بوندی	سہ ہزاری ذات	سنہ ۲۰ھ میں درجن سنگہ ہاڈا نے بوندی پر حملہ کیا۔ بادشاہ نے راؤ انرودھ سنگہ کو خلعت۔ اسپ و فیل اور نقارہ مرحمت فرما دکھن سے بوندی واپس کیا۔ اور مغل خاں کو معہ فوج کے امداد کے لئے ساتھ کیا۔ درجن سنگہ شکست کھاکر پہاڑوں میں جا چھپا اور بوندی پر راؤ انرودھ سنگہ کا قبضہ ہو گیا۔ وطن کی حکومت پر سرفراز ہو کر بہادر شاہ کے ساتھ صوبہ کابل میں تعینات ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے منصب میں اضافہ کرکے خطاب راجہ رام سے سرفراز کیا۔ کوٹہ اور موصیدانہ کی زمینداری انعام میں مرحمت فرمائی۔ بدھ سنگہ کے بعد انکے لڑکے امید سنگہ اور انکے بیٹے کشن سنگہ مسند نشین ہوئے۔
۱۵	ایضاً	جگت سنگہ ہاڈا پسر مکند سنگہ پسر مادھو سنگہ پسر راؤ رتن ہاڈا		مکند سنگہ ہاڈا۔ راؤ ستر پال ہاڈا کے عزیز قریب تھے جس طرح راؤ ستر پال سموگڑھ میں عالمگیر کے مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے تھے اسیطرح راؤ مکند سنگہ نے دھرمات پور کی لڑائی میں اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
لڑتا بھڑتا جا پہنچا۔ اور شجاعت کے ساتھ لڑ کر شاہزادہ دارا شکوہ پر قربان ہو گیا۔ کوٹہ اُسکی جاگیر میں تھا۔ جب عالمگیر کا ملک پر قبضہ ہوا تو اسی راؤ مکند سنگہ کا لڑکا جگت سنگہ دربار میں حاضر ہوا اور باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ دیکھو عالمگیر نے باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا۔ جب سنہ ۲۵ جلوس ۱۰۹۲ھ میں اس نے لاولد انتقال کیا تو بادشاہ نے اُسکے چچا کشور سنگہ کو اس کا جانشین مقرر کر کے کوٹہ کی گدی پر بٹھایا۔		″	″	″
سنہ ۲۵ جلوس ۱۰۹۲ھ عالمگیری میں بادشاہ نے انکو بجائے راؤ جگت سنگہ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ یہ راؤ مکند سنگہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں تعنات ہوئے۔ اور اس مہم میں زخمی ہوئے سنہ ۳۰ جلوس میں شاہزادہ محمد معظم کے ہمراہ مہم حیدرآباد میں مامور ہوئے۔		راؤ کشور سنگہ	ہاڈا کوٹہ	۱۶
سنہ ۳۸ جلوس میں نقارہ مرحمت ہو کر اُسی سال فوت ہوئے بجائے اپنے باپ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز ہوئے اور منصب شش صدی سے	دو ہزاری پانصد ذات	رام سنگہ ہاڈا راجہ کوٹہ	″	۱۷

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
,,	,,	,,	,,	ہزاری ذات۔ نصرت جنگ ذوالفقار خاں کی سفارش سے اضافہ کیا گیا۔ مرہٹوں کی لڑائی میں ذوالفقار خاں کے ساتھ جانفشانی اور اخلاص سے خدمات انجام دیں اور انکے صلہ میں سنہ ۴۴ ج میں نقارہ مرحمت ہو کر سنہ ۴۵ ج میں منصب دو ہزاری پانچصد ذات و سوار سے سرفراز فرمائے گئے اور مومیدانہ کی زمینداری مرحمت ہوئی۔ عالمگیر کے بعد انکا منصب چہار ہزاری ہوا۔ یہ اور ان کی اولاد اخلاص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے انکے خاندان کے ماتھے پر بدخواہی اور بغاوت کا داغ نہ لگتا تھا نہ لگا۔ یہ بڑی بات ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو معمولی بات نہیں ہے
۱۸	راٹھور بھورتیہ بیکانیری	راؤ کرن راٹھور	سہ ہزاری ذات سہ ہزاری سوار	شاہجہاں کے زمانہ میں منصب سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ جب دولت آباد کی حکومت شاہزادہ اورنگ زیب کو مرحمت ہوئی تو یہ شاہزادہ موصوف کی ماتحتی میں دکھن میں تعنات

نمبر	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				رہکر وہاں کی مہمات میں شریک ہوئے۔ سنہ [illegible] ھ میں جب شاہجہاں بیمار ہوئے تو شاہزادہ داراشکوہ نے تمام اُمرائے متعینہ مہم دکھن کو دربار میں واپس طلب کر لیا۔ اُن میں راو کرن بھی تھے مگر یہ دکھن سے بیکانیر چلے گئے۔ سنہ [illegible] جلوس عالمگیری میں امیر خاں خوافی انکی سرکوبی کے واسطے مامور ہوئے۔ راؤ کرن اُنکے ساتھ دربار میں آئے قصور معاف ہوا منصب پر بحال ہو کر دکھن میں تعینات کئے گئے۔ سنہ [illegible] ھ میں زمیندار چاندہ کی سرکوبی پر تعینات ہوئے وہاں کوئی ایسا قصور سرزد ہوا کہ جاگیر بیکانیر۔ سرداری قوم اور منصب سے برطرف کر دئے گئے اور سنہ [illegible] ھ میں بیمار ہو کر بمقام اورنگ آباد انتقال کیا۔ اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر دکھن اور پچھم کے گوشہ میں انکا آباد کیا ہوا پورہ اسی نام سے مشہور ہے۔ راؤ کرن کے چند لڑکے تھے سوائی راجہ انوپ سنگھ کے علاوہ سب نے لاولد انتقال کیا۔

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۱۹	خاندان راٹھور بھوریتہ بیکانیری	راجہ انوپ سنگھ بھورتیہ پسر راؤ کرن	دو ہزار پانچصدی دو ہزار سوار	باپ کی زندگی میں دکھن کی مہم میں شریک رہا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۷ ج میں بصلۂ حسن خدمات بہادر خان کوکہ کی سفارش پر خطاب راجگی مرحمت ہوا۔ سنہ ۱۸ ج میں دکھن کی لڑائیوں میں خاص نام پیدا کیا۔ اور سنہ ۲۱ ج میں اورنگ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا سیواجی بھونسلہ نے آکر شورش برپا کی۔ راجہ انوپ سنگھ نے اپنی بساط سے زیادہ کر دکھایا اور اپنی تھوڑی سی جماعت لیکر مقابلہ کے لئے میدان میں آموجود ہوا لیکن قدرت کا تماشہ دیکھو کہ اسی وقت خانجہان بہادر ناظم دکھن معہ اپنی فوج کے سیواجی کا پتہ لگاتے ہوئے موقعہ پر پہونچ گئے۔ اور سیواجی مہاراج موقعہ سے بلا لڑے ہوئے چلدئے۔ سنہ ۳۰ ج میں نصرت آباد سکھر کا قلعہ دار اور فوجدار ہوا سنہ ۳۳ ج میں امتیاز گڑھ (ادونی) کی حکومت پر سرفراز کیا گیا اور سنہ ۳۵ ج میں تبدیل ہو کر منصب دو ہزار پانچصدی و دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔
۲۰	بھوتیہ بیکانیری	راجہ سروپ سنگھ	ہزار پانصدی	انوپ سنگھ کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے سروپ سنگھ کو بادشاہ نے بیکانیر کی موروثی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ یہ راجہ اپنے باپ کی زندگی میں

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	نمبر شمار
شاہی منصب داروں میں تھا اور اپنے حسن خدمات سے سب کو گرویدہ کئے ہوئے تھا۔ وطن کی حکومت پر سرفراز ہونے کے بعد ہی ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی ماتحتی میں شاہی خدمات انجام دیتا رہا بادشاہ کو اسکی ذات پر بڑا بھروسہ تھا سنہ [illegible]ھ میں اسکو خدمت خاص سپرد ہوئی۔ یہ لشکر خان فیروز جنگ سے راجہ رام پسر سیواجی بھونسلہ کے اہل و عیال کو شاہی لشکر میں لانے کے لئے مامور ہوا۔				
شاہزادگی کے زمانہ کا رفیق تھا کھلنا کی تسخیر پر مامور ہوا اور اسکی دلاوری اور حسن تدبیر سے وہ ملک فتح ہو کر مملکت شاہی میں شامل ہوا۔ منصب ہزاری پر سرفراز کیا گیا۔ جنگ اجین سموگڈھ اور کھجوہ میں عالمگیر کے رفاقت میں جانفشانیاں کیں۔ اور سرفراز ہوتا رہا۔ اسکے بعد چنپت بندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا سنہ [illegible]ھ میں مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ مہم سیواجی اور بیجاپور میں شریک ہوا۔	ہزاری ذات	راؤ سبکرن بوندیلہ پسر بھگونداس پسر نرسنگھ دیو (قاتل ابوالفضل)	خاندان بوندیلہ اورچھہ	۲۱

نمبر شمار	نام جاگیر	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۱۰ ج میں محمد امین خان ناظم کے ہمراہ صوبہ کابل میں تعنات ہوا۔ سنہ ۱۱ ج میں طلب حضور کیا وشمنی پر مامور کیا گیا اور پھر ۱۸ سنہ صوبے فوجداری پر تعنات ہوا۔ سنہ ۳۰ ج میں بہادر گڑھ میں خدمات شاہی انجام دے رہا تھا کہ بیمار ہو کر وطن چلا گیا اور سنہ ۳۱ ج میں انتقال ہوا۔
۲۲	بوندیلہ اورچہ	راو دلیپ سنگھ راو سبکرن بوندیلہ	سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار	سنہ ۱۱ ج میں منصب دو صدی پنجاہی ہشتاد سوار پر سرفراز ہوا۔ پھر سنہ ۲۱ ج میں پانچصد ذات پانچصد سوار کے منصب سے سرفراز ہو کر دکھن تعنات کیا گیا۔ اور دوبارہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ دکھن گیا۔ ضلع کوکن میں اس محنت اور جانفشانی کے ساتھ کام کئے کہ منصب میں حسب سفارش حسن علی خاں عالمگیر اضافہ ہوا۔ سنہ ۴۷ ج میں حسن خدمات کے صلہ میں ہفت صدی و ہفت صد سوار پر ترقی پائی۔ سنہ ۴۹ ج میں غازی الدین خاں فیروز جنگ کے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کو اپنی جان پر

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کھیل کر رسد پہنچائی خطاب راؤ اور اضافہ منصب سے سرفراز ہوا سنہ ۳۳ھ میں اورنی (امتیاز گڈھ) کا قلعدار ہوا۔ منصب دو ہزار پانچصد ذات ہزار و پانچصد سوار اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۳۴ھ میں منصب میں پچاس ہزار پانچصد سوار دو ہزار پانصد ذات کا اضافہ ہوا اور سنہ ۴۹ھ میں سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے مفتخر ہوا۔ عالمگیر کے بعد محمد اعظم شاہ نے پنجہزاری منصب پر سرفراز کیا۔ اور شاہزادگان کی لڑائی میں ہراول کا سردار تھا بہادری سے لڑ کر مارا گیا۔
۲۳	بوندیلہ	راجہ اندرمن پسر راجہ پہاڑ سنگھ پسر نرسنگ دیو	پانچصد ذات چہارصد سوار (راجہ)	راجہ پہاڑ سنگھ شاہجہانی چہار ہزاری منصبدار تھے سنہ ۶۴ھ میں انتقال کیا۔ اندرمن اور سجان سنگھ دو بیٹے چھوڑے۔ اندرمن بجائے اپنے باپ کے پانچصد ذات و چہارصد سوار کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ عہد عالمگیری میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر امارت کے درجہ پہنچا اور سنہ ۲۰ھ میں فوت ہو گیا۔

نمبر	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۲۴	بوندیلہ	راجہ سجان سنگھ پسر راجہ پہاڑ سنگھ		باپ کے مرنے کے بعد ۳۰ سنہ ج شاہجہانی میں اُسکا جانشین مقرر ہو کر خطاب راجگی سے موصوف ہوا اور معرکۂ اُجین میں ہمراہ مہاراجہ کے موجود تھا لیکن موقعہ کے وقت کھسک گیا۔ سموگڈھ کے بعد دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر مورد نوازش ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں جانبازی کا حق ادا کیا۔ ۴ سنہ ج میں خان خاناں (میر جملہ) کے ساتھ ساتھ مہم آسام اور کوچ بہار میں متعین ہوا اور متھراپور کی لڑائی بڑی بہادری سے لڑ کر غنیم کی فوج کو پسپا کیا۔ ۸ سنہ ج میں سیواجی کی مہم پر دکھن متعین ہوا اور پھر مہم بیجاپور میں شریک ہوا۔ ۲۳ سنہ ج میں قلعہ سیوانہ سیواجی سے فتح کیا۔ اور صلہ میں فرمان تحسین مرحمت ہوا اور منصب میں اضافہ کیا گیا۔ ۲۴ سنہ ج میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا
۲۵		راجہ دیبی سنگھ پسر راجہ بھارت	دوہزاری پانصدی ذات	اوندچہ کی گدی قدیم سے راجہ دیبی سنگھ کے مورث کے قبضہ میں چلی آتی تھی۔ جہانگیر نے

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		شاہجہانی پسر رام چند جہانگیری سنہ ۴۲ھ میں اسکی صاحبزادی داخل حرم جہانگیری ہوئیں	دو ہزار پانچصد سوار	راجہ نرسنگہ دیو کو مرحمت فرمائی۔ لیکن جب شاہجہاں کا دور آیا تو سرداری قوم بندیلہ کا منصب راجہ وبہی سنگہ کو مرحمت ہوکر اوڑچہ کی حکومت عطا ہوئی۔ شاہجہانی عہد میں کام کئے اور صلہ پاتے رہے کابل قندھار کے معرکوں میں شریک ہوکر نام پیدا کیا۔ اجین سے کسی وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگہ نے انکو قید کر دیا۔ فتح کے بعد رہائی حاصل کرکے بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوئے اور منصب دو ہزاری ذات دو ہزار پانصد سوار سے سربلند کئے گئے شموگڑھ وغیرہ کے میدانوں میں جوہر دکھلائے اور فوجداری بھیلسہ پر مامور ہوئے۔ سنہ ۱۰ھ میں شمشیر خاں کے ہمراہ مہم یوسف زئی پر مامور ہوئے۔ سنہ ۱۳ھ میں محمد امین خاں قلعہ دار کے ساتھ کابل تعنات ہوئے۔ اور نگ آباد میں چاردیواری کے باہر پچھم اور دکھن گوشہ میں راجہ کا آباد کیا ہوا پورہ انکے نام سے مشہور ہے۔
۲۶		راجہ جسونت سنگہ	خلعت و نقارہ	سنہ ۲۹ھ میں نقد انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۱ھ میں پسران چنپت بوندیلہ کی تنبیہ پر مامور ہوا

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
رانا سنگرام کی بابر سے لڑائی ہوئی اور تیموریہ خاندان نے نمایاں فتح حاصل کی۔ اکبر نے حملہ کر کے رتن بھنور اور چتوڑ کے قلعہ فتح کئے۔ اکبر کی ڈپلومیسی نے کچھ کام نہ دیا وہ ملک فتح کرتا رہا۔ لیکن فرمانروائے اودے پور نے سر نہ جھکانا تھا نہ جھکایا۔ ہر مرتبہ پہاڑوں میں جا چھپا۔ جہانگیری زمانہ میں شاہزادہ خرم نے نمایاں فتح حاصل کی اور اودے پور کے راجہ کو قابو میں لے آیا۔ رانا دربار میں آئے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ کنور جگت سنگھ دکھن میں مامور ہوئے اور رانا کرن کی وفات کے بعد منصب پنجہزاری ذات وسوار سے مفتخر ہو کر خطاب رانا سے سرفراز کئے گئے ۲۶ سنہ ج میں رانا جگت سنگھ نے انتقال کیا۔ اور صاحبقران ثانی نے راج کنور کو رانا راج سنگھ کا خطاب دیکر پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اور اودے پور کی گدی پر بٹھایا گیا۔ ۲۲ سنہ ج عالمگیری میں جودھپور والوں کے ساتھ رانا نے بھی بغاوت کی۔ شاہی فوجیں مامور ہوئیں۔ رانا کو پکڑ سکیں وہ پہاڑوں میں جا چھپے اور شاہی فوجیں تمام ملک پر قابض ہو گئیں۔	پنجہزاری ذات پنجہزاری	رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ پسر رانا کرن سنگھ پسر رانا امر سنگھ پسر رانا پرتاب سنگھ پسر رانا اودے سنگھ پسر رانا سنگرام	اودے پور	۲۷

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۲۴ ج میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے توسل سے قصور معاف ہوا منصب بحال ہوا اور ملک مفتوحہ واپس کیا گیا اور اسی سال رانا نے انتقال کیا۔
۲۸	اودے پور	رانا جے سنگھ پسر رانا راج سنگھ	،،	سنہ ۲۴ ج خلعت تعزیت مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری پر سرفراز کیا گیا۔
۲۹	،،	کنور اندر سنگھ پسر رانا راج سنگھ	دو ہزاری ذات ہزار سوار	سنہ ۲۴ ج میں حاضر دربار ہو کر منصبداروں میں داخل ہوئے۔ اور دکھن میں سرفروشی کرتے رہے۔ سنہ ۴۸ ج میں سہ ہزاری ہوئے۔
۳۰		سنگھ بہادر سنگھ پسر رانا راج سنگھ	ایضاً	
۳۱	،،	کنور بہادر سنگھ		سنہ ۲۴ ج میں حاضر دربار ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔
۳۲	،،	کنور پرتھی سنگھ برادر نمبر ۳۱		ایضاً
۳۳	،،	راجہ بھیم سنگھ برادر راجہ جے سنگھ	پنجہزاری امیر	سنہ ۲۴ ج میں حاضر دربار ہوئے۔ اور سنہ ۲۵ ج میں دکھن کی مہم میں تعینات ہوئے ہمراہ شاہزادہ محمد اعظم سنہ ۳۰ ج محاربات میں شریک ہوتے رہے۔ سنہ ۳۵ ج میں انتقال کیا۔
۳۴	سیسودیہ	راجہ رائے سنگھ سیسودیہ	پنجہزاری ذات پنجہزار سوار پانچہزار دو اسپہ سہ اسپہ	رانا امر سنگھ کا پوتا تھا۔ شاہجہانی دور کا آغاز ہوا بادشاہ کو اُنکے باپ کی خدمات و رفاقت کا بہت کچھ خیال تھا رائے سنگھ اُس وقت بچہ ہی تھا لیکن بیس ہزار انعام نقد

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				خلعت۔ سرپیچ۔ وغیرہ مرحمت فرماکر دو ہزاری ذات ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ جوان ہوکر راجہ رائے سنگھ ہوا۔ یہ خدمات پر خدمات انجام دیتا تھا۔ اور قدردان بادشاہ منصب سے میں اضافہ کرتا رہتا تھا۔ جنگ اُجین میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن عین جنگ میں اورنگزیبی غلبہ دیکھکر کھسک گیا۔ سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہوکر شاہی خدمات انجام دینے لگا۔ جنگ دوم دارا شکوہ میں شریک ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں بھی موجود تھا۔ عالمگیر کو اس پر پورا بھروسہ تھا۔ سنہ ۷ ھ میں مرزا راجہ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعنات ہوا۔ سنہ ۹ ھ میں مہم بیجاپور میں شریک ہوکر کارگذاری کا حق ادا کیا۔ اور حُسن کارگذاری کے صلہ میں منصب پنجہزاری پنجہزار سوار پانچصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا گیا۔ سنہ ۱۰ ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن تعنات ہوا۔ اور سنہ ۱۶ ھ میں وفات پائی۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام قوم	نمبر شمار
دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے خلعت اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔		راجہ مان سنگھ	سیسودیہ	۳۵
		جہان سنگھ	"	۳۶
		انوپ سنگھ پسران راجہ رائے سنگھ سیسودیہ	"	۳۷
رائے چاندو کا پوتا اور رائے درگا داس اکبری کا پرپوتا تھا۔ ۲۴ سنہ شاہجہانی میں بجائے راجہ روپ سنگھ لاولد کے منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور شاہزادہ دارا شکوہ کی سفارش سے منصب میں اضافہ ہو کر دکھن تعنات ہوا۔ لیکن ۱۰۶۸ھ میں شاہزادہ دارا شکوہ نے جہاں اور امیروں کو واپس طلب کر لیا تھا۔ یہ بھی واپس لایا گیا۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ اُجین تعنات ہوا۔ شکست کے بعد اپنے وطن رام پور چلا گیا پرگنہ رام پور متصل قلعہ چتوڑ واقع ہے۔ جو کہ راؤ امر سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہو کر مہم شجاع پر تعنات ہوا۔ لیکن راستہ سے	ہزاری پانصدی دو ہزار سوار	راؤ امر سنگھ چندراوت	"	۳۸

نمبر شمار	نام ریاست یا جاگیر	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				گھر چلدیا۔ پھر حاضر ہوکر قصور معاف کرایا اور دکھن میں مامور ہوکر مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ کارہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔ ۱۰۸۱ھ میں قلعہ سالہیر کی لڑائی میں کام آیا۔
۳۹	سیسودیہ	راؤ محکم سنگھ پسر راؤ امر سنگھ	یک ہزار ذات سے ہزار پانصدی ذات و سوار	سالہیر کی لڑائی میں باپ تو کام آئے اور لڑکا دشمنوں کے قبضہ میں آگیا۔ رہائی پاکر بہادر خاں کوکہ کے ذریعہ سے حاضر ہوا اضافہ منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور آخر عمر تک وفاشعاری کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا۔
۴۰	"	راؤ گوپال سنگھ پسر راؤ محکم سنگھ	منصبدار	۱۱۳۲ھ باپ کے مرنے کے بعد حاضر دربار ہوکر ملازمان شاہی میں داخل ہوا۔ خلعت مرحمت ہوکر جاگیر پرگنہ رام پور بدستور قبضہ میں رہی۔ شاہزادہ بیدار بخت کے لشکر سے بلا اجازت وطن چلا گیا اور پھر حاضر ہوکر قصور معاف کرایا۔ گولاس کی قلعداری پر مامور کیا گیا۔ دوبارہ قصور کیا معطل ہوکر طلبی ہوئی لیکن مرہٹوں سے جا ملا اور حاضر نہیں ہوا جلاوطنی کی حالت میں جان دی۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۴۱	سیسودیہ	راجہ رتن سنگھ عرف راجہ اسلام خاں پسر گوپال سنگھ	منصبدار	۱۰۴۳ھ میں مختار خاں صوبہ دار مالوہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور پرگنہ رام پور بدستور جاگیر میں رہا۔ عالمگیری بساط اُلٹ گئی راجہ نے اُجین وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور لڑائی میں مارا گیا۔ یہ لڑائی سارنگپور (بھوپال۔ اُجین ریلوے لائن) کے قریب ۱۱۲۲ھ میں ہوئی۔
۴۲	رر	بیرم دیو سیسودیہ	سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار	سورج مل سیسودیہ کا لڑکا اور رانا امر سنگھ کا پوتا تھا ۲۱ سنہ جلوس شاہجہانی میں حاضر ہو کر منصبدار ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصبدار ہو گیا۔ اور ۱۰۶۳ھ میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ دکھن مامور ہوا۔ لیکن شاہجہاں کی بیماری کے زمانہ میں اور امرائے متعینہ دکھن کے ہمراہ انکو بھی شاہزادہ دارا شکوہ نے واپس طلب کر لیا سموگڈھ میں دارا شکوہ کی فوج کی ہراول تھی اور شکست کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوا۔ مہم دوم دارا شکوہ اور شجاع کے مقابلہ میں تعنات ہوا۔ امتحان میں پورا اُترا تو

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				دکھن میں مامور کیا گیا۔ سنہ ۱ھ میں خلعت مرحمت ہوکر راجہ رام سنگھ کے ہمراہ آسام تعنات ہوا اور واپسی پر سنہ ۱۲ھ میں فوجدار خاں فوجدار متھرا کے ساتھ متھرا میں تعنات ہوکر انتقال کیا۔
۴۳	خاندان راجہ باسو	راجہ راج روپ پسر راجہ جگت سنگھ	سہ ہزاری پانصد ذات سہ ہزار پانصد سوار	شاہجہانی امیر تھا۔ انکی قدیم ریاست پنجاب کے شمالی پہاڑوں میں دوآبہ سے ملی ہوئی تھی اور اکبر کی نابالغی کے زمانہ میں بیرم خاں نے اسکو فتح کرلیا تھا۔ یہاں کے راجہ دولت تیموریہ کی جاں نثاری کا دم بھرتے رہے۔ دو ایک مرتبہ قدم بھٹکا ضرور مگر فوراً سنبھل بھی گئے۔ راجہ راج روپ۔ راجہ باسو کا پوتا اور راجہ جگت سنگھ کا بیٹا تھا۔ سنہ ۱۹ھ شاہجہانی میں منصب اور خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا۔ اور پرگنہ جمّوں کی خاندانی حکومت مرحمت کی گئی۔ کانگڑہ کے قریب موضع دھمڑی میں انکے دادا نے عالیشان قلعہ اور دیگر عمارتیں تعمیر کراکے جہانگیر نورالدین کے نام پر نورپورہ نام رکھا تھا۔ راجہ نے بھی اپنے زمانہ میں بہادرانہ کام کئے اور سہ ہزاری منصب سے

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	نمبر شمار
سرفراز ہوئے مہم قندھار پر مکرر شاہزادگان داراشکوہ اور عالمگیر کے ساتھ تعنات ہوا سنہ ۲۵-۲۶ ج اور سنہ ۲۹ ج میں جموں چلا گیا سنہ ۱۰۶۸ھ میں سموگڈھ کے بعد حسب الطلب شاہزادہ داراشکوہ کی خدمت میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔ خلیل اللہ خاں کے ذریعہ سے دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصب سہ ہزار و پانچصدی ذات و سہ ہزار پانچصدی سوار سے سرفراز ہو کر سرحد سری نگر پر متعین ہوا تاکہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کوہستان سری نگر سے لائے جب داراشکوہ مہاراجہ جسونت سنگھ کا طلبیدہ نواح اجمیر میں آکر مقابل ہوا تو زبردست لڑائی ہوئی جسکی فتح کا سہرا راجہ روپ۔ شیخ میر مرزا راجہ اور دلیر خاں کے سر بندہا۔ سنہ ۲ ج میں مکرر سری نگر کی مہم پر تعنات کیا گیا اور اسی کی معرفت سے شاہزادہ سلیمان شکوہ کنور رام سنگھ کے سپرد ہوا۔ اس جلاوطنی میں راجہ سری نگر نے اپنی لڑکی کی شادی شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ				

		نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کردی تھی اور بڑی مشکل سے راجہ نے اس مہم کو سر کیا۔ سنہ ۴ میں سرحد غزنین پر بجائے شہامت خاں کے تعنات ہوا۔ اور اسی سال راہی ملک بقا ہوا۔ اسکی وفات کا بادشاہ کو عرصہ تک صدمہ رہا۔
۴۴		راجہ پہاڑ سنگھ		راجہ جگت کا لڑکا جو باپ کے ساتھ مہم بدخشاں میں شریک تھا۔ آخر میں مسلمان ہوگیا اور بادشاہ نے مرید خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مدتوں غوربند کی تھانہ داری پر مامور رہا صاحب مآثر الامرا تحریر کرتے ہیں کہ اُسکی اولاد اُسکے وطن شاہ پور بہروئیں پر جو تاراگڈھ سے پچھم طرف واقع ہے قابض چلی آتی ہے اور ان میں جو گدی نشین ہوتا ہے مرشد خاں کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو امرائے ہنود در عہد مغلیہ)
۴۵	گوڑ خاندان	راجہ انرودھ گوڑ پسر راجہ بیتھل داس	سہ ہزار ذات سہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ	راجہ بیتھل داس گوڑ کا لڑکا تھا کسی زمانہ میں یہ لوگ میواڑ اور مارواڑ کے راجہ تھے لیکن جب راٹھور ٹھاکروں کا زور ہوا تو یہ وہاں سے خارج ہوکر چھوٹے چھوٹے مقامات پر قابض ہوئے۔ راجہ گوپال داس شاہجہاں کے

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام خاندان	نمبر شمار
بچپن ہی سے شاہزادگی کے زمانہ کا یار وفادار تھا۔ جب شاہجہانی آفتاب طلوع ہوا تو اسکی بڑی مان دان ہوئی۔ پنجہزاری امیر ہوا۔ اسکے مرنے کے بعد اس کا لڑکا راجہ بیتھل داس راجہ ہوکر امیر ہوا۔ شاہی خدمات انجام دیں اور منصب پر منصب اور انعام پاتا رہا۔ اسکا لڑکا راجہ انرودہ راجہ ہوا۔ شاہجہانی سرکار سے نقارہ علم منصب انعام واکرام سب ہی کچھ پایا۔ اور ۲۸ سنہ جلوس میں رانا کی تنبیہ پر مامور کیا گیا اور سموگڑھ کے بعد عالمگیری دربار میں آیا۔ منصب بحال ہوا اور بڑی آؤبھگت ہوئی اسلئے کہ ان کا خاندان جاں نثاری کے لئے ضرب المثل تھا۔ شجاع کی مہم پر تعینات کیا گیا راستہ ہی میں قضا کر گیا۔				
بڑے بھائی کو حکومت ملی اور انکو منصب عطا ہوا عہد عالمگیری میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا اور خدمات انجام دیتا رہا۔	منصبدار	ہرجس پسر راجہ بیتھل داس	گوڑ	۴۶
بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور ۱۷ سنہ جلوس میں مہم بھیجنا پڑی اور یہ مارا گیا۔		ہیراسنگھ نبیرہ بیتھل داس	”	۴۷

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۴۸	بھداور	راجہ مہاسنگھ بھدوریہ	ہزاری ذات ہشت صد سوار و پانصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ	موجودہ زمانہ کی تقسیم کے مطابق تحصیل باہ ضلع آگرہ کا کل علاقہ اور کچھ علاقہ چنبل پار ریاست گوالیار کا بھداور میں شامل ہے۔ بھدوریہ ٹھاکر قدیم سے دلاوری اور شجاعت میں مشہور ہیں۔ اس قوم کی بنوائی ہوئی گڑھیاں بھنڈ (ریاست گوالیار) پناہٹ (ضلع آگرہ) کچورہ (تحصیل باہ آگرہ) اور خوبصورت عمارتیں اب بھی موجود ہیں اور بلحاظ صناعی و خوبصورتی قابل دید ہیں۔ اکبر نے بدن سنگھ اس قوم کا سردار مقرر کرکے راجگی کے خطاب اور منصب سے سرفراز کیا اسکے بعد یکے بعد دیگرے راجہ ہوتے رہے اس خاندان نے اطاعت شعاری اور جانبازی کو اپنا ایمان بنالیا اور اکبر اعظم کے جانشینوں نے اسکو اپنے کلیجہ سے لگا رکھا تھا بڑے بڑے منصب عطا کئے۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان کے اندر اور باہر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتا رہا۔ راجہ بدن سنگھ کی وفات کے بعد انکے لڑکے راجہ مہاسنگھ کو خطاب راجگی اور منصب سے سرفرازی بخشی گئی۔ کابل وغیرہ میں تعناتی کے بعد ۱۳ سنہ جلوس شاہجہانی میں منصب کا اضافہ ہوا۔

نمبر شمار	نام قوم	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۱۰۶۸ھ کی جنگ سموگڈھ میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ تھا۔ شکست کے بعد بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوا۔ اور شبھکرن بوندیلہ کے ہمراہ چنپت بوندیلہ کی مہم پر تعنات ہوا۔ سنہ ۱۰ھ میں کامل خاں کے ساتھ مہم یوسف زئی پر تعنات ہو کر مورد تحسین و آفرین ہو کر اضافہ منصب سے سرفراز کیا گیا۔ یہ خدمات انجام دیتا رہا اور جوہر شناس بادشاہ اسکی عزت افزائی کرتا رہا سنہ ۱۶ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔ میرے محترم مولوی سعید احمد صاحب قبلہ مارہروی۔ تاریخ امرائے ہنود میں تحریر فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کو سموگڈھ کا قریب تر راستہ بذریعہ گھاٹ موضع گھونسلی پرگنہ باہ ضلع آگرہ۔ اسی راجہ نے بتلایا تھا یا اسکے اشارہ سے اسکے کسی رشتہ دار نے بتلادیا تھا۔ اور اس طرح اورنگ زیب چنبل کو آسانی سے عبور کر کے سموگڈھ آگیا۔ اگر عین چنبل کے عام گھاٹ دھولپور سے عبور کرنا ہوتا تو دارا شکوہ کے راجپوت سپاہی اورنگزیب کے دانت کھٹے کر دیتے۔
۴۹	؍؍	راجہ اودت سنگھ پسر مہان سنگھ	سہ ہزاری ذات و سہ ہزار سوار	راجہ مہا سنگھ کا بیٹا۔ باپ کی زندگی میں ملازمت شاہی میں داخل ہو گیا۔

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	عالمگیری منصب	خدمات
				۲۴ سنہ ج میں قلعہ چتوڑ کا قلعدار ہوا۔ ۲۶ سنہ ج میں باپ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے سرفراز ہو کر راج سنگھ ہاڈا کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور صلہ میں خلعت انعام اور اضافہ منصب سے سرفراز ہوا۔ ۲۶ سنہ ج میں مہم بیجاپور میں شریک ہو کر اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے۔ ۲۷ سنہ ج میں منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار پر سرفراز ہو کر قلعہ سخر لنا (کھلنا) جیسے مشہور قلعہ کا قلعدار ہوا۔ یہ انتہائی اعتبار کا بین ثبوت ہے ۳۲ سنہ ج میں اضافہ منصب کے ساتھ فوجداری ایرج پر مامور ہوا۔ عالمگیر کے زمانہ تک زندہ رہا۔ بڑے دبدبہ کا امیر تھا اور بادشاہ کی نظر میں بڑی توقیر اور عزت تھی۔ جہاں مسلمان امیروں کی ریاستیں تباہ اور برباد ہوئیں۔ یہ مشہور ریاست بھی مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں ختم ہو گئی لیکن ریاست کی صورت کسی قدر قایم ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے کچھ مواضعات معافی میں دے رکھے تھے اور کچھ نقد عطا ہوا۔ مل ملا کر قریب ایک لاکھ سالانہ آمدنی ہے۔ موضع ڈگنواں تحصیل باہ صدر مقام ہے موجودہ رئیس ہیں۔

نمبر سلسلہ	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۵۰	بہداور	راجہ کلیان سنگہ بہداور	نوصدی ذات ششصد سوار	سنہ ۴۰ ج میں منصب میں اضافہ ہوا۔
۵۱	مرہٹہ	سنبھاجی پسر سیواجی بھونسلہ	شش ہزاری شش ہزار سوار	سنہ ج میں پنجہزاری ذات پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سنہ ۱۵ ج میں ترقی منصب ہوئی۔ ۰۰ لاکھ انعام خلعت و نقارہ سے سرفراز ہوئے
۵۲	رر	نتھو داماد سیواجی	سہ ہزاری ذات دوہزار سوار	مسلمان ہوکر محمد قلیخاں ہوئے اور شاہی خدمات بجا لاتے رہے۔
۵۳		کیرت سنگہ برادر بھوپت سنگہ بیکانیری	انعام و خلعت	سنہ ۱ ج میں راجہ رام سنگہ کے ہمراہ مہم آسام میں تعنات ہوکر خلعت سے سرفراز ہوئے۔
۵۴	رر	رگھا مرہٹہ	انعام و خلعت	ایضاً
۵۵	بھورتیہ	رگھوناتھ سنگہ بھورتیہ	منصب ہزاری ذات سہ صد سوار	سنہ ۱۲ ج میں منصب میں ترقی ہوکر جمدھر قیمتی ایک ہزار انعام میں مرحمت ہوا مہم آسام میں نمایاں خدمت انجام دیتے تھے۔
۵۶	جودھپور	کنور پھوپت سنگہ پسر جسونت سنگہ	خلعت	سنہ ۱۴ ج میں خلعت مرحمت ہوا۔
۵۷		کیسر سنگہ برادر راجہ رام سنگہ	رر	ایضاً
۵۸		رائے لال چند	دیوان خالصہ	سنہ ۱۷ ج میں تشخیص مالگذاری و تصفیہ مقدمات کے واسطے کابل تعنات ہوئے۔
۵۹		بکرم سنگہ گوالیری	دوہزار پانصد ذات	سنہ ۱۸ ج میں خلعت مرحمت ہوکر جمدھر مرصع اسپ با ساز طلا انعام میں مرحمت ہوکر قلعداری

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				گوالیار پر مامور کئے گئے - یہ اُس زمانہ میں بڑی ذمہ واری کا عہدہ تھا - اسلئے کہ گوالیار کا قلعہ وہ جگہ تھی جہاں خاندان شاہی کے شاہزادے معتوب ہو کر نظر بند کئے جاتے تھے -
۶۰	؍؍	رگھوداس جھالا	ہفتصدی ذات پانصد سوار	۸ سنہ ج میں حاضر دربار ہو کر منصب سے سرفراز کئے گئے - ابتدا میں مہاراجہ اودے پور کی سرکار میں ملازم تھے -
۶۱	سیسودیہ	گردھرداس		ملازمت شاہی میں داخل ہو کر دہلی میں تعینات ہوئے - ۷ سنہ ج میں حسن پاشا حاکم بصرہ کے استقبال کے انتظام میں لاہوری دروازہ پر دوسرے امیر سے جھگڑا ہو گیا - تلوار چلی - اور یہ کام آئے -
۶۲	گوڑ	منوہرداس گوڑ	پانصدی ذات دوصد سوار	۸ سنہ ھ میں خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے قلعدار شولاپور بنے - دیکھئے دکھن میں مرہٹوں اور دیگر مسلمان بادشاہوں سے معرکہ آرائیاں ہو رہی تھیں - اور راجہ صاحب شولاپور اسی قلعہ کے قلعدار تھے اور امتیاز کرنا کسکو کہتے ہیں -
۶۳		چھپاجی ملازم راجہ سنبھاجی	خلعت عطا ہوا	۲۵ سنہ ج میں -

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	نمبر شمار
منصب سنہ ۳۵ ج میں عطا ہوا۔ سنہ ۳۸ ج میں خلعت مرحمت ہوا۔	منصب چہار ہزاری چہار ہزار سوار	جسونت راؤ دکھنی		۶۴
سنہ ۲۵ ج میں حاضر دربار ہوئے۔		جگدیو رائے پسر جادون رائے		۶۵
سنہ ۲۵ ج میں حاضر دربار ہوئے۔	خلعت مرحمت ہوا	ہری سنگھ برادر جری سنگھ زمیندار دیوان گڑھ		۶۶
شاہزادہ محمد اعظم کی سرکار میں دیوان تھے سنہ ۲۹ ج میں خطاب رائے رایان مرحمت ہوا سنہ ۲۹ ج ہی میں فوت ہوئے پہاڑ سنگھ گوڑ کی بغاوت نواح اوجین میں فرو کیا۔ اور منصبدار ہوکر رائے رایان کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔	منصب صد ذات ہفت صد سوار	تلوک چند رائے رایان		۶۷
سنہ ۲۸ ج میں خلعت و اسپ مرحمت ہوکر منصب سے سرفراز ہوئے۔	دو ہزاری ذات ایک ہزار سوار	اچوجی عمو و برادر بھنسا جی راجہ		۶۸
سنہ ۲۹ ج میں خلعت۔ علم۔ نقارہ۔ اور پہونچی مرصع اور فیل عطا ہوکر منصب سے سرفراز کیا گیا۔	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	اوچلا جی داماد سیوا جی		۶۹
سنہ ۳۰ ج میں حاضر دربار ہوا خلعت۔ علم طوغ۔ نقارہ۔ اسپ و فیل اور بیس ہزار انعام نقد مرحمت ہوکر منصب پر سرفراز کیا گیا۔	دو ہزاری دو ہزار سوار	ایسوجی قلعدار ساطھیر		۷۰
	خلعت فیل عطا ہوا	ایما جی		۷۱
	ایضاً	لکھو جی		۷۲

نمبر شمار	نمبر راجگان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۷۳		محکم سنگھ چندراوت	خلعت و انعام	۲۹ سنہ جلوس میں خلعت و انعام عطا ہوا۔
۷۴		بالوجی کھوریرا		۳۰ سنہ جلوس میں منصب میں اضافہ ہو کر خلعت و انعام مرحمت ہوا فتح بیجاپور میں نمایاں کام کئے۔
۷۵		مانکوجی دکھنی	دو ہزاری ذات ہزار سوار	۳۰ سنہ جلوس میں حاضر دربار ہوا اور ۳۱ سنہ جلوس میں منصب عطا ہوا۔
۷۶		محمدی راج پسر جسونت سنگھ	منصبدار	۱۳ سالہ منصبدار تھا۔ طاعون میں موت ہوئی تاریخ طاعون (قیامت بود یا شور و بلا بود) ۱۰۹۹ خلعت علم۔ نقارہ وغیرہ سب ہی کچھ انکو مرحمت ہوا تھا
۷۷		راجہ ساہوجی پسر مہاراجہ سنبھاجی بھونسلہ	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	۱۱۰۱ھ میں سات برس کی عمر تھی اپنے باپ سنبھاجی کے ساتھ قید ہو کر دربار عالمگیری میں پیش ہوا منصب ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار سے سرفراز ہوا اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر خلعت جیغہ مرصع۔ اسپ و فیل اور علم۔ نقارہ مرحمت ہوا۔ اور اسکی سرکار کے لئے دیوان و بخشی علیحدہ مقرر کئے گئے۔ نواب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کو اتالیق مقرر کیا گیا منصب کی تنخواہ کے مطابق زرخیز پرگنے جاگیر میں مرحمت ہوئے۔ اور احاطہ گلال باڑی میں (جہاں شاہی خیمہ نصب ہوتے تھے) اسکی ماں اور دادی کے ڈیرے نصب کرائے گئے مرتے دم تک عالمگیر نے اسکے ساتھ وہی برتاؤ

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				رکھا جو شاہزادگان تیموریہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ سنہ ۴۷ ج میں خلعت اور سونے کی پہنچی جس میں الماس جڑے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں جڑاؤ اور جمدھر اور اسپ معہ زین طلا کے عطا کیا گیا۔ سنہ ۴۸ ج میں بہادرجی کی لڑکی سے نہایت دھوم دھام کے ساتھ شادی کردی۔ سرپیچ میناکار اور جیغہ مرصع قیمتی دس ہزار روپیہ کا مرحمت ہوا۔ سنہ ۱۱۱۸ھ میں اپنے اتالیق کے ساتھ قلعہ بخشندہ کی تسخیر پر متعین ہوا اور اسی سال بادشاہ نے انتقال کیا اور مہاراجہ ساہوجی کو شاہزادہ محمد اعظم نے مطلق العنان کردیا۔ راجہ ساہوجی جوں احمدآباد پہنچا۔ جہاں عالمگیر نے انتقال کیا تھا اور محتاجوں کو کھانا تقسیم کیا اور پھر خلدآباد جاکر مزار پر حاضر ہوا اور بہت کچھ خیرات کی کھانا پکواکر فاتحہ دلایا۔ دیکھو عالمگیر نے بھی وہی برتاؤ کیا جو اسکے آباؤ اجداد مغلوب دشمن کے ساتھ کرتے آئے تھے جو فیاضانہ برتاؤ کیا گیا اُسکی نظیر ہندوستان کیا بلکہ دنیا کی تمام تاریخیں پیش کرنے سے عاری ہیں۔ دیکھو سات سال کی عمر سے عالمگیر کے قریب رہا لیکن اُس نے اسکو مسلمان نہیں کرلیا۔ بلکہ ہندو ہی رہنے دیا۔ اور وہ برتاؤ کیا کہ راجہ ساہوجی نے ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر ضمیمہ	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کے لحاظ سے اُسکی مزار پر حاضر ہو کر فقیروں اور غریبوں کو فاتحہ دلاکر کھانا تقسیم کیا۔
۷۸ ۷۹		بدن سنگھ اودھ سنگھ } پسران سنبھاجی	منصبدار	سنہ ۱۱۲۳ھ میں اپنے بھائی ماں اور دادی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور اعزاز کے ساتھ گلال باڑی میں ٹھہرائے گئے منصب سے سرفراز ہوئے۔ انعام و خلعت۔ اسپ باساز طلا۔ انگشتری مرصع انعام میں عطا ہوئے سب کے واسطے علیحدہ علیحدہ منصب اور وظیفے مقرر کرکے قلعہ دولت آباد میں رہنے کا حکم دیا اور سب کی سرکار کے لئے علیحدہ علیحدہ منصدی مقرر ہوئے۔ یہ عالمگیری برتاؤ تھا۔ لیکن اس کا معاوضہ کیا ملا۔ پڑھو اور غور کرو۔ کہ عالمگیر کی اولاد کے ساتھ آخر میں کیسا برتاؤ کیا گیا۔
۸۰		رائے لیدھر دیوان سرکار شائستہ خان		خلعت ماتم مرحمت ہو کر۔ نقد انعام سے سرفراز کئے گئے اور سنہ ۳۰ھ میں ملازمان شاہی میں داخل ہوئے
۸۱		راجچند تھانہ دار گھاٹون	دوہزاری پانصد ذات سوار دو اسپہ سہ اسپہ سہ ہزاری	سنہ ۴۰ھ میں دوہزاری اور سنہ ۴۳ھ میں سہ ہزاری پر ترقی پائی۔
۸۲		دونڈی راؤ	ہزار و پانصدی ذات	سنہ ۴۰ھ میں تربیت خاں کے توسل سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر منصب مذکور پر سرفراز ہوا۔
۸۳		چرنل		کل ممالک کے وقائع نگاران کا افسر تھا۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام خاندان	سن جلوس	نمبر شمار
سنہ ۴۲ جلوس میں فوت ہوا۔ اسکے لڑکے بھولا ناتھ کا عالمگیر کے مزاج میں دخل تھا۔ اور مزاجدان بھی تھا۔ آخر میں مسلمان ہوکر اخلاص کیش کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بجائے باپ کے مقرر ہوا۔				
مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور کی سرکار میں ملازم تھا اور اُنکے مرنے کے بعد اپنی چرب زبانی سے تمام راجپوتوں کو بادشاہ کے خلاف بھڑکا کر شاہزادہ اکبر کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پہ آمادہ کیا۔ اور جب فتنہ فرو ہوا تو اکبر کے نوزائیدہ بچے بلند اختر کو لیکر پہاڑوں میں چلا گیا سنہ ۴۲ جلوس میں شجاعت خاں صوبہ دار گجرات کے توسل سے ہاتھ بندھے ہوئے دربار میں حاضر ہوا خطا بخش اور عفو پذیر بادشاہ نے قصور معاف کر کے ملازمان شاہی میں داخل کیا خلعت و جمدھر مرصع عطا کر کے منصب سے سرفراز فرمایا۔ سنہ ۴۹ جلوس میں شاہزادہ محمد اعظم کی فوج سے بلا اجازت چلا گیا۔ لیکن واپس آکر معافی چاہی اور قصور معاف ہوا۔	سہ ہزار و دو ہزار سوار	درگاداس راٹھور		۸۴

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۸۵		سیوا دفلیہ	شش ہزاری پنجہزار سوار	سنہ ۴۲ جلوس میں منعم خاں کے ذریعہ سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر خلعت منصب اور علم سے سرفراز کیا گیا۔
۸۶		بھاگو بنجارہ	پنجہزاری ذات چہار ہزار سوار	مرہٹوں سے ساز کر کے سنہ ۴۲ جلوس میں بھاگ گیا اور سنہ ۴۶ جلوس میں حاضر ہو کر قصور کا اعتراف کر کے ملتجی ہوا قصور معاف ہو کر منصب بحال کیا گیا۔
۸۷		سوبھان	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	سنہ ۴۳ جلوس میں منصب سے سرفراز ہو کر علم و نقارہ خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔
۸۸		دلپت رام	منصبدار	سنہ ۴۴ جلوس میں خلعت، انعام اور منصب سے سرفراز کیا گیا۔
۸۹		بنداجی سیواجی بھونسلہ کا چچازاد بھائی	سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار	تھانہ داری بدیا نچگاؤں پر منصب دو ہزار پانصدی پر مامور تھا سنہ ۴۷ جلوس میں منصب میں ترقی ہوئی۔ دکھن میں نمایاں خدمات انجام دیں۔
۹۰		ستر سال بوندیلہ		سنہ ۴۸ جلوس
۹۱		کانھوجی	شش ہزاری ذات شش ہزار سوار	سنہ ۴۹ جلوس میں منصب میں ترقی ہوئی ملازمان شاہی سے تھا۔ دکھن کی مہم میں شاہی فوج کے ساتھ غنیم پر شیرانہ حملہ سے صفیں درہم برہم کیا کرتا تھا۔
۹۲		پسران مان سنگھ	۵۰۰ صدی	سنہ ۴۹ جلوس میں دربار میں حاضر ہو کر منصبدار ہوئے اور کام کرتے رہے۔ لیکن قدردان بادشاہ

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				نے رحلت کی۔ پھر انکی قدر نہ ہوئی جس کا جدھر سینگ سمایا چلدیا۔
۹۳		مکتا دیسمکھ	۲۵۰۰ ذات	نصرت آباد کا ناظم تھا اور ۵ ؁ھ میں منصب سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا۔
۹۴		شیو سنگھ	دو ہزار ذات و ۸ سو سوار	۵ ؁ھ میں قلعداری و فوجداری راٹھیری سے قلعدار جالنہ ہوا۔ اور منصب میں ترقی ہوئی اولاً منصب ہزاری تھا اور رفتہ رفتہ دو ہزاری ہوگیا۔
۹۵		پرتھی سنگھ راٹھور		۵ ؁ھ خلعت کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا۔
۹۶		عالم سنگھ زمیندار	خلعت و خطاب راجگی۔	اوجین کا زمیندار تھا اور معرکہ اوجین میں شریک تھا۔ فتح کے بعد اسکو خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا اور صوبہ اوجین کی حکومت پر سرفراز ہو کر انعام و خلعت وغیرہ مرحمت ہوا۔
۹۷		راجہ کلیان بہدوریہ		
۹۸		مان سنگھ ہاڈا		ایام شہزادگی کے ملازم تھے اور معرکہ سموگڈھ میں حق نمک ادا کرکے جان دی۔
۹۹		منشی ہرراۓ		سب سے بڑے تجارتی شہر سورت کے ناظم تھے اور سید سعد اللہ بزرگ سے انکو خاص عقیدت تھی۔
۱۰۰		مالوجی بھونسلہ	منصبدار پنجہزاری	مالوجی اور پرسوجی مہابت خاں کے ذریعہ سے دربار شاہجہانی میں حاضر ہوئے اور اُن کا

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				چھوٹا بھائی کھیلوجی دولت نظامیہ سے مل گیا پرسوجی دکھن میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مامور ہوا لیکن شاہزادہ دارا شکوہ کے اشارے سے دربار چلا آیا اور اجین اور سموگڑھ میں عالمگیر کے خلاف لڑا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر ندامت کا اظہار کیا قصور معاف ہوا منصب بحال کیا گیا۔ مالوجی اور پرسوجی کی تیس اور بیس ہزار سالانہ پنشن ہو گئی سنہ ۲ھ میں انتقال کیا نہایت لائق اور خلیق تھا۔ اس کا آباد کیا ہوا پورہ مالوجی حیدرآباد میں ہے۔
۱۰۱		راج سنگھ راٹھور		سنہ ۳ج میں خلعت کے ساتھ دو ہزار نقد انعام میں مرحمت ہوا۔
۱۰۲		رائے مکرند	ناظم بریلی	بریلی کے ناظم تھے۔ سنہ ۱۲ج میں صوبہ بنگال میں تعنات ہوئے۔
۱۰۳		راجہ مان دھاتا	تھانہ دار غور	سنہ ۲۰ج میں غوربند کا تھانہ دار تھا۔
۱۰۴		راجہ جسونت سنگھ بوندیلہ	خلعت و نقارہ	سنہ ۲۱ج میں چنپت بوندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور سنہ ۲۹ج میں خلعت کے ساتھ فیل اور نقارہ مرحمت ہوا۔
۱۰۵		راجہ اودت سنگھ	دو ہزاری پانصدی ذات ہزار پانصد سوار	اورچہ کا زمیندار سنہ ۳۳ج میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب ہزاری پانصدی سے سرفراز ہوا سنہ ۳۳ج

نمبر شمار	نام بادشاہان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				میں دو ہزار پانصدی ہزار و پانصد سوار سے سربلند ہو کر ایرچ کی فوجداری پر مامور ہوا۔
۱۰۶		پرتھی سنگھ		جموں کا راجہ تھا۔ شاہزادہ سلیمان شکوہ نے اسکے ملک میں پناہ لی اور اُسی جلاوطنی میں راجہ نے اپنی نوردیدہ شہزادہ کے عقد میں دی (صفحہ ۲۳۱ پروفیسر سرکار جلد دوم)۔ اولاً شاہزادہ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا لیکن انکا لڑکا منڈی سنگھ اور درباری مل گئے اور انہوں نے شاہزادہ کو حوالہ کر دیا اور ملازمت شاہی میں داخل ہوئے ۱۰۸۱ھ میں ہمراہ لودی خاں کابل تعنات ہوئے۔
۱۰۷		راجہ امر سنگھ نروری	ہزار پانصدی ذات ہزار سوار (شاہجہانی)	قلعدار نرور اور پھر جاگیردار ہوئے۔ سنہ ۱۴ ج۔
۱۰۸		انی رائے پنڈت	دو ہزاری ذات ہزار سوار	صدر دفتر کے صیغہ حساب و تنخواہ کا دیوان اعلیٰ (اکاونٹنٹ جنرل) مقرر ہوا۔ شاہزادوں اور عالیشان امراء سے لیکر سپاہی تک سب کی تنخواہ کا حساب کتاب اسکے ذمہ تھا۔ لوگ رعایت چاہتے تھے مگر پنڈت جی نے رعایت کا سبق نہیں پڑھا تھا۔ اسلئے لوگ سخت الفاظ لکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے۔ عالمگیر کے مشہور و معروف معتمد علیہ امیر نعمت خان عالی بھی کسی معاملہ پر ناراض ہو گئے۔ اور ہجو لکھ ماری۔ ملاحظہ ہو چند شعر:۔ اے وائے حسرتم کہ انی رائے شد بنقط ٭ این غم مرا ز سوہ مفرح و خواب کرد

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				آن صورت مہات و فیلان تہیا پول بہ ماراجہ فیل بند حسنا و کتاب کرد یارب نصیب ہیچ مسلمان نگر مباد + ظلمیکہ آن برہمن خانہ خراب کرد تحقیق دان کہ آن حرہ عیسی مرتد است و ہمایہ رسید علف خورد و خواب کرد
۱۰۹		راجہ رام داس نروری	منصب ہزاری سہ صد ذات	شاہجہانی دور میں خدمات انجام دیں۔ جب عالمگیر سربراہ سلطنت ہوا تو راجہ سنہ ۱ جلوس میں شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ مہم شجاع پر مامور ہوا۔ اور مہم آسام پر بھی تعنات ہوا اس مہم سے فارغ ہو کر شمشیر خاں کے ہمراہ مہم افغانہ پر تعنات ہوا اور کامیاب ہو کر منصب سے مفتخر کیا گیا۔
۱۱۰		چودھری ناتھ رائے مورث راجہ بہادر راجہ بیج نراین سنگھ رئیس پڈرونہ	رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور	سنہ ۹ جلوس میں سند مشعر معافی آن رسوم کے لئے عطا ہوئی جنکی ادائیگی چودھری صاحب کو رنجیدہ رکھتی تھی (ملاحظہ ہو سند دستخطی اسحاق خاں ناظم فرید محی الدین محمد اورنگزیب بادشاہ غازی) ذیقعدہ سنہ ۱۰ جلوس میں انکو دوسری سند عطا ہوئی جسکے ذریعہ سے انکی حکومت پرگنہ سدھوا (سرکار جونپور) میں مستقبل ہو گئی۔ (ملاحظہ ہو سند موجودہ دفتر ریاست پڈرونہ) ۲۵ شوال سنہ ۲۱ جلوس سند نان کار عطا ہوئی۔ (ملاحظہ ہو اصل سند) ۲۲ ذیقعدہ سنہ [illegible] ھ کو دوسری سند بابتہ عطیہ نان کار مرحمت ہوئی۔ تفصیل مواضعات کے لئے ملاحظہ ہو اصل سند موجودہ دفتر ریاست۔ ۱۵ رمضان سنہ ۲۵ جلوس چار موضعوں میں نان کار مرحمت ہو کر سند عنایت ہوئی۔ ملاحظہ ہو پروانہ

نمبر پشت	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				دستخطی فضل بن عامل بندہ درگاہ عالمگیری۔ ۲؍ ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ۔ سند دستخطی ابو الفتح منعقد بادشاہ عالمگیر غازی۔ صوبہ دار چکلہ معظم آباد عرف گورکھپور مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ موضع بانسی و ۲۲۳ دیگر مواضعات کی سند مرحمت ہو کر نان کار عطا ہوئی۔ ۲۲؍ ربیع الاول ۱۰۳۹ھ میں پروانہ دستخطی ابو الفتح مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ ۱۶۴ مواضعات میں نان کار مرحمت ہوئی۔ ۱۱؍ ربیع الثانی ۱۰۴۶ھ۔ دستخطی محمد قاسم فدوی بادشاہ پتہ داندو۔ پرگنہ سدھوہ جوبنا۔ جو چودھری نابھ رائے کا قدیم اور آبائی موضع تھا۔ اسکی سند مرحمت ہوئی۔ پانڈے موہن لال۔ سرکاری ملازم سے چودھری صاحب کی نقیض ہو گئی تھی۔ اور یہ موضع نکل گیا تھا۔ اسلئے مکرر عطا ہو کر سند عطا ہوئی۔ چودھری ناتھو رام کو بادشاہ کی قدمبوسی کا اشتیاق ہوا اور بمقام اجمیر حاضر ہو کر اس نعمت سے سرفراز کئے گئے اور فرمان مرحمت ہوا۔ جو درحقیقت فخر خاندان ہے۔
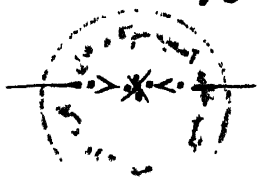
(۱۴) فہرست صوبجات مع آمدنی

(ماخوذ از "اورنگ زیب" صفحہ ۱۰۳-۱۰۵)

ناظرین بھول نہ جائیں کہ عہد عالمگیری میں مسکرات کی کوئی آمدنی نہ تھی

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱	الہ آباد	ایک کروڑ چودہ لاکھ تیرہ ہزار پانچسو پچھتر روپیہ
۲	آگرہ	۲ کروڑ پچاس لاکھ چوالیس ہزار تین روپیہ
۳	اودھ	اسّی لاکھ بتیس ہزار نوسو ستائیس روپیہ
۴	اجمیر شریف	ایک کروڑ ترسٹھ لاکھ آٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۵	گجرات	ایک کروڑ تیرہ لاکھ اڑسٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۶	بہار شریف	ایک کروڑ سترہ لاکھ نو ہزار پانچسو پچیس روپیہ
۷	بنگال	ایک کروڑ اکتیس لاکھ پندرہ ہزار نوسو چھ روپیہ
۸	دہلی	تین کروڑ بتیس لاکھ تین ہزار سات سو ترپن روپیہ
۹	کابل	چالیس لاکھ پچیس ہزار نوسو تراسی روپیہ
۱۰	لاہور	دو کروڑ چوبیس لاکھ ترپن ہزار تین سو دو روپیہ
۱۱	ملتان	ترپن لاکھ ستاون ہزار پانچسو روپیہ
۱۲	مالوا	ایک کروڑ ننانوے ہزار پانچسو روپیہ
۱۳	برار	دو کروڑ بہتر لاکھ ترانوے ہزار ایک سو اکتیس روپیہ
۱۴	خاندیس	ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ تیس ہزار تین سو آٹھ روپیہ

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱۵	احمدنگر و دولت آباد	تین کروڑ پچاس لاکھ اکہتر ہزار ایک سو انیس روپیہ
۱۶	ٹھٹھہ	تیرہ لاکھ بیس ہزار چار سو بیس روپیہ
۱۷	کشمیر	ستاون لاکھ ستائیس ہزار پانچسو نو روپیہ
۱۸	اڑیسہ	پینتیس لاکھ اٹھاون ہزار پچیس روپیہ
۱۹	تلنگانہ حیدرآباد و گولکنڈہ	دو کروڑ تہتر لاکھ تراسی ہزار دو سو روپیہ
۲۰	بیدر	ایک کروڑ بتیس لاکھ اڑسٹھ ہزار پانچسو اٹھاون روپیہ
۲۱	بیجاپور	پانچ کروڑ ترسٹھ لاکھ ستر ہزار چھ سو اٹھتر روپیہ
میزان کل آمدنی آراضی		بتیس کروڑ چونسٹھ لاکھ چودہ ہزار تین سو اٹھاون روپیہ
کل آمدنی:		استی کروڑ روپیہ -

(۱۵) اصلاحات

۱- ہر صوبہ اور حکام کے صدر مقامات پر وکیل سرکار مقرر کئے گئے تاکہ وہ دعویٰ کی صورت میں سلطنت کی جانب سے عدالتوں میں پیروی کریں۔

۲- کابل سے اورنگ آباد تک۔ آگرہ کے راستہ پر ہر ایک منزل پر سرائیں بنوائیں جنکے اخراجات خزانہ شاہی سے ملتے تھے۔ کھانا پکانے کے برتن بھی سرکاری ہوتے تھے۔

۳- اِسکے پہلے بادشاہوں نے جو مکانات اسی طرح کے عام راستوں کے سوا۔ دوسرے راستوں پر بنائے تھے اُنکی مرمت کراتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دریاؤں پر پُل باندھے اور بڑے دریاؤں سے عبور کرنے کے لئے کشتیاں مہیا کر دیں۔

۴- بڑے اور چھوٹے شہروں میں مدرسہ جاری کئے۔ طالبعلموں کے لئے وظائف مقرر کئے اور کتب خانہ قائم کئے۔

۵- غریبوں اور لولے لنگڑوں کے لئے جا بجا سرکاری غریب خانہ اور مطب کھولے۔

۶- سرکاری طور سے سڑک پر تین تین کوس کے فاصلہ پر ہرکاروں کی چوکیاں قائم تھیں۔ جہاں ہرکارہ رہتا تھا۔ اسلئے چٹھیاں اکثر حصہ ملک میں جلد پہنچتی تھیں

۷- مسجدوں اور مندروں کے لئے آراضی وقف کی۔

۸- پرچہ نویسی کا محکمہ جاری کیا اور واقائع نویس تمام ممالک محروسہ میں مقرر کئے جو مقامی حکام کے نقل و حرکت کی بھی برابر خبریں دیا کرتے تھے۔

۹- عالمگیر خود ہر روز کچہری میں اجلاس کرتا تھا اور ایسی ہی پابندی ہر افسر

کے لئے تھی۔

۱۰۔ ستی کی رسم کسی عام قانون کے ذریعہ سے نہیں روکی۔ لیکن رکاوٹیں ضرور پیدا کر دیں۔ مثلاً بغیر صوبہ دار کی اجازت کے کوئی عورت ستی نہیں ہو سکتی تھی اور صوبہ دار کے لئے لازم تھا کہ عورت کو لالچ دے اور دیگر ذرائع سے باز رکھے اور اگر اسپر بھی اُسکا اصرار ہو تو حکم تھا کہ صوبہ دار اپنی مستورات کے ذریعہ سے اُس عورت پر اثر ڈالے۔ جب سب تدبیریں بیکار ثابت ہوتی تھیں تو ناچار صوبہ دار اجازت دیتا تھا۔

۱۱۔ خفتی کئے جانیکی بُری رسم کو شاہی فرامین کی مدد سے روکدیا گیا۔

۱۲۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلہ کے لئے دو جدا حاکم ہوتے تھے اور کوتوال۔ فوجداری و پولیس کا افسر تھا۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی صوبہ دار کو نیچے درجہ کے خطابات عطا کرنے کا اختیار تھا اور بشرط منظوری عالمگیر وہ جاگیر بھی دینے کا اختیار رکھتا تھا۔ کل افسران سول او ملٹری کو مقرر اور برخاست کر سکتا تھا سوائے اُن افسران کے جو شاہی فرمان کے ذریعہ سے مقرر ہوئے تھے لیکن انکے معطل کرنے کا صوبہ دار کو اختیار تھا۔ دیوان کی مدد سے آراضی اجارہ پر دے سکتا تھا لیکن محصول کے جمع کرنے کا اُسکو اختیار نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُسکو اپنے صوبہ میں پورا اختیار تھا جنمیں چند ایسے تھے جنکو شاہی منظوری کے بعد عمل میں لاتا تھا۔ صوبہ دار کی نگرانی میں کام ہوا کرتا تھا۔ دوسرے درجہ پر دیوان کا عہدہ تھا جسکی تقرری خاص شاہی فرمان سے ہوتی تھی۔ صوبہ میں وہ مال کا اعلیٰ افسر تھا۔ صوبہ دار کے حسابات کی جانچ پرتال اُسکے متعلق تھی اور اُسکو اختیار تھا کہ خاص وجوہ

کی بنیاد پر کسی خاص خرچ کے لئے روپیہ نہ دے - دیوان براہ راست وزیر سلطنت کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔

محکمہ اپیل کے کل جج - شاہی فرمان کے ذریعے مقرر ہوتے تھے۔

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ عالمگیر تمام باتوں کے موجد تھے بلکہ یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ باوجود فوج کشی اور ملک گیری کے عالمگیر اپنی رعایا اور ملک کی بھلائی کو بھولے ہوئے نہ تھے - پرانے قانون میں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی اصلاح کے بعد برقرار رکھا اور جہاں کوئی دستور یا قاعدہ تھا فوراً اس کو پورا کیا۔

---

(۱۶) مذہبی رواداری

(اخبار "بیدار" مظفر نگر) نے اورنگ زیب کی مذہبی رواداری کے سلسلہ میں ایک طویل مضمون لکھا ہے - اس کا اقتباس ہم ذیل میں درج کر کے فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں دیتے ہیں، وہ انصاف کریں کہ یہ خط و خال اسی دشمن سوز ہندو کش عالمگیر کے ہیں :-

فی الحال انگلستان کے ایک مشہور مستشرق کرنل ڈی - سی فلٹ نے ایک فرمان شائع کیا ہے جو حضرت عالمگیر کی طرف سے بنارس کے ناظم کے نام ہے اور جس میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے :-

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا - ہمارے گوش گذار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبۂ بنارس اور اسکے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور

چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو اُن کی بروہتی سے الگ کر دیں جسکا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اسلئے تم کو (ابوالحسن) حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور انکی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہکر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔ ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ

اصل فرمان فارسی میں ہے اسکو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ جن اصحاب کو فارسی زبان سے دلچسپی ہو وہ اس شوق کو پورا کر سکیں۔

ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹننٹ کرنل ڈی۔ سی فلٹ کو بنارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انھیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا اور اسکے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس عام شہرت کے اختیار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نصیب ہے۔ بادی النظر میں اسے فرضی نہ سمجھ لیا جاتا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگزیب انکا جانی دشمن تھا۔ اُسنے انپر جزیہ لگایا اسنے اُنکے بُت توڑے اُسنے انکے مندر ڈھائے جبتک وہ سوا من زنار ہر روز جلا نہ لیتا تھا اُسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ اسنے دوسرے مقامات کیطرح بنارس میں بھی ہنود کے بہت سے بتکدے برباد کر دئے۔ اور انکے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی ضرور سُنی تھی ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمان عکسی کی نقل پر جو اورنگ زیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی انھیں اعتبار نہ آئے۔ اور جبتک اصل کو دیکھ کر مطمئن نہ ہو لیں اپنی رائے اس باب میں

محفوظ رکھیں چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا۔

اس فرمان کی شان نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے اس کی لمعانی ملاحظہ ہو۔

بنارس کے محلہ سنگلا گوری میں گوپی اپادھیا نامی ایک برہمن رہتا تھا جسے گذرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں اسکی یادگار صرف ایک نواسہ ہے منگل پانڈے کہتے ہیں اور وہ بھی محلہ سنگلا گوری میں رہتا ہے نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی ترکہ میں ملا۔

ملہ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا۔ اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے۔ جو جاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انہیں پوجا کراتا ہے اور پوجا کی رسوم کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انہیں خرید کر دیتا ہے پچھلے دنوں گجرات کی بنانیا اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دیکر بیٹھ گئیں۔ اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا اس سے دوسرے پجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا منگل پانڈے نے انہیں روکا کہ اگر تم یونہی روؤ چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا اور میرا نقصان ہو گا اس پر منگل میں اور ان بیبیوں میں تنازعہ ہو گیا اور اُسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبے کے جواب میں اس نے اور اسکے نوکر بابو نندن نے متعدد کاغذات مجھے دکھلائے اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انہیں میں موجود تھا یہ فرمان اب بھی اسکے قبضہ میں موجود ہے ان تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے اور فرمان کو

جسکی پشت پر اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے بنظر غائر دیکھنے
کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے اور اس کے
پڑھنے کے بعد خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب ویسا نہیں تھا جیسا اس کے
نکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی کہ اسکی ہندو
رعایا امن و امان اور خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرے۔ اور انکے حقوق
پر کسی قسم کی دست درازی نہ ہونے پائے۔ اصل فرمان ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان عالمگیر

مہر

اورنگ زیب شاہ غازی بہادر
ابن صاحبقران ثانی

مہر

منشور لامع النور اورنگ زیب شاہ
غازی بہادر

لایق العنایہ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چون مقتضائے
مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والانہمت و تمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت
جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عوام مصروفست و از روئے شرع
شریف و ملت منیف مقرر چنین است کہ دیرہای دیرین بر انداختہ نشود و بتکدہا تازہ بنا نیابد
و درین ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف
و تعدی بہنود سکنۂ قصبہ بنارس و برخے امکنۂ دیگر کہ بنواحی آن واقعست و جماعت برہمنان
سدنۂ آنمحال کہ سدانت بتخانہائے قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم و متعرض میشوند و میخواہند کہ اینان
را از سدانت آن کہ از مدت مدید بآنہا متعلق است باز دارند و این معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال این گروہ
میگردد۔ لہٰذا حکم والا صادر میشود کہ بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجہ بیحساب
تعرض و تشویش باحوال برہمنان و دیگر ہنود متوطنہ آنمحال نرسانند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا و مقام
خود بودہ بجمعیت خاطر بدعا بقائے دولت خداداد ابد بنیاد ازل بنیاد قیام نمایند۔ و درین باب